نظام آباد (دکن)

از

غلام احمد وکیل

تذکرۂ نظام آباد

نظام آباد کا ضلع اپنے دامن میں ایک وسیع تاریخ
چھپائے ہے جو ہنوز تشنۂ تحقیق ہے۔ مثلاً
بودھن - بالکنڈہ - کولاس - نرمل - ڈچپلی وغیرہ
مولف کی کوشش کا یہ نقش اولین بہر حال ہمت افزائی کے
لائق ہے کہ موصوف نے ان اہم ترین خزائن
تاریخی کو بڑی حد تک بے نقاب کیا جو شائقین کے لیے
کم از کم مشعل راہ تو ضرور ہی ہے۔

اس کتاب کو محترم مرزا محمدؐ بیگ صاحب
کے نام سے معنون کرتا ہوں نہ صرف اسلئے
کہ مرزا صاحب نے مجھکو تاریخ نظام آباد لکھنے
کیلئے توجہ دلائی۔ بلکہ نظام آباد کی نشاتِ ثانیہ
آپ کی انتہائی کاوشوں کی مرہون منّت ہے فقط

المرقوم امرداد ۱۳۴۸ف

خاکسار

غلام احمدؐ

از

جناب معظم عبدالمجید صاحب صدیقی

پروفیسر تاریخ جامعہ عثمانیہ

دکن ایک تاریخی سرزمین ہے ۔ قدیم زمانے میں دکشن یا دکشنا پتھ کی اصطلاح میں وہ تمام ملک شامل تھا جو بندھیاچل سے راس کماری تک پھیلا ہوا ہے یعنی جنوب کاویری کے علاقے جنکو ہم تامل اور کیرالا کہتے ہیں اس سے علحدہ نہ تھے ۔ لیکن قرون وسطی میں جب مسلمان فاتحوں نے یہاں اپنا علم نصب کیا دکشن کے معنی بہت بدل گئے اور اب دکن صرف اس سرزمین کو کہتے ہیں جو شمال میں بالاگھاٹ سے شروع ہوکر دریائے تنگبھدرا یا زیادہ سے زیادہ دریائے کاویری پر ختم ہو جاتی ہے گویا دکن اس سطح مرتفع کا نام ہے جو اپنی مختلف بلندیوں کے ساتھ بالاگھاٹ سے تنگبھدرا اور مشرقی اور مغربی گھاٹوں کے درمیان پھیلی ہوئی ہے اور یہ وہی سرزمین ہے جس پر آج سلطنت آصفیہ کا مقدس پرچم لہراتا ہے ۔ اگرچہ دیکھنے کو اس کا دائرہ محدود معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی تاریخی وسعت بہت ہے اس میں صدیوں کی تاریخ چھپی ہوئی ہے

جوں جوں قدیم آثار اور تاریخی شواہد آنکھوں کے سامنے آ رہے ہیں
معلوم ہوتا ہے قبل تاریخی زمانے سے عہد حاضر تک اس ملک نے
تاریخ و تمدن کی بڑی خدمت کی اور ہر زمانے میں اپنے گہرے نقوش
چھوڑے بعض نشانیوں سے ایسے زمانے کا بھی پتہ چلتا ہے جو ہم سے
ہزاروں سال پیچھے تھا اور اس میں ایسی قوم بستی تھی جن کے انسانی
اور سماجی خد و خال ابھی علمی گرفت سے باہر ہیں۔ لیکن اس تاریکی کے
باوجود یہ ماننا پڑتا ہے کہ قبل تاریخی زمانے میں بھی یہاں ایک یا کئی
قومیں ایسی بستی تھیں جو اس ملک کی عمرانی خدمت کرتی تھیں۔

لیکن اس ملک کی تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جبکہ
دراوڑی قوموں نے یہاں تمدن کے دیئے روشن کئے دکن اصل میں
دراوڑی قوموں کا گہوارہ ہے یہاں قدیم زمانے سے یہی قومیں
آباد تھیں اور بعض آریوں کی وجہ سے شمال کو خیرباد کہہ کے یہاں آکر بس گئیں
قبل مسیح زمانہ جبکہ دراوڑی قوموں کا ایک نیا سیلاب شمال سے
دکن آیا ہے بہت تلاطم خیز تھا کیونکہ اس وقت ان قوموں کی بقا
کا سوال تھا اسی ماحول میں ان لوگوں نے آریوں کے مقابلہ میں اپنے
کو زندہ رکھنے کی کوشش کی چھوٹی اور بڑی راجدھانیاں قائم کیں
جو ان کے بچاؤ کے لئے ضروری تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جس
قوم نے سب سے پہلے دکن کی سیاسی و تمدنی رہنمائی کی وہ
کنڑی قوم ہے۔ یہی قوم سب سے پہلے کرناٹک سے اٹھی اور تمام
دکن کے منتشر اجزا کو یکجا کر کے بڑی سلطنتیں قائم کیں۔ اس سے

نہ صرف ان قوموں کی حفاظت ہوئی بلکہ ملک کی تمدنی خدمت ہوئی۔ چنانچہ قبل مسیح دور میں آندھرا خاندان اور چھٹی صدی عیسوی سے چالوکیہ اور راشٹرکوٹ خاندانوں نے اپنا علم نصب کیا اور ان کے زوال کے بعد ان کے کئی پسماندگان اور صوبہ داروں نے ان کی خوشہ چینی کی۔ یہ تمدنی مرکز سطح مرتفع دکن کے ہر گوشہ میں پائے جاتے ہیں۔

جب تیرہویں صدی کے آخری عشرہ میں مسلمان حملہ آور اور فاتح یہاں آئے تو ان کے ساتھ ایک نیا ذہنی اور سیاسی انقلاب آیا جس نے چودھویں صدی میں اس ملک کی کایا پلٹ کر دی۔ اس کو دکن کا عہد آفریں زمانہ کہنا چاہیئے جبکہ مسلمانوں نے یہاں اپنے جدید اصول معاشرت و سیاست کے ساتھ اپنی سلطنتیں بنائیں اور ان کے ذریعے دکن کی غیر معمولی علمی و تمدنی خدمت کی۔ گہری نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نئے تمدن کی زمیں دوز نہریں نہایت سرعت کے ساتھ دکن کے طول و عرض میں پھیل گئیں اور دو ایک صدی کے اندر اس کی سیاست اور معاشرت کو ایسا متاثر کیا کہ اس کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ پہلے بہمنی سلطنت قائم ہوئی جو تمام دکن پر چھا گئی اور اس نے دکن کے تمام جغرافیوں اور قومیتوں کو متاثر کیا اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جب سلطنت بہمنی کا شیرازہ بکھرا تو اس کے مختلف اجزا چھوٹی سلطنتوں

کی صورت میں دکن کے مختلف صوبوں میں رہ گئے
اور اپنی مربی سلطنت کے نقش قدم پر چلنے لگے
چنانچہ ان کے مرکز جہاں تمدن کی صدہا نشانیاں
پائی جاتی ہیں۔ برار۔ مہاراشٹر۔ کرناٹک
اور تلنگانہ میں موجود ہیں۔ اور پچھلا زمانہ یاد
دلاتے ہیں۔

سترہویں صدی سے دکن میں پھر ایک نیا سیلاب آیا
جس کے پیچھے پیچھے مغل شہنشاہ تھے۔ اگرچہ ان فاتحوں کا
دیرینہ منصوبہ یہ تھا کہ دکن کو بھی شمالی شہنشاہیت میں
ضم کریں لیکن یہ ایسا پورا نہیں ہوا جیسا وہ چاہتے تھے
اکبر و شاہجہاں صرف شمالی دکن کو مسخر کر سکے اور
مغل عملداری قائم کی اور شہنشاہ اورنگ زیب نے جو کہ
فاتحانہ جذبہ اس کے پیشرو سے بہت زیادہ تھا جنوبی
دکن کو بھی مسخر کرلیا لیکن یہ عالمگیری فتوحات زیادہ دیرپا
ثابت نہیں ہوئیں۔ شہنشاہ کے انتقال کے بعد ہی ان
فتوحات کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ لیکن ہم اس بات کو
فراموش نہیں کرسکتے کہ مغل سیلاب کے ساتھ تہذیب و تمدن
و معاشرت کی جو جدید تحریکیں آئی تھیں وہ دکنی تمدن
میں بہت کچھ جذب ہو گئیں ان تحریکوں کے بھی جدید
مرکز پیدا ہو گئے جہاں مغل شہنشاہوں اور ان کے

سپہ سالاروں نے اپنا پڑاؤ ڈالا تھا وہ بھی آج تمدن
کے بڑے مخزن ہیں اور شمال سے لیکر جنوب تک ہر جگہ
پائے جاتے ہیں اور اس کا اثر دور دور تک محسوس ہوتا ہے
ارباب سیاست کے علاوہ علما، شعرا اور صوفیہ کا ایک
جمگھٹا تھا جو قدیم اور جدید مسلمان فاتحوں کے ساتھ
آیا اور دکن کے ہر حصہ میں پھیل گیا۔ ان کے بوسیدہ
در و دیوار اور مقبرے تمدن کے بڑے مرکز ہیں مغل
یورشوں کا ایک بڑا نتیجہ موجودہ سلطنت آصفیہ بھی ہے
جو اس وقت پرانی اور نئی آب و تاب کے ساتھ قائم
ہے اور قدیم اور جدید دونوں تمدنوں کا سنگم ہے۔ اس
سلطنت ابد مدت نے ایک طرف قدیم تمدن کی حفاظت کی
تو دوسری طرف جدید تمدن کے لئے دروازہ کھول دیا اور
اس کی بدولت آج دکن میں کئی تمدنی مرکز قائم ہو گئے اور
ہو رہے ہیں۔

تاریخ دکن کے اس سرسری مطالعے سے معلوم ہوتا
ہے کہ اس کا ہر زمانہ تاریخی تھا اور ہر دور میں تاریخ
و تمدن کے بڑے بڑے مرکز پیدا ہو گئے جن سے
آس پاس کی زمینیں اور آبادیاں سیراب ہوئیں اور
یہ تمام سطح مرتفع دکن پر پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ کچھ قبل
اسلامی زمانے کے ہیں اور کچھ مسلمانوں کے پیدا کئے

ہوئے ہیں۔ اور ان کے آثار جن میں قلعے محل مساجد و منادر مقبرے سب ہی طرح کی چیزیں ہیں اپنے زمانہ کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ یہ کہنا مبالغے سے خالی نہیں ہے کہ سلطنت آصفیہ کے طول و عرض میں اسوقت جو تاریخی مقامات پائے جاتے ہیں۔ شاید ہندوستان کے کسی ایک خطے میں اتنے نہ ملیں ان میں اکثر مقامات ایسے ہیں جو ایک زمانے میں خود راجدھانیاں تھیں بعض مقامات ایسے ہیں جو صوبہ داروں اور مقامی عہدہ داروں کے مستقر تھے اور بعض علماء و فضلا اور صوفیہ کے مسکن و مامن تھے جن کے حلقوں میں صدہا طلبہ اور عقیدتمند جمع ہوتے اور علمی و روحانی فیض پاتے تھے ان کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ یہ اہل تاریخ کا فرض ہے کہ ایسے تمام مقامات کو جہاں تاریخ کے خزانے چھپے ہوئے ہیں روشنی میں لائیں اور آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔

ملک کے بعض ہمدردوں نے جن کو تاریخ کا صحیح ذوق تھا ایسے تاریخی مقامات کو روشنی میں لانے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ قاضی قطب اللہ صاحب نے تاریخ بیڑ اور عبدالرزاق صاحب نے تذکرہ نرمل۔ منشی امیر حمزہ صاحب نے تاریخ کولاس اور تاریخ قندھار۔ مولوی عبدالوہاب

صاحب عندلیب نے حالات بیدر۔ اور نواب فرامرز جنگ بہادر نے تاریخ او دگیر لکھی اور نواب صاحب موصوف کے ایما سے مولوی عبدالرحیم خاں صاحب نے مرقع کرناٹک ترتیب دیا جس میں تمام کرناٹک کے حالات ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ان تاریخوں سے بہتیرا تاریخی مواد جمع ہوگیا اور ہمیں ان مورخوں کا ممنون ہونا چاہئے۔ لیکن ابھی بہت کام باقی ہے ابھی بیسیوں مقامات ضلعے اور تعلقے ایسے ہیں جن کی تاریخ روشنی میں آنی چاہئے تاکہ دکن کی گزشتہ عظمت آنکھوں کے سامنے آئے اور اس کی روشنی میں مستقبل کا صحیح اندازہ ہوسکے بڑی خوشی کی بات ہے کہ مولوی غلام احمد صاحب باکلی وکیل نے نظام آباد دکن کے نام سے ضلع نظام آباد کا ایک اچھا تاریخی مرقع ترتیب دیا ہے جو ہر طرح قابل قدر ہے۔ یہ ایک اچھے مورخانہ انداز میں ترتیب دیا گیا ہے جو ایک گیڈ اور گزیٹیر سے بہت زیادہ ہے اس میں نظام آباد سے متعلق جغرافی اور تاریخی مواد کے علاوہ سیاسی۔ معاشی۔ معاشرتی علمی اور تعمیری غرض ہر قسم کے معلومات جمع ہیں اور میری دانست میں اس سے پہلے کسی مقام کا ایسا جامع مرقع شائع نہیں ہوا۔ اس مرقع سے پہلے کسی کو خیال نہ تھا کہ نظام آباد میں اس قدر تاریخ چھپی ہوئی ہے اور یہ اپنے

لایق باشندوں اور بیدار مغز عہدہ داروں کی رہنمائی کی
بدولت اس قدر ترقی پذیر ہے اور یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پچھلے
دس بیس سال کے دوران میں اس ضلع نے بہت ترقی کر لی
اور اس کی خوش آیند ترقیاں اس بات کی شاہد ہیں کہ
نظام آباد آگے چلکر ایک بڑا شہر ہو جائے گا ..... علامہ احمد
صاحب کی جستجو اور تلاش قابل داد ہے اور اس بات کا ثبوت
ہے کہ مولوی صاحب ایک اچھے مورخ ہیں۔ مجھے امید ہے
کہ ..... صاحب موصوف سے دوسروں کی رہنمائی ہوگی۔

صدیقی
حمایت نگر روڈ۔ حیدرآباد دکن
۱۵؍مئی سنہ ۱۹۴۰ء
۷؍ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۹ھ

فہرست ابواب

فہرست ابواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وجہہ تصنیف

قابل تعریف تو وہی ایک ذات تعالیٰ (سبحانہٗ) ہے جس کا میزان عدل اعمال کا صحیح توازن کرتا ہے اور جس نے تاریخ امم کو عالم کی فلاح وبہبود کیلئے آخری پیغام لانیوالے کے ذریعہ ہم تک پہونچایا تاکہ اہل بصیرت اُسکے نتائج پر غور وفکر کرکے راہ مستقیم پر چلیں ایسے پیغام لانے والے پر کائنات عالم کا درود اور سلام ——

دعاء خیر وبرکت۔ اقبال وقوت اور جاہ وحشم خسرو دکن میر عثمان علیخان خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ آصف سابع کے لئے جس کی بیدار مغزی درعایا پروری سیاست وکیاست تاریخ عالم میں اپنی آپ نظیر ہے۔ امابعد ۔

ضلع نظام آباد کو سلطنت آصفیہ کے پندرہ اضلاع پر جو امتیاز نظام ساگر دکارخانہ شکر سازی کی وجہہ سے حاصل ہے اوس سے یہاں کا حال ومستقبل نہایت شاندار نظر آرہا ہے یہی وجہہ ہے کہ ہر شخص یا تو بغرض حصول معلومات فنی یا بغرض سیر وتفریح حدود ارضی نظام آباد میں داخل ہونے کا متمنی ہے۔

یہاں جب کوئی سیاح آتا ہے تو ماضی کے حالات و واقعات سے وہ قطعاً بے خبر رہتا ہے۔ جس سے نہ تو اسکی سیاحت کا مقصد پورا ہوتا ہے اور نہ فنی معلومات میں کوئی مدد ملسکتی ہے اسیطرح جب کوئی عہدہ دار یا ملازم سرکار اپنی خدمت کا جائزہ لیتا ہے تو وہ یہ نہیں جانتا کہ ماضی کس رنگ میں گزرا۔

مستقبل کی ہر جہتی ترقیوں کے لئے ماضی کا پیش نظر رہنا بھی ضروری ہے تاکہ موجودہ اور آئندہ نسلیں اپنے اسلاف کے کارناموں کو دیکھیں و نیز ہر عہدہ دار اپنے پیش رو کے حالات پر نظر ڈالکر غور کرے کہ ملک و مالک کی سچی خدمت گذاری کے لئے وہ کس جہت کو عملاً اختیار کریگا۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ ہمارے **جلالت الملک سرور دکن میر عثمان علیخان** خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے اس ضلع کے لئے خزانہ شاہی کے دروازے کھولدئے ہیں اور تقریباً چھ کروڑ روپیہ یہاں کی خوشحالی کی ضمانت میں خرچ ہوچکا ہے تو کیا ہر عہدہ دار پر یہ فرض عاید نہیں ہوتا کہ وہ اپنے پیش رو کے زمانہ کار فرمائی سے بہتر زمانہ اپنے لئے مہیا کرے؟ یہاں تک کہ تبادلہ کے بعد اسکے اچھے کارنامے اس کو زبان زد خلایق بنا رکھیں جو اسکی عین کامیابی کی دلیل ہے۔ علاوہ ازیں باشندگان نظام آباد پر بھی ایک فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور جو کچھ ان کی فلاح و بہبود کی خاطر عالم وجود میں آیا ہے اس سے خود استفادہ کرتے ہوئے دوسروں کو بھی

ہمارے پیارے جلالۃ الملک شاہ عثمان کی تصویر۔ خدا ہمارے شاہ کو تا دیر سلامت اور اس سلطنت کو آباد رکھے
سلطنت و تاریخ
نظام آباد

مستفید کریں۔ تاکہ وہ اپنے مالک حقیقی و مالک مجازی کے عملاً
متشکر نظر آئیں ۔ ان مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کیلئے
ضرورت ہے کہ کوئی معیار ترقی سامنے ہو کیونکہ ہر فریق یہی
سمجھتا ہے "ہم آگے بڑھ رہے ہیں"۔

حالانکہ بسا اوقات ایسا نہیں ہوتا ۔ اس حقیقت کی کسوٹی
یہی ہے کہ ماضی تا مقام معلوم کر لیا جائے ۔ اور حال نظروں کے
سامنے رہے ۔ میں نے آجتک ہر فرد بشر کو یہی کہتے سنا کہ وہی
تنہا مالک کا سچا بہی خواہ اور ملک کی ترقی کا واحد علمبردار ہے۔
لیکن جب کبھی گہری نظر سے دیکھا تو مدعی کا ذرہ برابر حصہ
ملک کی ترقی میں نظر نہ آیا۔ لہذا ضروری ہے کہ ہر ایسے مدعی
کے روبرو شکستہ درو دیوار اجڑے ہوئے کھنڈر زمین سے
نکلے ہوئے ڈھیر اور مدفون خزانے رکھدیئے جائیں تاکہ وہ
اس پر نظر ڈالکر اپنے ضمیر سے خود ہی سوال کرے کہ اسکا
دعوی ترقی کس حد تک حق بجانب ہے اور زمانہ ماضی
جسے وہ اپنے زعم باطل میں ناتراشیدہ بنجر دماغوں کی
پیداوار سمجھ رہا ہے اس برقی روشنی کے زمانے سے
بدتر تھا یا بہتر۔ اگر اسکو فی الحقیقت ماضی کے مقابل حال درخشاں
اور امید افزا معلوم ہو تو بلاشبہ اسکے تمام دعاوی نہ صرف
قابل تسلیم بلکہ وہ خود لائق ستائش ہے ۔ اگر یہ صورت حال
نہیں تو اس کو ایک مرتبہ اپنی نئی روشنی کی ڈگریوں پر (جو

بظاہر خیرہ کن اور بہ باطن قاطع بصارت ونیز دماغ کو معطل کرکے فلاح کی سدراہ ہیں) ماتم کرتے ہوئے ٹھنڈی صحت بخش اور منفعت رساں روشنی پیدا کرنے کی جستجو میں اپنی اعلی تعلیم۔ وذاتی قابلیت سے ہر جہتی ترقیوں کا ثبوت دینا چاہیئے۔تاکہ دنیا دیکھ لے کہ ماضی کے مقابل حال بہتر ہے اور مستقبل بہترین رہیگا۔

جب کبھی کسی قوم نے منزل ترقی کی جانب رُخ کیا تو وہ تاریخ ماضی کی عینک لگا کر ہی آگے بڑھی۔ اور جب تک منزل مقصود پر نہ پہونچی دم نہ لی کیونکہ ماضی اسکے پیش نظر تھا۔ وہ یہہ محسوس کر رہی تھی کہ حال کو بہترین بنانے کیلئے آگے بڑھ کر ہی بلند ترین مقام حاصل کرنا ہوگا۔ ۱۳۱۱ف میں میرے والد حضرت محمد دستگیر نایطی (اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْ) سررشتہ داری عدالت ضلع نظام آباد پر آئے تو اسی سلسلہ میں نہ صرف تیئس۲۳ سال سے میں سرزمین نظام آباد پر سکونت پذیر ہوں۔ بلکہ آثار قرائین تبلا تے ہیں کہ جسطرح اپنے چھوٹوں اور بڑوں کو اسی خاک کے سپرد کر چکا ہوں شاید خود بھی اس زمین کا پیوند ہو کر رہوں۔ایسی حالت میں جبکہ میرا دماغ گوشت پوست سبکچھ نظام آباد کی آب وہوا ور غذا کے پرورش یافتہ ہیں تو مجبہ پر یہہ فرض عاید ہوتا

تھا کہ میں حتی المقدور اپنے وطن کی کچھ نہ کچھ خدمت کروں
مجھکو اس فرض کا احساس اور زیادہ ہوگیا۔ جبکہ محترم
مرزا احمد بیگ صاحب نے سنہ ۱۳۴ف میں مجھسے فرمایا۔
”آپ کو نظام آباد کی تاریخ لکھنی چاہیئے“ بس اُسی تاریخ
سے میں نے اس تاریخ کے لیئے تاریخ ماضی کی ورق گردانی
شروع کردی اور یہہ سمجھکر قلم کو متحرک کیا کہ تھوڑے
ہی عرصہ میں منزل مقصود حاصل کرلوں گا۔ لیکن معلوم ہوا
کہ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

نواں سال ختم ہورہا ہے مگر نظام آباد کی تاریخ ہنوز
تاریخ ہلالی کا غرہ بنی ہوئی ہے۔ اور ہر اس دور کے
بعد جس کو میں اپنی انتہائی منزل سمجھکر ذرا دم لیتا ہوں
اور غور کرتا ہوں تو اپنی محنت کو ابتدائی تاریخ کی
منزل اول پر ہی پاتا ہوں۔ جس کے بعد اپنی بے مائگی
کا اعتراف کرکے تاریخ کا نام لیتے ہوئے شرماتا ہوں
اس نتیجہ کے بعد میں نے قطعی ارادہ کرلیا تھا۔ کہ اب کبھی
تاریخ کا نام نہ لونگا۔ لیکن مورخ کہلانے کا شوق جو دامنگیر
ہوچکا تھا۔ اس لیئے نفس امارہ نے نہ مانا اور مجھے اس کتاب
کی اشاعت پر مجبور کردیا۔ چونکہ میرا نفس شروع ہی
سے دماغی کاوشوں کے ذریعہ ناموری کا متمنی بنا ہوا ہے
اسلیئے مجھکو اس نے کہا کہ جو کچھہ سواد محنت شاقہ سے تو نے

جمع کیا ہے اس کو شائع کردے تاکہ آئندہ مورخ کیلئے
ایک نقش راہ ہو جائے۔ جس طرح کہ تیرے عزیز مرحوم
محمد عبدالسلام نے "حالات نظام آباد" ۱۳۴۳ف میں شائع
کیا تھا، جس سے تو نے رہنمائی حاصل کی۔ یا تاریخ فرشتہ
گلزار آصفی۔ تاریخ سنزل وکولاکس۔ ریورٹ ہائے محکمہ آثار
قدیمہ وغیرہ سے تو نے مدد لی اسی طرح ممکن ہے کہ
آئندہ مورخ تیری ناچیز دماغی کاوشوں سے کچھہ نہ کچھہ
حاصل کرہی لیگا۔ اور مزید معلومات کی فراہمی کا موقع اسکے
ہاتھ آجائیگا۔" پس نفس کی اس آواز نے موجودہ مواد
ایک مختصر سی کتاب کی صورت میں شائع کرنیکی جرأت
مجھکو دلائی — (خدا میری غلطیوں اور گناہوں کو معاف کرے)

یہہ حقیقت ہے کہ تاریخ کا لکھنا فرد واحد کا کام نہیں
جبتک کہ ہر طرف سے دستگیری نہ ہو۔ پس سینکڑوں
دماغوں کی چھلنیوں سے چھن کر وہ مکمل کہلا سکتی ہے اسلئے
میری ہمت نہیں ہوئی کہ اس کتاب کو "تاریخ" کے زرین
نام سے موسوم کروں۔ لہذا اس کتاب کو "نظام آباد" کے نام
سے موسوم کرتے ہوئے آنیوالے مورخ کے لئے تاریخ
کے نام کو چھوڑ دیتا ہوں۔

مجھکو اس بات کا اعتراف ہے کہ ان اوراق میں بہت
کچھہ غلطیاں اور بہت کچھہ بھول چوک میری فطرت بشری

کے سبب ضرور نظر آئیگی جس کی اصلاح کرانا ہر اُس انسان کا فرض ہے جو اوس کو معلوم کرے۔ تاکہ نظام آباد کی تاریخ صحیح معنے ایں مکمل ہو جائے۔ پس ہر نقاد سے میری التجا ہے کہ جو کچھ اوسکو معلوم ہے۔ اوس سے بحوالہ اسناد اس ناچیز کو مطلع کردے۔ یا کتب خانہ عثمانیہ نظام آباد میں معلومات کا ایک نوٹ بطور ضمیمہ اس کتاب میں شریک کرادے۔ تاکہ آئندہ طبع ثانی یا آئندہ مورخ اون قیمتی معلومات سے مستفید ہوکر نظام آباد کی تاریخ کو صحیح معنے ایں مکمل کریں۔

آخر میں اس امر کو واضح کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے ان اوراق میں حق وصداقت کو اُجاگر کرنیکی کوشش کی ہے اگر وہ کسی کو کڑوی لگے تو یہہ میرا قصور نہ ہوگا۔ بلکہ اُسکو الحق مُرٌّ کی کسوٹی سمجھی جائے۔ بحیثیت ایک مورخ کے جو کچھہ بیان کیا گیا ہے وہ بلا شبہ عوام کے خیالات کا عکس ہے۔ اگر کسی شخصیت کو چند افراد نے بُرا کہا اور عوام الناس نے اچھا تو میں نے عوام الناس کی آواز کو جگہ دی۔ اِسی طرح اسکے برعکس۔

یہہ حسن اتفاق ہے کہ میں تقریباً بیس سال سے ملی وقومی خدمت گذاری کا مدعی ہوں اور میں ہی نظام آباد کے تاریخی حالات کو محفوظ کر رہا ہوں۔ اس سلسلے میں بعض ایسے واقعات کا تذکرہ بھی کرنا پڑا جسمیں میری ذاتی کاوشوں کو دخل تھا

جنکو میں بحیثیت نمائندہ رعایا مفاد عامہ کے لئے از بس ضروری
سمجھتا رہا۔ کیا عجب کہ اسکو پڑھ کر ناظرین مجھکو خودستائی کا
ملزم قرار دیں۔ بلا شبہ فی الوقت تو یہہ الزام صحیح ہوگا لیکن
نہ صرف آنیوالے مورخ کے لئے یہہ بنیاد ممد و معاون ثابت
ہوگی بلکہ آنیوالی نسل کے سامنے میں اپنے فرائض منصبی سے
کچھہ نہ کچھہ بری الذمہ ہوجاؤں گا۔

اس دیباچہ کو بغیر اظہار تشکر ختم کردوں تو انتہائی
احسان فراموشی ہوگی۔ بس میں اون تمام حضرات کا
مشکور ہوں جنہوں نے ان اوراق کے لئے مجھکو مواد عطا فرمایا
جس میں سب سے زیادہ قاضی فصیح الدین احمد صاحب
و سید دلدار حسین صاحب اکزیکٹو انجنیر اور غلام افضل صاحب
مہتمم پولیس۔ ناظم صاحب جنگلات ناظم صاحب کروڑگیری
و معتمد صاحب مجلس عالیہ عدالت و ناظم صاحب ٹپہ۔ مددگار
ناظم زراعت وغیرہ ہیں جنکی مہربانیوں سے مجھکو زمانہ گذشتہ
و موجودہ کا مواد مل گیا اور میرے عزیز بھائی حاجی محمد عبدالحفیظ صاحب
کا بھی بیحد مرہون منت ہوں جنکی حسن توجہ و محنت شاقہ
میری ہر اشاعت میں ممد و معاون رہتی ہے و نیز
قاضی زین العابدین صاحب اول تعلقدار وقت کا بھی بیحد
مشکور ہوں۔ جنکے زمانہ میں گوشہ عافیت نے مجھکو
اتنی فرصت دی کہ تصنیف میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا

نہ ہو سکی۔ اگر وہ امداد اور یہہ واقعات شریک حال نہ ہوتے۔ تو شاید ہی میں اس کتاب کی اشاعت کے قابل ہوتا۔

مجھ کو توقع ہے کہ عطیہ مواد کے نتائج کو دیکھنے کے بعد طبع ثانی یا آنے والے مورخ کے لئے ہر سر رشتہ اس سے زیادہ مواد بہم پہنچانے کی سعی کرے گا۔

وَآخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ ... لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

تاریخ ۱۰ مرداد سنہ ۱۳۴۰ ف

نظام آباد

کاشانہ

خاکسار

غلام احمد نائطی

وکیل

مولف "مع سرمایۂ حیات"
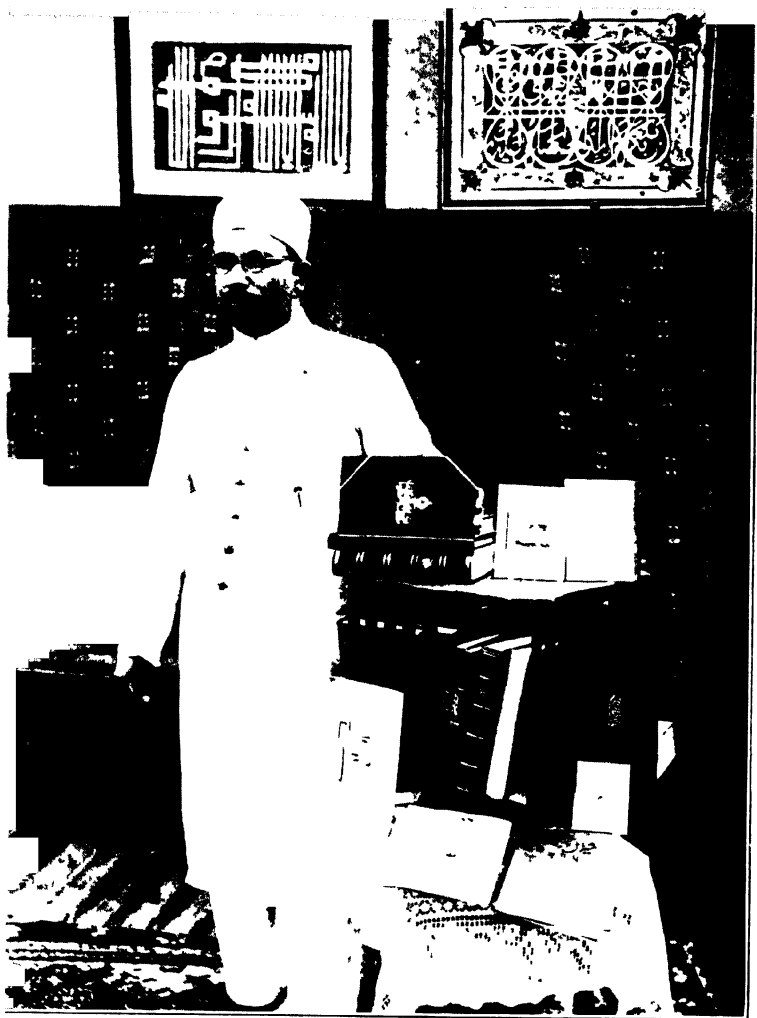
صحت نامہ

ناظرین سے انتہائی شرمندگی کے ساتھ درخواست کیجاتی ہے کہ اولاً کتاب کی غلطیوں کو درست فرمالیا جائے تاکہ میرے لئے باعث تشکر ہوجائے۔

صفحہ / سطر	غلط	صحیح	صفحہ / سطر	غلط	صحیح
۳ / ۱۸	پانگڑہ	پانگرہ	۴۶ / ۲	مسر سواجی راؤ	مسٹر سواجی راؤ
۴ / ۶	کہ تاسمندرم	کو تاسمندرم	۴۷ / ۱	خرچ	خارج
۵ / ۹	مولسرہ	موسرہ	۴۹ / ۱۵	اس سے	اس لئے
۹ / نقشہ خانہ	ملازمین نرخ	ملازمین فوج	۵۲ / ۲	تعلقہ کاماریڈی کے ضعات ہوا	تعلقہ یلارنڈی کے ضعات ہوا
۹ / خانہ ۱۰	وکلاء و ڈاکٹری	وکلاء و اطباء وغیرہ	۵۵ / ۱۳ و ۱۶	کورٹ گیر	کوٹ گیر
۱۰ / ۱	۵۲-	۵۲،	۵۸ / ۱۱	تعلقداری	ضلعداری
۱۲ / ۱۷	سنہ ۱۳۲۵ف	سنہ ۱۳۳۵ف	۶۱ / ۷	۴۰۶۶۴۴۵	۲۰۶۶۴۴۵
۱۶ / ۱	در ملی	در کمھی	۶۵ / ۱۹	۹۲ سنہ نغایتہ ۱۲۱۵ف	۹۲ سنہ نغایتہ ۱۳۰۵ف
۱۸ / ۱	منہ	سنہ	۸۱ / حاشیہ ۳	صدے کر	صدائے کر
۲۰ / حاشیہ ۲	مانک واڑی	نائک واڑی	۸۲ / ۱۰	عدالت ضلع کی مغربی سرحد	عدالت ضلع کی مشرقی سرحد
۲۱ / ۱۵	قلعہ ورعمارت	قلعہ وعمارت	۸۵ / ۱۹	تخم نیشکر نمبر (۴۹۰)	تخم نیشکر (۲۹۰)
۲۳ / ۱	وحید منور خاں	محمد منور خاں	۸۶ / ۵	مرزعہ کو امپیریل ریسرچ	مرزعہ کو آزمائش
۱۱ / ۵	درکار ہیں	درکار ہے			نیشکر کیلئے امپیریل ریسرچ
۲۶ / ۲	دیکھتے ہیں اس بیان	دیکھتے ہیں کہ اس بیان	۸۶ / ۱۸	ناظم بندوبست	ناظم زراعت
۳۶ / ۴	اندرا پورا کہا	اندرا پور رکہا	۸۸ / ۴	مرزعہ امداد	مرزعہ امدادی
۴۰ / ۵	تحقیق میں نہیں آتی	تحقیق میں نظر نہیں آتی	۱۱۳ / ۲	۰۰ ۶ فرلانگ	۶ فرلانگ

صفحہ / سطر	غلط	صحیح
۱۱۴ / ۱۷	کارگذار ہے	کارگذار رہے
۱۱۷ / ۱۴	سنہ ۱۳۲۸ ف	سنہ ۱۳۳۱ ف
۱۱۸	احمد بن شبر	حامد بن شبیر
۱۲۷ / ۱	کنجیاں	کنجھیاں
۱۲۷ / حاشیہ ۵	حلہ	جلسہ
۱۲۹ / ۵	ہر وقت	بر وقت
۱۳۳ / ۴	آدمی	آدی
۱۴۸ / ۱۲	سنہ ۱۹۳۹ء	سنہ ۱۶۶۷ء
۱۶۰ / ۷	بند باقی	بید باقی
۱۶۲ / ۱۰	یہ ایک عالم طور پر	یہ بات عام طور پر
۱۶۲ / ۱	اپنے تنزلی و اختتام	اپنے ترقی و اختتام
۱۶۳ / [illegible]	مدارالمہام ریاست	مدارالمہام سلطنت
۱۶۶	سنہ ۱۳۸ ف	سنہ ۱۲۸۰ ف
۱۶۸ / ۲۰	یکساں جاری ہی	یکساں جاری رہے
[illegible]	(۱۵) نیکٹ چند	(۱۵) بنکٹ چند
[illegible] / حاشیہ	انجارج مجلس	انجارج محبس
۱۸۴ / ۳	باب ۵	باب ۱۵
۱۸۷ / ۵	مفادر	منادر
۱۹۷ / ۶	مذہب	مذاہب
۱۹۸ / ۴	یاؤ سیلان	یاؤ سیلا ن
۲۰۰ / ۹	ناگاری	ناگاچاری
۲۰۳ / ۶	کتب ختہ	کتب خانہ
۲۱۶ / ۱۷	سالاری کافزعہ	سالاری کا قرعہ
۲۲۵ / ۲	صنعی	صنعتی
۲۲۵ / ۱۰	مدرگار	مددگار
۲۲۶ / ۲	سنہ ۴۹ ف	سنہ ۴۵ ف
۲۲۷ / ۱۷	دریا ہال	دربار ہال
۲۲۷ / ۵	لاہوا۔	ملاہوا
۲۲۹ / ۱۳	ترہیم	ترمیم
۲۳۳ / ۹	مشرقی	مغربی
۲۳۳ / ۱۰	مغربی	مشرقی
۲۳۶ / ۱۸	آعاز	آغاز
۲۳۷ / حاشیہ ۳	تجھے	مجھسے
۲۳۸ / ۶	محفوط	محظوظ
۲۳۹ / ۱۱	پرنس	پرنسس
۲۴۱ / ۱۷	باپنا	بپی - بابہ بسیا
۲۴۵ / ۶	عہدان	عہدہ داران

بنام جہاندار جان آفرین تعالیٰ

نظام آباد (دکن)

حصہ اول

مراتب ابتدائی

باب ۱

جغرافی حالات

نام — اس مقام کا نام اندر دلبھا اندر سوم (جو راشٹر کوٹ کے خاندان کا راجہ تھا) کی مناسبت سے اندر پور تھا۔ کثرت استعمال سے اندور ہوگیا۔ ۱۳۱۴ف میں جبکہ ریلوے اسٹیشن قائم ہوا تو اندور اسٹیٹ ریلوے اسٹیشن کے ہم نام ہونے کی وجہ سے حسب تحریک مسٹر بزوجی تعلقدار وقت بانی سلطنت دکن کے نام سے اسکو نظام آباد سے موسوم کیا گیا۔ ایک اور مقام شمالی ہند میں اسی نام کا ہے (جو گوجرانوالہ وزیر آباد کے قریب ہے) ضلع کریمنگر تعلقہ مہ سایہ میں بھی ایک موضع اسی نام کا ہے

محل وقوع ۔ عرض البلد ۱۸ ۔ ۵ و ۳ ۔ طول البلد ۷۸ ۔ ۰ و ۹۷ ۔ ایک قطع ہندوستان کے جنوب میں کثیرالاضلاع پایۂ تخت بلدۂ فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن کے شمال مغرب (۱۰۴) میل فاصلہ پر (۱۸۲۷) مربع میل کے پھیلاؤ میں حدود اربعہ ذیل کے ساتھ قائم ہے ۔

شمال دریائے گوداوری و اضلاع ناندیڑ ۔ آصف آباد ۔ مشرق میں ضلع کریمنگر جنوب ضلع میدک مغرب اضلاع ناندیڑ میدک دریائے مانجرا ۔ اور مغرب و جنوب کے گوشہ میں نظام ساگر واقع ہوئے ہیں ۔

سطح سمندر ۔ نظام آباد کی اوسط بلندی سطح سمندر سے (۱۲۵۰) فیٹ ہے ۔

زمینی کیفیات یہاں پر کالی ریگڑی زمین یعنی سیاہ رنگ کی مٹی مثل مرہٹواری کے جس کو سیاہ پتھر کی بوسیدگی تحلیل کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے ۔ اور چلکہ سرخ رنگ کی چونہ و ریت ملی ہوئی مثل تلنگانہ کے پائی جاتی ہے ۔ دریائے گوداوری کے قریب علاقہ مرہٹواری سے ملے ہوئے تعلقات بودھن ۔ بانسواڑہ و نظام آباد میں اول الذکر زمین کا حصہ زاید ہے ۔ اور آرمور کاماریڈی میں تلنگانہ کے مماثل زمین کی کثرت ہے تلنگانہ و مرہٹواری کے مشترکہ خصائص نہ صرف تقسیم اراضی میں ہیں بلکہ تمدن معاشرت اور زبان میں بھی بہت کچھ میل ہے ۔

آب وہوا ۔ آب وہوا خوشگوار اور معتدل ہے گرمی کا اوسط (۱۱۴) ہے ۔ تو سردی میں (۴۰) تک پارہ اترتا ہے ۔ بارش کا اوسط (۳۴) انچ ہے ۔ نہر نظام ساگر کی وجہ مچھروں کی زیادتی ملیریا کی شدت کا باعث ہوتی ہوئی نظر آرہی ہے ۔

دریا ۔ گوداوری جو اہل ہنود کا ایک مقدس دریا ہے جسکی حیثیت دکن میں درجہ دوم کی ہے جو مغربی گھاٹ ناسک کے قریب موضع چندور سے نکلکر مستقر ضلع

ناندیڑ سے گذرتے ہوئے جنوبی سمت کو بہتے بہتے موضع سنگم تعلقہ بانسواڑہ سے اپنا رخ شمال کی طرف پھیر لیتا ہے۔ اور اسی مقام پر دریا رمانجرا کا سنگم ہوتا ہے۔ یہاں سے (۶۵) میل طول یہ دریا اس ضلع میں بہتا ہے۔

دریائے مانجرا۔ یہ بھی اہل ہنود کا ایک مقدس دریا ہے جو ضلع بیڑ تعلقہ پاٹوده سے نکلکر اضلاع بیڑ و ناندیڑ و بیدر و میدک سے (۳۸۷) میل کی مسافت طے کرکے دریائے گوداوری میں بمقام موضع سنگم گرتا ہے جس کا رخ شمال شرق سے جنوب مشرق کی طرف ہے اسی دریا کو منبع سے (۳۴۰) میل کے فاصلہ پر روک کر نظام ساگر کا عظیم الشان بند بنایا گیا ہے۔

جھیل۔ پچیس سال قبل مورخ کے قلم سے یہ جملہ نکلا تھا کہ "ملک سرکار عالی میں کوئی مقام ایسا نہیں ہے جسکو جھیل کے نام سے موسوم کیا جائے"۔ لیکن عہد عثمانی کے زرین کارنامے میں نظام ساگر کا ذکر اس عنوان کے تحت مورخ کے قلم سے نکل رہا ہے۔ کیا تماشا ہے۔ عہد عثمانی اور کیسا مبارک ہے مفاد رعایا کا یہ کام کیسے ہوشمند ہیں نواب علی نواز جنگ بہادر چیف انجنیر دکن اور کس قدر خوش نصیب ہے مورخ کا قلم۔ جو سب سے پہلے اس کا ذکر تاریخ میں کر رہا ہے نظام ساگر جس کی سطح آب کا پھیلاؤ تقریباً (۵۰) مربع میل ہے اور اسکی گہرائی (۱۰۶) فیٹ ہے جسکی نہریں یکھوار یکسو ۱۱۹ اٹھانوے میل طولانی ہیں اور جس کا منبع دریا رمانجرا ہے اس عنوان کے تحت درج کرنے میں کوئی تامل ہوسکتا ہے؟

ندیاں۔ بانگرہ کی ندی جو تعلقہ نظام آباد آرمور میں رواں ہے پڈلاکٹہ واگو تعلقہ کاماریڈی میں بہتی ہے یہ چھوٹی چھوٹی ندیاں اور بڑے نالوں کی صورت میں ہیں۔

پہاڑ۔ اس ضلع میں کوئی پہاڑ قابل ذکر نہیں۔ چھوٹے چھوٹے پہاڑ نظام آباد۔

آرمور اور بانسواڑہ میں موجود ہیں جنکا زنجیرہ ان تعلقات میں پھیلا ہوا ہے ۔

معدنیات ۔ گرانیٹ و بسالٹ کا پتھر کثرت سے ہوتا ہے ۔ جو عمارتوں کے کام آتا ہے ۔ لوہے کا پتھر آرمور علاقہ بھیگل میں ہوتا ہے ۔ فولاد نا نص کو نا سمندرم واند وائی میں بکثرت معلوم ہوتا ہے ۔ جس کے متعلق مسٹر کلاڈیل نے گلمز آف دکن میں لکھا ہے کہ

کونا سمندرم (تعلقہ آرمور کا ایک موضع ہے) میں نہایت عمدہ لوہے سے جو وہاں نکلتا ہے فولاد تیار ہوتا ہے ۔ یہ لوہا نہایت پائدار ہے جو نہ صرف انگلینڈ کے لوہے سے ملک سوئیڈن کے لوہے سے بھی بہتر و فائق ہوتا ہے ۔ ایرانی کاریگر اسکو راست خریدتے ہیں (مزید معلومات کیلئے ملاحظہ ہو باب صنعت و حرفت)

حال کی علمی تحقیقات کے لحاظ سے لوہے کے ساتھ کوئلہ بھی ضروری ہوگا ۔ ایک مرتبہ ایک باؤلی کی کھدائی کے موقع پر مثل سونے کے ذرات درخشاں مجھ کو نظر آئے ۔ میں اور میرے دوست محمد اسحاق مرحوم نے اوسکو سونے کا معدن خیال کر کے مختلف حضرات کو بتایا لیکن اوسکی ماہیت کو کوئی نہیں پہونچ سکا کہ کس قسم کی دھات ہے ۔ زیر بحث مقام گنج سے جانب شمال محمد اسحاق مرحوم کے امرائی کی باؤلی میں ہے (جسکو کسی ساہوکار نے خرید لیا ہے اب یہ امرائی اوسی کے قبضہ میں ہے ۔)

عبور و مرور ۔ حیدرآباد تا ناگپور کے متعلق ۱۸۵۱ء عیسوی میں مورخ نے اسکی خراب و خستہ حالی پر ریمارک کیا ہے ۔ لیکن بفضل خدا عہد عثمانی میں یہ عظیم الشان سڑک نہ صرف میل کی پختہ ہو چکی ہے ۔ بلکہ دریائے گوداوری پر ایک بیش قیمت پل بھی تعمیر ہو چکا ہے (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو باب تعمیرات)

اس طرح حدود ضلع میں (۳۴۲) میل طولانی پختہ سڑکیں موجود ہیں جس کا

الحق حیدرآباد۔ عادل آباد۔ ناگپور۔ کریمنگر ناندیڑ سے ہوتا ہے اور اندرون ضلع مستقر تعلقہ و ڈیویژن و بند نظام ساگر کے لئے پختہ سڑکیں ہیں۔ جس پر ریلوے موٹر بس دوڑتی ہے۔ ماسوا اسکے ہر قصبہ میں مورم کی پختہ سڑکیں ہیں رشتہ لوکلفنڈ کی پا ہیں اور تقریباً ایک ثلث مواضعات میں راستہ ہائے دیہی نظر آتے ہیں جس پر سے موٹر کار بسہولت گذر سکتی ہے۔ ان سڑکوں کا طول تقریباً دو سو میل ہے۔

مسافر بنگلہ۔ کل ضلع میں (۴۰) مقامات پر مسافر بنگلہ تمام ضروریات رہائش و آرام کے حامل موجود ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

انسپکشن بنگلہ علاقہ تعمیرات۔ نظام آباد۔ ڈچپلی۔ منچیپہ۔ جینے پلی۔ جینکلور۔ پرکٹ۔ دودگاؤں۔ دھرمورہ۔ بشیرآباد۔ موسپرہ۔ بیرکور۔ رودرور۔ بیندیو پلی۔ بانسواڑہ۔ بورلم۔ کنگل۔ ایچم پیٹھ۔ جاکھورہ۔ متابو۔ ناگاریڈی۔ پٹلم۔ کاماریڈی۔ بی بی پیٹھ۔ ماچاریڈی۔ کلورال۔ آرمور۔ علی ساگر۔ نظام ساگر۔ بروی پور۔

مسافر بنگلہ لوکلفنڈ۔ علاقہ لوکلفنڈ کے بنگلہ نظام آباد۔ آرمور۔ بودھن۔ رودرور۔ بانسواڑہ۔ کاماریڈی۔ ایلوائی۔ نوی پیٹھ۔ بھکنور۔ رماریڈی نظام ساگر میں واقع ہیں۔

ہوٹل۔ نظام آباد میں کئی ہوٹل سلیقہ کے ہیں جہاں رہائش کا بھی انتظام ہے۔ مسلم ہوٹل جوبلی رسٹورنٹ جو قدیم ہے۔ اور جدید دلکشا ہوٹل عبدالرحمن ہوٹل اس کے علاوہ مختلف چھوٹے چھوٹے ہوٹل بھی ہیں۔ اسی طرح اہل ہنود کے ہوٹل متھرا بھون۔ کرشنا ولاس۔ بمبئی گجراتی وغیرہ بھی ہیں۔

چاوڑیات۔ ہر موضع میں چاوڑیات بھی ہیں جہاں مسافروں کو رہائش کا آرام مل جاتا ہے۔

رسل و رسائل۔ (۱۸۷) ٹپہ خانہ جات سرکار عالی ضلع نظام آباد کے

ناظر ٹپہ کے ماتحت ہیں۔ کوئی انگریزی ٹپہ خانہ نہیں ہے۔ لیکن بلحاظ معاہدہ سرکارین سرکار عالی کے ٹپہ خانہ بیرون ملک سرکار عالی کے رسل و رسائل کے ذمہ دار ہیں۔ تفصیل ٹپہ خانہ باب ٹپہ خانہ میں ملاحظہ ہو۔

تار برقی ہر ریلوے اسٹیشن سے برقی پیغام رسانی کا کام لیا جا سکتا ہے۔

ریلوے ۱۳۰۹ف میں یہاں پر ریلوے اسٹیشن کا افتتاح ہوا۔ حدود ضلع میں ین بیس۔ آر۔ یعنی نظام اسٹیٹ ریلوے کے (۱۵) اسٹیشن واقع ہیں۔ جس کا طول اس ضلع میں (۵۸+۱۰۰) میل ہے۔ اسٹیشنوں کے نام حسب ذیل ہیں

بھکنور۔ تل مڈلہ۔ کاماریڈی۔ اپلوائی۔ سرناپلی۔ اندلوائی۔ ڈچپلی۔ نظام آباد جانکم پیٹھ۔ نوی پیٹھ۔ فخر آباد۔ علی ساگر۔ ایڑپلی۔ کارخانہ شکرسازی۔ بودھن۔ اسکے علاوہ ہر تعلقہ وار نیرن کو ریلوے موٹر بس دوڑا کرتی ہے۔

زبان تلنگی فیصد (۸۰) مرہٹی فی ہزار (۱) اردو فی صد (۲۰) بولی جاتی ہے۔ اسکے علاوہ کنڑی گونڈی۔ لمباڑی زبانیں بھی مستعمل ہیں۔

تختہ ذیل سے زبانوں کا تناسب بحساب فی صد ظاہر ہوگا

اردو	تلنگی	مرہٹی	کنڑی	گونڈی	لمباڑی	دیگر زبانیں	کیفیت
۲۰	۷۹	۱۰	۱۱	۱	۱۲	۲۰	تعلقہ بودھن۔ بانسواڑہ نظام آباد میں مرہٹی زیادہ بولی جاتی ہے۔

رقبہ: ۱۲۸۱ فصلی میں ضلع کا رقبہ (۶۶۲۱) مربع میل تھا لیکن ضلعبندی کے بعد کمی ہوگئی اسوقت ۱۳۴۷ف میں کل رقبہ (۱۱۶۴۹۵۲) ایکڑ یعنی (۱۸۵۲) مربع میل قرار پایا ہے۔

مردم شماری

۱۳۰۰ف مطابق ۱۸۹۱ء میں ضلع کی مردم شماری (۶۲۹۵۹۸) نفوس پر مشتمل تھی اور خانہ شماری (۱۲۸۴۶) ۱۳۴۷ف میں مردم شماری (۵۲۸۴۷۲) نفوس کی قرار دیگئی ہے اور خانہ شماری (۱۳۶۱۰۴)[۱]

تختہ خانہ شماری و مردم شماری ۱۳۴۷ف

نام تعلقہ	خانہ شماری	مردم شماری
نظام آباد	۳۲۵۳۶	۱۳۱۸۱۱
آرمور	۴۷۳۶۰	۱۷۰۵۹۶
کاماریڈی	۳۱۵۷۴	۱۳۱۳۴۸
بودھن	۱۲۷۲۹	۴۷۸۳۲
بانسواڑہ	۱۱۸۰۵	۴۶۸۹۵
میزان	۱۳۶۱۰۴	۵۲۸۴۷۲

---

[۱] رپورٹ مردم شماری ۱۳۴۰ف کے لحاظ سے (۶۲۳۲۲۵) تعداد نفوس ظاہر ہونگے لیکن یہ اعداد اسلئے قابل لحاظ نہیں کہ ۱۳۴۳ف تعلقہ یلاریڈی ضلع نظام آباد سے خارج کر کے ضلع میدک میں شامل کر دیا ہے اسلئے صحیح اعداد ۱۳۴۷ف کے بتلائے گئے ہیں۔

نقشہ ذیل سے مستقر ضلع و تعلقات کی مردم شماری معلوم ہوسکتی ہے

نام مستقر	مردم شماری
نظام آباد	۳۲۰۲۹
آرمور	۷۲۷۴
کاماریڈی	۳۷۷۹
بودھن	۶۴۰۹
بانسواڑہ	۴۴۷۰

اقوام - قوم تو ایک ہی دکنی آباد ہے لیکن بلحاظ مذاہب - ہندو - مسلمان آریہ - عیسائی - یہاں پر رہتے ہیں - جنکا تناسب نقشہ ذیل سے معلوم ہوسکتا ہے

نقشہ تناسب مذاہب

سنہ مردم شماری	جملہ تعداد مردم شماری	تناسب اہل ہنود بحساب فی دس ہزار	تناسب اہل اسلام بحساب فی دس ہزار	تناسب عیسائی بحساب فی دس ہزار	قدیم اقوام	جین
سنہ ۱۳۰۰ف	۴۱۲۶۶۹	۹۱۹۵	۷۸۵	۱	۰	۰
سنہ ۱۳۲۰ف	[illegible]	۹۲۱۱	۷۳۷	۱۳	۰	۰
سنہ ۱۳۳۰ف	۴۹۷۶۵	۹۰۳۴	۷۳۷	۴۴	۰	۰
سنہ ۱۳۴۰ف	۴۲۳۲۲۵	۸۷۱۳	۷۸۲	۲۲۲	۲۷۵	۱

معیشت۔ نقشہ ذیل سے پیشہ ور کام کرنے والوں کی تعداد معلوم ہو سکتی ہے

		تعداد
بذات خود کام کرنے والے		۲۱۶۸۰۴
کام کرنے والے تابعین		۱۰۵۲۸۷
زیر پرورش		۳۰۰۴۰۹
ذیلی تفصیلات	زراعت پیشہ و دھنگر	۳۵۷۶۰۴
	صنعتی کام کرنیوالے	۷۳۵۱۴
	مزدوری یا حمالی	۲۲۶۲۸
	تجارت کرنے والے	۹۷۸۱۱
	ملازمین فوج	۳۱۱۵
	ملازمین سرکاری	۹۳۴۵
	وکلاء و ڈاکٹری	۳۱۱۵
	خانگی ملازمین	۴۳۶۱۰
	متفرق پیشہ	۶۸۵۳
	بیکار و معذور	۵۶۰۷

معذور و مجبور نقشہ ذیل کے دیکھنے سے معذورین کے اعداد ظاہر ہونگے

نابینا	مجنوں	بہرے گونگے	جذامی
۱۰۲۲	۲۸۴	۲۸۴	۶۶۲ ف۱

تقسیم۔ سنہ ۱۲۸۱ف میں یہ ضلع صوبہ شمالی (یعنی بیدر) کے تحت تھا۔ اسوقت ۹۰ تعلقات اور (۱۳۵۰) مواضعات اس کے تحت تھے بحالت موجودہ

ف دارالمجذومین ڈیچپلی کی وجہ اسقدر تعداد ظاہر ہو رہی ہے ملاحظہ ہو باب طبابت

صوبہ گلشن آباد میدک کے تحت (۵) تعلقات اور (۵۲۰) مواضعات پر ضلع ہذا مشتمل ہے [1]

گنجائش - بلحاظ مردم شماری سنہ ضلع ہذا میں فی مربع میل (۱۰۴) اشخاص آباد تھے۔ لیکن نظام آباد کی ترقیوں نے (۱۰۰) کا اضافہ کر دیا ہے۔

باب ۲

تاریخ قدیم

ابتدائی تاریخ - علمار تاریخ کو اعتراف ہے کہ ہندوستان کی ابتدائی تاریخ اسوقت تک صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکی۔ اگر انہوں نے کچھہ پتہ لگا یا تو محض رگ وید کے منتروں کے بعض مضامین سے جس میں دو ہزار سال قبل مسیح کے حالات کو قیاسی واقعات کی بنار پر مستند قرار دیا گیا اسی سلسلے میں مہا بھارت سے بھی مدد لیگئی ہے جسمیں بمقابلہ وید کے ذرا تفصیل سے تاریخی حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ مہابھارت سے تقسیم ہندوستان کا اس طرح پتہ چلتا ہے کہ دریائے نربدا کے جانب جنوب ڈنڈک بن تھا جس کا حال صرف رشیوں کو معلوم تھا۔ کیونکہ وہ اس سمت کے باشندوں کو طریقۂ زندگی

[1] - تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو باب سوم

کی اعلیٰ تعلیم دینے کے لئے اپنی خدمات صرف کر رہے تھے ۔ موجودہ نقشہ ہندوستان میں اگر دریائے نربدا کے دہانہ ست (جو بحیرۂ عرب میں گرتا ہے) کلکتہ تک ایک خط مستقیم کھینچا جائے تو اس کا نچلا حصہ "ڈنڈک بن" ہوگا۔ اس لحاظ سے سرزمین نظام آباد ڈنڈک بن میں واقع ہے۔ ڈنڈک بن کے حصص لنکا، آندھرا، پانڈ و نیز چولا کی سلطنتوں میں منقسم تھا جن میں بڑی سلطنت مہاراجہ اشوک کی تھی۔

مہاتما بدھ کی پیدائش کے بعد (جو ۵۵۰ برس قبل مسیح ہوئی تھی) راجہ بمب سار نے جو بدھ مذہب کا پیرو تھا سلطنت مگدھ کی بنیاد ڈالی۔ سکندر اعظم نے جب نند راجہ کے زمانے میں ہندوستان پر حملہ کیا تو اسوقت غالباً دکن پر اس حملہ کے اثرات نہیں پڑے۔

سنہ ۲۲۰ قبل مسیح میں آندھرا سلطنت آزاد ہوچکی تھی جس کے بعد گپت خاندان کے بادشاہ چندر گپت و سمدر گپت حکمراں رہے۔

سنہ ۶۰۹ء سے ۶۵۵ء تک چالوکیہ خاندان کی حکومت رہی اور اسی سلسلے کے راجہ ہرش نے جنوب میں حملہ کرکے دکن کو اپنی سلطنت میں لے لیا۔ سنہ ۶۴۲ء میں سلطنت پلی کشن کے نام سے دکن کا حصہ موسوم رہا۔

سنہ ۶۵۰ء سے ۹۵۰ء تک دکن کے حالات کا پتہ نہیں چلتا۔ یہ علمائے تاریخ کا متفقہ خیال ہے لیکن ہماری خوش قسمتی ہے کہ بعض کتبات کے دستیاب ہونے کی وجہ سے ہم اس زمانے کے کچھ نہ کچھ حالات پر روشنی ڈالنے کے قابل ہوگئے ہیں۔ سنہ ۸۰۰ء میں سلطنت راشٹرکوٹ کا پایۂ تخت ملکھیڑ (گلبرگہ) تھا۔ یہ عہد

گوینده سوم کا ہے۔ اس کی تصدیق متعدد اسناد سے ہوتی ہے جو سانگلی اور دت کا کا دوم کی عطا کہرڈ لسے ظاہر ہے۔

سنہ ۹۱۵ء سے سنہ ۹۱۷ء تک اِندر ولبھا یا نیتاً ورشا اندر سوم کا عہد حکومت رہا جس کا پایۂ تخت بودہن (موجودہ تعلقہ ضلع نظام آباد) تھا۔ یہہ راجہ راشٹر کوٹ کے خاندان سے تھا۔ بودہن میں ایک دیول (جو بحالت موجودہ دیول مسجد کے نام سے موسوم ہے) اس راجہ نے تعمیر کرائی تھی۔ دیول سے متعلق ایک پتھر کا ستون برآمد ہوا ہے جس کی وجہ اسکی تاریخ کا پتہ چلا ہے۔ چنانچہ بودہن کی قدیم تاریخ کو ہم یہاں پران کتبات اور رپورٹ آثار قدیمہ سے واضح کرنا بہت ہی ضروری سمجھتے ہیں۔ امید ہے کہ واقعات ذیل شائقین تاریخ کے لئے خاص دلچسپی کا باعث ہونگے۔

سنہ ۱۳۳۴ف میں مسٹر محمد یزدانی ناظم آثار قدیمہ کی متجسس نظر میں جب ایک قبر کے چبوترے پر پڑیں جہاں ایک کندہ پتھر تھا (جو صحن دیول مسجد واقع تعلقہ بودھن کے قبرستان میں لگا ہوا تھا۔ اس پتھر کو نکلوا حاصل کر لیا گیا اور صاف کر کے اس کا چربہ راؤ بہادر نرسمہوان چاریہ یم۔ اے وظیفہ یاب معتمد آثار قدیمہ ہند کے پاس بھیجدیا گیا جسکی تفصیل مندرجہ ذیل ترجمہ سے ظاہر ہوسکتی ہے۔ (ملاحظہ ہو رزولیوشن نشان نمبر ۲ بابتہ سنہ ۱۹۲۷ء مطابق سنہ ۱۳۳۵ف محکمہ معتمدی امور عامہ سرکار عالی۔ شاخ آثار قدیمہ)

اس ترجمہ سے بودھن کی تاریخی حالت بے نقاب ہوتی ہے۔ اور اندر سوم کے (جو سنہ ۹۱۵ء سے سنہ ۹۱۶ء تک حکمران رہا) راج کا پتہ چلتا ہے جس کے خاندان کا سلسلہ راشٹر کوٹ سے ملتا ہے اور مقام بودھن اس کا پایہ تخت

تصور کیا جا سکتا ہے۔

ترجمہ رزولیوشن

پودھن ۔ ایک موضع ہے ۔ یہ ضلع نظام آباد ملک سرکار عالی کا ایک تعلقہ ہے جو ایک چھوٹی سی آبادی پر مشتمل ہے ۔ یہ قصبہ نظام آباد سے (۱۴) میل مغرب میں واقع ہے جس کے درمیان ایک پختہ سڑک ہے ۔ یہ مقام بہت سے قدیم برہمنی اور جینی مورتوں سے بھرا ہوا ہے ۔ اس کی آبادی کے مشرق و شمال و جنوب میں تین بڑے تالاب ہیں اور شہر پناہ کی فصیل (جسکو کوٹ کہتے ہیں) سے محصور ہے جو مورچہ بند ہے ۔ معاصر تواریخ میں پودھن کا کہیں ذکر نہیں ہے اور نہ محمد تغلق کے فتوحات سے قبل اس مقام کا کہیں پتہ چلتا تھا ۔ لیکن آثار قدیمہ کی جد و جہد سے جو کتبات اہل ہنود و اسلام دریافت ہوئے اس سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ یہ مقام کسی زمانہ میں ایک زبردست مذہبی و جنگی اہمیت رکھتا تھا ۔ ان پراگندہ مورتوں پر غور کرنے سے (جو اس قصبہ کے عرض و طول میں پھیلے ہوئے ہیں) پتہ چلتا ہے ۔ کہ یہ مقام کسی زمانہ میں دیوستان کا متبرک مقام ہوگا ۔ اسلامی کتبات جو حال میں دریافت ہوئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ تیرھویں صدی عیسوی میں بعض معابد قدیم کو مسلم فاتحوں نے معابد جدید سے بدل دیا اور خفیف سی تبدیلی کے بعد ان قدیم کاریگروں کی یادگار کو بحالت موجودہ قائم رکھا اسی طرح دیول مسجد میں (جہاں کتبہ کنٹری زیر بحث پایا گیا ہے) سلطان محمد تغلق کی فتح کی یادگار کا سنگ تراشیدہ عربی کتبہ موجود تھے ۔ اور دوسری مسجد جانب مشرق

لہ ۔ سلطان محمد تغلق نے ۷۲۳ھ میں ورنگل پر حملہ کیا ۔ اس سلسلہ میں ملک فخر الدین قندھار و اندور سے گزرا تھا

عالمگیر کے نام سے موسوم ہے جس کے کتبہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی ایک ویران معابد تھا جسکو ۱۰۶۵ھ میں اورنگ زیب نے مسجد بنادیا۔ غالباً یہ زمانہ عالمگیر کے شہزادگی و گورنری دکن کا ہوگا[1]۔ جو کتبہ ڈاکٹر یزدانی نے ۱۹۲۱ء میں دریافت کیا وہ ایک مقبرے کی سیڑھیوں کا کام دے رہا تھا۔ اسکو انہوں نے حاصل کیا جسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اس ستون کے چاروں حصوں پر کوئی مورتی نہیں ہے۔ پہلا حصہ ۱ تا ۲۸ سطر دوسرا ۲۹ تا ۶۰ سطر تیسرا حصہ ۶۱ تا ۹۴ سطر اور چوتھا ۹۵ تا ۱۱۷ سطر۔ پتھر کا ستون پانچ فٹ چھ انچ اور ہر جانب کی چوڑائی ایک فٹ چھ انچ ہے۔ حروف اچھی طرح نمایاں ہیں۔ صرف تیسرے حصے کے حروف گھس گئے ہیں جو غالباً نتیجہ ہے سیڑھی کے طور پر اسکے استعمال کرنے کا۔

عبارت کندہ شدہ سوائے سطر نمبر (۱ و ۲) کے بقیہ تمام کنڑی زبان میں ہے۔ اور یہ کچھ نثر اور کچھ نظم میں ہے۔ نظم کی قافیہ بندی سراک دھرا جلد (۳) اور سراک دھرا جلد (۴) رو ہتیا دکری وتیا جلد (۵) سے مطابقت کرتی ہے۔ شان خط بہت قدیم زمانہ کا پتہ دیتی ہے۔

کتبہ کا مفہوم ترلوکیا مالوودا (سومیشر اول) کے عہد حکومت کے حالات منکشف کرنے کے علاوہ یہ ہے کہ پایہ تخت بودھن میں اندر وبھیا شاہ راشٹر کوٹ نے جو دیول تعمیر کرائی تھی وہ منہدم ہونے کی وجہ سے برگیڈی جو گیا لازم اور ہوالو دیو نے ساکہ سال ۹۷۰ میں اس مقام پر دیوتا وشنو کا مندر تعمیر کرواکر ایک گروڈ استمبھم (ستون) قائم کیا۔

---

[1] غالباً نہیں بلکہ یقیناً شاہزادگی کا زمانہ تھا۔ کیونکہ انعامی اسناد ۱۰۵۹ھ انعامداروں کے پاس موجود ہیں۔

اس سلسلہ میں چند عطیات پھول باغ تیں گونی محصول زمک کے علاوہ موضع پڑآیا کلاں موڈگی اور کریاخورد موڈی پوتنا سیونتی کے لئے عطا کئے گئے تھے ۔

اسی سلسلہ میں تین مصرعہ جوگپا کے قیام مندر اور ترقی شہر کی تعریف میں لکھے ہیں اور اس تحریر کا اختتام اس کے کندہ کرنے والے ناگ دیو کے نام پر ہوتا ہے ۔ پس اس کتبہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بودھن خاندان راشٹرکوٹ کے شہنشاہ اندر ولبھیا یا نتیا ورشا اندر سوم کا پایہ تخت تھا ۔ جو ۹۱۵ء تا ۹۱۸ء حکومت کیا اس نے سابق میں اس مندر کو اندرنارائین کے نام وقف کرنے تعمیر کروایا تھا ۔ اور ممکن ہے کہ اوس نے اس مندر کو اپنے نام سے موسوم کیا ہو ۔ اسی پر سے قیاس غالب ہوتا ہے کہ نظام آباد کا نام جو اندور تھا دراصل اندر پور ہے رکیونکہ اندور، بودھن کے نام کا ایک دوسرے سے اب تک بھی تعلق رہا ہے کہ اندور کو کوئی شخص اسوقت تک نہیں سمجھتا تھا جب تک کہ اندور بودھن نہ کہا جائے مؤلف) عہد گوینده سوم تقریباً ۸۰۰ء میں راشٹرکوٹ کا پائے تخت مل کھیڑ تھا ۔ اس کی تصدیق متعدد اسناد سے ہوتی ہے جو سانگلی اور دت کا کا دوم کی عطا کھرڑا سے ظاہر ہے ۔ لہذا اندر سوم کا پایہ تخت ہونا تعجب خیز نہیں ۔ کیونکہ اس بادشاہ کے عطائے نوساری سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے اپنے پایہ تخت ملکھیڑ ترک کرکے کردند کا بنالیا ۔

تیسری جانب جس دیول کی تعریف کی گئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ جوگپا کی دیول بہت وسیع اور خوبصورت عمارت ہوگی ۔ بحالت موجودہ پتہ چلتا ہے کہ مندر کو جوگپا نے ترمیم کرکے وشنو کا مندر بنا کر گرودا ستمبھ اس کے روبرو قائم کیا ہوگا ۔

کتبات کی تاریخ سیا کہا ۹۷۸ درہلی جیٹھ سدھ ۱۳ پنجشنبہ ہے جو مطابق ۲۹ مئے سال ۱۰۵۶ء ہے۔ اس کتبہ میں حسب ذیل مقامات کا اندراج ہے۔ بودھنا[ع] (حال بودھن) پرپکا والا موندک۔ بحال ماوندی کلاں۔ یہ مقام بودھن کے شمال مغرب میں تین میل پر واقع ہے) پونما سونتی۔ کریا موڈی؛ اب مونڈی خرد کہلاتا ہے۔ جو ماندے کلاں کے قریب ہے۔ ماوندی کلاں علاقہ راجہ شیوراج بہادر کی جاگیر میں بعنوان شرط دیول اب تک بحال ہے۔ اور ماوندی خرد لچھمن راؤ ولد وینکٹ راؤ کے تفویض بطور انعام بشرط اخراجات دسہرہ بحال ہے۔

ترتہہ انکرا سے پتہ چلتا ہے (بحالت موجودہ) کہ یہ کچھ دنوں جین مذہب کا دیول بھی رہا ہوگا۔

دیگر کتبات بودھن

ایک پتھر جو جوشی سانبیا کے گھر کی سیڑھی میں لگا ہوا تھا شکستہ حالت میں ملا ہے اور دوسرا بودھن کے بلال تالاب کے کٹہ پر دستیاب ہوا ہے مگر بدقسمتی سے یہ دونوں پتھر ایسے ہیں کہ بالکل خراب ہوچکے ہیں۔ کچھ حصہ جو پڑھنے کے قابل ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ کسی زمانہ میں بودھن زبردست مذہبی اہمیت رکھتا تھا۔ ان دونوں کتبات کے منجملہ اول الذکر میں بادشاہ چالوکیہ تربھونا۔ مالوا۔ وکرما دیتیا چہارم (۱۰۷۶ء اور ۱۱۲۶ء) کے حالات ہیں۔ اور

ع؎ بودھنا کو بہت ممکن ہے کہ مہاتما بدھ کے نام سے موسوم کیا گیا ہو خصوصاً جبکہ ایسی مورتیں بکثرت پائی جاتی ہیں تو یہ قیاس غالب ہوتا ہے۔ (مصنف)

اور جین مندر کے عطا کا اندراج ہے۔ کتبات متصل مکان سابنیا میں
چالوکیا وکرماوسوام ۵ ۸ ۱۰ء درج ہے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ونذرابگا
نامی ایک شاہی ملازم نے راجہ پروہیت میسوراکو سیوا مندر کیلئے کچھ عطا کیا
تھا۔ اس پتھر کے سرے پر ایک لنگھ معہ چاند[1] اور سورج[2] درج ہے۔ اور اس
کے مقابل ایک گائے اور بچھڑا کندہ ہے جو مجموعی طور پہ ایک انسان کی
شکل نظر آتی ہے۔ دوسرا کتبہ جو بلال تالاب پر ہے اس میں کوئی تاریخ
درج نہیں ہے۔ یہ ۴۷ سطر کا بہت بڑا کتبہ ہے۔ اس میں اس جگہ کا
ذکر ہے کہ چند زمینات اور رقم متی چندراسدھانی دیوانامی کو سایسا رتی
یا چناولول کے بوایا اور بودھن کے تجار نے عطا کی ہے۔ بوایا کی تعریف
وتوصیف کیگئی ہے۔ یہ پتہ چلتا ہے کہ تری بھی بھونا مالا عہد کا ہے اس کتبہ سے
بودھنا ودھن کا نام ہے۔

دیگر کتبات

تعلقہ کامارید تی میں بھی بعض کتبات ہیں لیکن ان کی صورتیں مسخ ہو چکی
ہیں کوئی پتہ ان سے نہیں ملسکتا۔ حروف کی شان کنٹری تلنگی سے ملتی ہے
حالات نظام آباد نے ایک کتبہ موضع کمیائی کے متعلق کہتا ہے کہ اس کتبہ کو
ایک جنگم نے بمشکل پڑھا یا گیا جس سے صرف یہ پتہ چلا کہ اس میں سمت
بکرماجیت کا حال لکھا ہوا ہے جو قبل مسیح ۵۷ سال اوجین میں تخت نشین تھا
بڑھاپے میں اس کو راجہ شالواہن نے مار ڈالا۔ اور راجہ شالیواہن نے

---

[1] چندر سدھانتی چاند کا حساب شمار کرنے کیلئے۔ [2] سورج سدھانتی سورج کا حساب شمار کرنے

دکن کے اکثر ممالک فتح کیے جسکی وجہ بکرما جیت کے بجائے شالواہن سنہ جاری ہوا۔
ایک کتبہ سنہ ۹۹ھ کا ایک تانبے کے پتر پر موضع بہکنور میں ایک جنگم کے پاس
ہے جسکو ابراہیم شاہ بیجاپور نے بصورت سندرام گرسوامی کو انعام عطا کیا ہے
ان کے علاوہ بینچہ پہ دو قبریں عیسائیوں کی ہیں جن پہ سنہ ۱۶۷۰ء و
سنہ ۱۶۸۰ء کے کتبات ہیں۔

سنہ ۱۰۳۰ء میں دکن چالوکیا سلطنت کے زیر اثر رہا۔
سنہ ۱۲۳۵ء میں چالوکیہ سلطنت گوداوری اور کرشنا کے قریب نئی سلطنت
تلنگانہ میں تبدیل ہوگئی جس کا پایہ تخت ورنگل تھا۔ اور جس پر گنپتی راجہ
اور دوسبنی راجہ خود مختار حکمراں تھے۔ غالباً اسکے بعد یہ علاقہ تلنگانہ
کے راجہ لدردیو کے زیر اثر رہا۔ کیونکہ سنہ ۱۳۰۷ء میں سلطان علاؤالدین خلجی نے
ملک کافور کے ذریعہ ورنگل کو فتح کرلیا تو تلنگانہ اسکے زیر اثر آگیا۔ اس مرتبہ
ملک کافور اندور کو تاخت وتاراج کرتے ہوئے گذرا لیکن اس امر کا پتہ نہیں چلتا
[illegible] نہ میں کون راجہ یہاں حکمراں تھا کہا جاسکتا ہے کہ پہلی مرتبہ سرزمین
نظام آباد پر مسلمانوں نے اس زمانے میں قدم رکھا اور تقریباً سات سو سال
سے وہ یہاں آباد ہیں ۷۲۲ھ ۱۳۲۲ء میں سلطان محمد تغلق نے ملک فخرالدین کی قیادت
میں علاقہ تلنگ کو فتح کرنے ایک مہم روانہ کی تھی۔ اسی زمانہ میں اندور و قندھار کو
فتح کرتے ہوئے فوج آگے بڑھی جسکی یادگار میں بودھن کی دیول مسجد کا کتبہ
آج بھی موجود ہے جس کا ذکر رزولیوشن کے ترجمہ میں گزر چکا ہے۔

سنہ ۱۳۴۷ء میں سلطنت بہمنی کے زیر اثر تمام دکن آگیا اس وقت کے
انقلاب عظیم میں جب اس سلطنت کے پانچ ٹکڑے ہوئے تو اندور کی سرزمیں

تحت صوبہ بیدر آگئی (دیکھو تاریخ نزل)۔
سنہ ۱۵۲۶ء میں قطب شاہیہ کے زیر اثر یہ حصہ رہا۔ سنہ ۱۵۵۵ء میں اندور کی سرزمین۔ اکبر اعظم کے زیر اثر تھی کیونکہ صوبہ برار سلطان مراد فرزند اکبر بادشاہ کے قبضہ میں تھا۔ جسمیں پرگنہ نزل بالکنڈہ اور بھمگل اندور بودھن بھی شامل تھے۔
سنہ ۱۶۲۸ء تا سنہ ۱۷۰۷ء میں عالمگیر کے زیر اثر یہ سرزمین رہی۔ کیونکہ گولکنڈہ کو اوس نے مسخر کر لیا تھا۔ اور اندور کو سلطنت دہلی میں شریک کر کے اُس پر محمد کاظم فوجدار مقرر کیا تھا۔ چنانچہ فرمان کے الفاظ یہ ہیں۔ "اخلاص کیش امین حربہ بیدر۔ بخدمت امانت و فوجدار پرگنہ اندور از تغیر محمد کاظم مقرر شد"
سنہ ۱۰۳۲ م سنہ ۱۷۲۴ء سے اندور سلطنت آصفیہ کے قبضہ و اقتدار میں آگیا۔ کیونکہ مختار خان نے دکن پر کامل فتح حاصل کر کے سلطنت آصفی کی

ف۱ مملکت تلنگ جسمیں بیدر۔ قندہار۔ اندور۔ کولاس شریک تھے۔ اعظم ہمایوں کے تقسیم نامہ میں درج تھے جو سلطان علاؤالدین نے اپنی علالت کے وقت لڑکوں میں وصیتاً تقسیم کیا تھا۔ (تاریخ فرشتہ) علاوہ ازیں سرزمین نظام آباد شاہ اکبر و شاہ عالمگیر کے زیر اثر ہونے کا ثبوت اس وقت بھی بعض اسنادات انعامی سے ملتا ہے۔ چنانچہ شاہ قادر درویش بودھن کے نام ایک سند شہنشاہ اکبر کی آج بھی اس خاندان میں موجود ہے جس پر سنہ ۲۴ جلوس مطابق سنہ ۹۸۹ ہجری سنہ ۱۵۸۱ عیسوی درج ہے۔ اس سند کے پیش ہونے پر حضرت غفران مکان نواب میر محبوب علیخان آصف سادس نے اس کا فوٹو داخل خزانہ شاہی کیا۔ اور اس سند کے اعزاز میں قوانین مصدرہ کو نظر انداز فرما کر بموجب سند یک صد بیگہ زمین اس خاندان کو عطا فرمائی۔ حالانکہ صرف ایک بیگہ زمین

خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ سنہ ۱۱۰۰ھ میں نظام آباد رگھوپت چنار یڈی
پداعلی زمیندار سہ ناپلی) کو اجارہ پہ دیا گیا۔ کیونکہ یہ علاقہ اس وقت صرف خاص
میں تھا۔ سنہ ۱۱۶۸ھ میں شاہ نواز خان کے زیر اثر تھا۔ ۱۷۹۵ء م سنہ ۱۲۰۳ھ
میں اعلیٰحضرت غفران مآب نظام علیخان بہادر کے زمانہ میں نظام آباد کرار
نواز خان کے سپرد کیا گیا تھا۔ ۱۸۰۸ء م سنہ ۱۲۲۰ھ میں محمد علیخان لوہانی
کے تحت نرمل معہ اندور وغیرہ دیا گیا۔ ۱۸۷۶ء م سنہ ۱۲۹۴ھ میں ضلعبندی
کے تحت یہ ضلع قائم ہوا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو باب سوم)

نظام آباد کا تاریخی تعلق بالکنڈہ سے

شیخ نظام منور (قصبہ بیناآباد مضافات بیجاپور کے متوطن فن سپہگری
میں یگانہ بحالت یتیمی طلب معیشت میں سرگرداں تھے۔ ایک ساہوکار
کی لڑکی پر ایک کولی پہلوان عاشق تھا جسکی وجہ سے تمام گھر پریشان تھا
شیخ نظام کو بمعاوضہ نقد و جائداد اس کی سرکوبی کے لئے ساہو نے مقرر کیا
شیخ نے اس کو قتل کر دیا۔ جس کے بعد سے سلطنت بیجاپور میں شیخ کا نام

اس خاندان کے قبضہ میں تھی۔ جسکا منتخب نمبر ۵ بابتہ سنہ ۱۳۴۳ف ہے اسی طرح شاہ عالمگیر
کی ایک سند موسومہ معین الدین مانک لڑی اس خاندان کے قائم مقام معین الدین صاحب
مانک لڑی کے پاس موجود ہے۔ جسمیں موضع ماسٹوپلی وغیرہ تعلقہ نظام آباد کی اراضی عطا
کئے جانے کا ذکر ہے اس سند کا سنہ ۱۲ جلوس ہے مطابق سنہ ۱۰۸۹ھ سند مدار المہامی میں
مکرمت خان دیوان اور واقعہ نویس و سرنوبت کاشی رام کی قلمی لکھاوٹ ہے۔
عہ مورخ بالکنڈہ نے آپکا وطن یہی لکھا ہے مورخ تاریخ نرمل نے گلبرگہ لکھا ہے ہم نے اول الذکر کو ترجیح دی

مشہور ہوگیا۔ اور عادل شاہ کے دربار میں قرب حاصل ہوا۔ اور مقرب خان
کے خطاب سے سرفراز ہوا اور بعض مہمات دکن کے سر کرنے کے صلہ میں
خان زماں خان بہادر فتح جنگ کا خطاب بھی ملا۔ اور بالکنڈہ کا پرگنہ عطا
کیا گیا۔ پرگنہ بسمت بھی دیا گیا۔ شیخ کا انتقال ۱۱۰۷ھ میں ہوا۔ شیخ کے فرزند
مقرب خان کو جاگیر التمغا کے عنوان سے بالکنڈہ عطا ہوا۔ شاہزادہ محمد اعظم شاہ
کی ہمراہی میں شیخ کے تمام فرزندوں نے شاہ عالم کے ساتھ مقابلہ کیا۔
جسمیں بجز امین خان کے سب فرزند کام آئے۔ امین خان معہ ۱۶ سالہ کی
بہادری کو دیکھ کر شاہ عالم نے اس کو طلب کیا۔ موروثی جاگیرات عطا فرمائے
جس کے بعد وہ صوبہ اجین اپر بھیجا گیا۔ بعد میں صوبہ ناندیڑ بھی تفویض کیا گیا۔
۱۱۲۷ھ میں ذیل تحت بالکنڈہ امین خان کو عطا ہوا۔

بالکنڈہ۔ دکن کا باب الداخلہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ ناگپور کی سڑک پر
واقع ہے۔ سب سے پہلے مسلمانوں نے دکن کو اپنا وطن بنایا تو بالکنڈہ ہی سے۔ یہی وجہ
ہے کہ آج بھی لفظ دکنی کا استعمال متوطن بالکنڈہ پر ہوتا ہے۔ یہاں کے باشندے
بڑے جری اور بہادر تھے۔ اور اپنی آن بان میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔ گو
زمانہ کے ہاتھوں بالکنڈہ ایک کور دہ ہو چکا ہے۔ لیکن وہاں کا قلعہ و عمارت
کے ڈھیر۔ دیوار ہائے شکستہ اپنی زبان حال سے موجودہ نسل کے بزرگوں کی
روایاتِ عظمت و جلال کا اظہار کرتے ہیں [1] (یہ مقام ناگپور کی سڑک پر واقع
ہے اور نظام آباد و دبہ پیلی سے موٹر لس ذیل کو اسی راستہ سے روزانہ جاتی ہے)

---

[1] محمد فیض الدین صاحب دکنی نے ایک مفصل تاریخ قدیم دستاویزات کے حوالوں سے لکھی ہے
کاش وہ طبع ہو جائے اور موجودہ صاحبان جاگیر اپنے اسلاف کے نام کو روشن کرنے کیلئے

امین خان نے کستی نیکنامی ساکن نرل سے ۳۰۰۰۰ تیس ہزار روپیہ
سفر ہند کیلئے قرض لیا۔ لیکن وہ ادا نہ ہونیکی وجہ سے نرل کو تا ادائی قرضہ
الیمی دار کے حوالہ کر دیا گیا۔ بس اس طرح ہمیشہ کیلئے نرل علاقہ بالکنڈہ سے خارج
ہو گیا اور اسی طرح اس خاندان سے ہر ایک علاقہ نکلتے نکلتے اب صرف ایک
قصبہ بالکنڈہ جاگیر باقی رہگیا ہے۔ جس کے آخری قابض وحید منور خان
المخاطب بہ شہور الملک مرحوم تھے۔ نواب نے سرکار آصفیہ میں صوبہ داری و
صدر محاسبی کے ذمہ دار اعلیٰ خدمات کو سرانجام دیا۔ آخر میں معتمدی مہر خاص
مبارک کی خدمت سرفراز ہوئی جس پر آخر تک اپنے مالک کی خدمت گذاری
کرتے ہوئے سنہ ۱۳۴۲ف میں داعی اجل کو لبیک کہا

آپکے فرزند اکبر علی حسن خان تھے جو کچھ دماغی خلل کے باعث قابل کار نہ تھے
انکا بھی انتقال ہو گیا۔ اب بلحاظ کلانیت حسن منور خان میں باہمی تنازعہ
کی وجہ جاگیر زیر نگرانی کورٹ آف وارڈز ہے نواب صاحب مرحوم کے
دو فرزند یورپ کی تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ بہرحال یہ عظیم المرتبت خاندان
آج صاحبان بصیرت کے لئے آئینہ عبرت ہے

اس خاندان سے خاندان کولاس کے بھی خاص روابط تھے جسکا ذکر
ہندو مسلم انتہائی رواداری کے ثبوت میں پیش کرنا ضروری خیال کیا جاتا ہے
مورخ کی مدد کرکے اسکو شائع کرنیکی جانب متوجہ ہو جائیں اسی تاریخ کو میں نے
دیکھا ہے۔ بلحاظ رضائی تعلق خاندان مورخ و خاندان والی بالکنڈہ اس کے دستاویزات
بہت ہی اہمیت رکھتے ہیں۔

نور محمد منور منسوب

پدم سنگھ و وحید منور خان میں ایسا بھائی چارہ تھا کہ باہمی خاندان کے ربط کو بڑھانے اپنے فرزند حسن منور خان کی والی سمتان کو لاس کی لڑکی سے شادی کرلی۔ یہ واقعہ ۱۲۲۰ھ کا ہے۔ (قلمی تاریخ بالکنڈہ مصنفہ فیض اللہ ین صاحب)
دولہن گھر آنے کے بعد دکنی بہو بیگم کا خطاب دیا گیا۔ کیا اس سے بڑھکر کوئی ثبوت ہندو مسلم برادرانہ تعلقات کے مخالفین کے لئے درکار ہیں؟

نرل

نرل کو ایک کولی سمی لمبا نایر نے جو متمول اور سپاہی تھا آباد کیا تھا جسکے متعلق مؤلف تاریخ نرل کا خیال ہے کہ یہ ۱۳۱۷ھ میں آباد ہوا ہے یہ قصبہ رفتہ رفتہ ایک پرگنہ بن گیا۔ اسکے بعد چند روز تک اس پر ایلموں کی حکومت رہی۔ ابتداً دیہات پرگنہ نرل کو پلی مڑگ دفاتر سرکاری میں تحریر کرتے تھے اور حکام کا مستقر موضع پر منڈل پر تھا۔ غالباً اسی وجہ سے پلی مڑگ کاغذات میں لکھا جاتا ہے۔
۱۱۳۰ھ میں یہ پرگنہ پھر امین خان کے تصرف میں آگیا۔ لیکن آصفجاہ اول نے امین خان پر بدگمانی کی۔ اس لئے جنگٹ راؤ برادر زادہ کنٹی ملیا کو نرل مشروط بہ نوکری فوج سرفراز ہوا۔ راؤ مذکور نے نہایت سلیقے سے اس کو آباد کیا اور ایک بہترین مقام بنا دیا۔ آج بھی اسکی یادگار میں بعض قدیم عمارات موجود ہیں۔ اور ایک ندی ابار اؤ پیٹھ کی روک کر ۲۰ تالابوں کے سیرابی کا انتظام کیا۔ اس کتوہ کا نام ینکٹ راؤ کتوہ اپنے بھائی کے نام سے رکھا۔ اس کے بعد ایا تمند راؤ کے قبضہ میں یہ شہر آیا جس کو زہر دیکر

زنار داروں نے ہلاک کیا۔ اس کے بعد سربا راؤ نے اس پر قبضہ جمایا۔ سربا راؤ کے زمانہ میں بڑے جنگ و جدال ہوئے۔ آخر کار ۱۱۷۵ھ میں سربا راؤ فوت ہوا۔ پھر گنگا راؤ قابض ہوا۔ من بعد یہ علاقہ ابراہیم علی بیگ دھونسی کے تفویض ہوا۔ یہ زمانہ غالباً ۱۱۸۰ھ کا تھا۔ اس نے گیارہ سال چھ ماہ حکومت کی اسکے عہد حکومت میں نرمل بہترین فوجی مقام بن گیا۔ جہاں کئی سو توپیں دس ہزار سوار ایک لاکھ اڑسٹھ ہزار پیدل فوج کے علاوہ دس ہزار کی جمعیت عرب حبشی سندھی روہیل ہر وقت تیار رہتے۔ ۱۱۹۵ھ میں ابراہیم علی بیگ کے بعد اسکا لڑکا فرخ مرزا حاکم ہوا۔ جو سات ہی روز میں سازش سے قتل کیا گیا۔ اس کے بعد اس کا کم سن بھائی مرزا خان بہادر حاکم بنایا گیا ۱۱۹۶ھ میں جبکہ کولاس کے سفر پر مرزا خان بہادر احتشام جنگ کو ملازمت کیلئے طلب کیا گیا تو وہ حاضر نہوا۔ سردار الدولہ عرف گھانسی میاں کو سرکوبی کا حکم دیا گیا۔ چونکہ بودھن اسی پرگنہ کے زیر اثر تھا۔ اس لئے ۱۱۹۷ھ میں افواج آصفی نے جنگ کر کے اس کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس کے بعد نرمل کی فوج آگے بڑھی۔ جو ایک فرانسی افسر ولاور جنگ نامی (جو احتشام جنگ کی فوج کا سپہ سالار تھا) کے تحت تھی لیکن وہ شکست کھا کر بھاگی۔ پھر احتشام جنگ کو معافی دی گئی اور قلعہ نرمل کی حکومت امام علیخان برہان الدولہ بہادر کے حوالہ کیگئی۔ یہاں یہ امر خالی از دلچسپی نہیں کہ احتشام جنگ نے جو محل نرمل میں اپنے لئے بنایا تھا۔ اوسکی گستاخی کے سبب محل کو مسمار کر کے اس کا بہترین چوبینہ حیدرآباد منگوا کر پنج محل اور روشن محل میں لگایا گیا تھا ــــ اس کے بعد حکومت راجہ شنکر ناتھ و امد گوبند نائک کے تفویض رہی۔

جو آرمور کا رہنے والا تاجر تھا۔ مبارز الملک کے زمانہ میں اس نے نرمل میں دوکان قائم کی اور یہ بعد میں اپنے حسن انتظام سے فوطہ دار بھی ہو گیا تھا آصفجاہ نے اس کی دیانت و ہشیاری کے لحاظ سے نرمل اس کے تفویض کیا۔ جو راجہ یکجونت بہادر سے مخاطب ہوا۔ اس کی بعد نرمل کی حکومت عبد الرحیم خان روہیلہ ساکن قندہار کو ملی اور اُسکے بعد محمد علیخان لوہانی کے زیر اثر آئی۔ یہ زمانہ سنہ ۱۲۱۸ھ کا تھا۔

سنہ ۱۲۲۰ھ میں محمد علیخان لوہانی کو معزول کیا گیا جسکے بعد اس خاندان نے نظام آباد میں سکونت اختیار کی۔ جس نے اپنی زندگی بڑے ہی تزک و احتشام سے بسر کی۔ نظام آباد کے چند مقبروں کے متعلق روایت ہے کہ یہ خاندان نولکھا سوداگروں کے نشان ہیں۔ کیا عجب کہ یہ اس خاندان سے تعلق رکھتے ہوں۔ افسوس ہے کہ کوئی کتبہ کا پتہ نہ چلا۔ بعد معزولی لوہانی یہ علاقہ اشرف الدولہ کے حوالہ کیا گیا۔ جو رکن الدولہ کی اولاد سے تھے اور اُسکے بعد مرزا ابراہیم بیگ مبارز الملک ظفر الدولہ ہونے کے زیر اثر رہا۔ اس کے بعد ضلعبندی میں اس کو شریک خالصہ کرکے ضلع اندور کے تحت کر دیا گیا۔ اور مکرر ضلعبندی میں جو سنہ ۱۳۱۴ف میں ہوئی ضلع عادل آباد کے تحت کر دیا گیا۔ اور آج بھی اُس کا یہ ایک تعلقہ ہے۔ چونکہ اس وقت ضلع نظام آباد سے اُس کا تعلق نہیں رہا اس لئے ہم اس پر مزید روشنی ڈالنا غیر ضروری سمجھتے ہوئے ان واقعات کو ختم کرتے ہیں۔ نوٹ: تاریخ نرمل سنہ ۱۳۳۲ھ میں بزبان فارسی عبد الرزاق بن عبد الغنی نے لکھی تھی۔ اُس کا ترجمہ محمد امام الدین نے کیا۔ جو تذکرہ نرمل کے نام سے ۱۳۲۷ف میں شائع ہوئی ہے۔ اُس میں

تفصیلی واقعات درج ہیں۔ جس سے ہم کو بیحد مدد ملی۔ ہم صاحب تالیف کیلئے دعا مغفرت کرتے ہیں۔

کولاس

بالکنڈہ اور نرمل کے تاریخی مقامات کا مختصر حال سپرد قلم کرنے کے بعد ہم ایک اور تاریخی مقام کولاس کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ کولاس ایک پہاڑ کا نام ہے جو جانب جنوب نظام آباد (۳۶) میل پر واقع ہے۔ یہ پہاڑ سلسلہ بالاگھاٹ کی ایک کڑی ہے۔

جب محمد تغلق نے ورنگل کی آخری فتح ۷۲۳ھ میں حاصل کی تو ورنگل کے راجہ رودرا دیو نے سرزمین کولاس میں سکونت اختیار کی اور کوہ کولاس پر آبادی قایم کی ؎ قلعہ کولاس کی آبادی کے بعد جب رودرادیو کو سلطان علاؤ الدین نے ورنگل کی حکومت سپرد کردی۔ تو کولاس ملک سیف الدولہ کے سپرد کیا گیا۔ کولاس کا تعلق حکومت بریدیہ اور سلطنت قطب شاہیہ سے رہا۔ کیونکہ ہر دو سلطنتوں میں اس مقام کے بڑے عظیم الشان

؎ قصبہ رودرور تعلقہ بودھن کے متعلق مرا نتیجہ فکر یہ ہے کہ اس کو روورادیو کے نام سے ہی موسوم کیا گیا تھا۔ قصبہ روودر ۱۲۰۲ھ میں پرگنہ کی حیثیت سے موہن راؤ پنگلہ کو فوجی تنخواہ کے معاوضہ میں دیا گیا تھا۔ اور معاہدہ کی تکمیل نہ ہونے کی وجہ قلعہ داران اودگیر و قندہار کو سرکوبی کا حکم دیا گیا۔ جس کے بعد یہ شریک خالصہ کر لیا گیا۔ اس واقعہ کا پتہ تاریخ قندہار سے چلتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ قصبہ جو اسوقت بھی تاریخی اہمیت رکھتا ہے میرے خیال کے موافق راجہ کے نام پر ہی آباد ہوا ہو۔

معرکہ آرائیاں ہوئی ہیں۔ موجودہ قلعہ کولاس کا استحکام جمشید قطب شاہ
نے جگ دیو راؤ نائک واڑی کے مشورہ سے کیا۔ کیونکہ یہ مقام فوجی نقطۂ نظر
سے بیدر پر حملہ کیلئے بہترین تھا۔ یہ تعمیر ۹۵۱ھ میں آغاز ہو کر ۹۵۲ھ میں ختم
ہوئی ۱۰۶۶ھ میں اس قلعہ کا تعلق قطب الملک والی گولکنڈہ و فرمان روائے
دکن سے رہا۔ عہد حکومت تانا شاہ (۱۰۸۳ھ) میں کولاس سید محمد طاہر کے
تحت رہا۔ تاریخ سوانح دکن مولفہ مقیم خان ہمدانی سے پتہ چلتا ہے کہ سرکار
کولاس کو سالانہ (۶۵۵۰۰) روپیہ کا محاصل تھا۔ اور پرگنہ حویلی کولاس پرگنہ
رڈلور پرگنہ ساتونی پرگنہ گندھاری اور پرگنہ نارائن کیڑ اس کے تحت تھے۔
عالمگیر کی تاخت و تاراج و فتح و نصرت دکن کے بعد کولاس کا زوال شروع ہوا
اس لئے کہ فوج کی چھاونیاں یہاں سے برخاست ہو گئیں۔ یہ زمانہ ۱۱۰۰ھ
کا ہے۔ اس کے بعد سے قلعہ کے دامن میں شمالی جانب ملکا پور کی آبادی
منقلب ہو کر کولاس سے موسوم ہو گئی۔
۱۱۳۷ھ سے قلعہ کولاس سلطنت آصفیہ کے زیر اثر ہوا اور ۱۱۵۷ھ
میں نواب بسالت جنگ کے زیر تسلط رہا۔ جو نواب آصفجاہ اوّل کے
پانچویں فرزند تھے۔ اور یہ دیوان بھی مقرر ہوئے تھے۔ اس کے بعد ۱۱۷۷ھ
میں راجہ پدم سنگھ کو ان کی اور ان کے باپ اجی چند کے جانثاری کے
صلہ میں قلعہ داری کولاس عطا ہوئی۔ (یہ خاندان بہادر سنگھ سے ہیں۔ جو
اندر کھی علاقہ آلہ آباد کے مشہور زمیندار اور اورنگ زیب کی فوج میں اعلیٰ
خدمات انجام دے چکے ہیں۔)
آصف جاہ ثانی کی ہم رکابی میں راجہ پدم سنگھ ہمیشہ رہ گئے آصفجاہ ثانی

دومرتبہ کولاس کے خوشنما منظر سے لطف اندوز ہوکر شکار کیلئے قلعہ کولاس میں
فرولش ہوئے۔ آخری مرتبہ ۱۱۹۶ھ کا تھا۔ راجہ موصوف فوج آصف جاہی کے
بہادر افسر تھے۔ جن پر بادشاہ کامل بھروسہ رکھتے تھے۔ ان کی جلوس میں
(۶۱) ہاتھی اور (۶۰۰) اونٹ رہتے تھے۔ انکو قصاص کے لینے کا اختیار تھا
اس طرح اپنی ساری عمر اطاعت گذاری میں بسر کرکے ۱۲۲۹ھ میں عمر طبعی
حاصل کرنے کے بعد انتقال کیا۔ ان کے بعد راجہ نرندر سنگھ المخاطب راجہ
پدم سنگھ (فرزند) جانشین ہوئے۔ جو اپنے باپ کے قدم بقدم تھے۔ انکے
زمانہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے معاہدہ کی وجہ سے فوج کی ضرورت باقی نہ رہی
اس لئے محض انتظام ملک کی حد تک فوج رہی۔ راجہ پدم سنگھ کا انتقال
۱۲۵۴ھ میں ہوا۔ اون کے جانشین اون کے فرزند راجہ لچھمن سنگھ ہوئے
ان کے انتقال کے بعد راجہ مین سنگھ برادر خورد قابض ہوئے۔
ان کے زمانے میں کبھی قندہار اور بھیر کور کی لڑائیاں ہوئیں جسمیں یہ فتح مند رہے
۱۲۶۳ھ میں اون کا انتقال ہوا۔ ان کے فرزند دیپ سنگھ گوبند ریہ سند
علاقہ کولاس کی سرفرازی ہوئی۔ ان کا انتقال ۱۲۸۵ھ میں ہوا۔ اور ان
کے فرزند راجہ درجن سنگھ مسند نشین ہوئے۔ یہ زمانہ نواب افضل الدولہ بہادر
کا تھا۔ جن کے بعد نواب میر محبوب علیخان بہادر سریر آرائے حکومت ہوئے
۱۲۸۶ھ میں راجہ درجن سنگھ صرف (۱۶) ماہ کولاس پر حکومت کرکے انتقال
کر گئے۔ اولاد نہ تھی۔ دو نوجوان رانیاں تھیں باہمی مناقشہ کے باعث
کولاس زیر نگرانی سرکار آیا۔ لیکن ۱۲۹۱ھ میں رانی سون کنور بائی کے حق میں
واگذشت ہوا۔ رانی صاحبہ نے ایک لڑکا متبنیٰ کیا جو اجمیر سے لایا گیا تھا۔

ہنوز اوسکی منظوری کی کارروائی ہو رہی تھی کہ ۱۳۲۲ھ میں مالی کا انتقال ہوگیا۔ جس کے بعد کولاس زیر نگرانی سرکار آگیا اور بعد کارروائی تحت قانون پیشگاہ خسروی نواب میر عثمان علیخان شاہ دکن ۱۳۳۴ھ میں سمتاں کولاس شریک خالصہ کرلیا جاکر پسماندوں کو ماہوار مقرر کردگئی ہے اور جو کچھ روپیہ اور زیورات بزمانہ ضبطی خزانہ کولاس سے وصول ہوا تھا۔ وہ بھی ورثاء کو تقسیم کیا جاکر ضبطی کے زمانہ کا محاصل بھی ادا کرنے کا حکم شرف صدور لایا جو خسرو دکن کی فیاضی کی ادنی مثال ہے۔

انگریزی تاریخ میں نظام آباد کا ذکر

۱۶۵۳ء میں ایس۔ جے۔ بی ٹیورنر فرانسی تاجر نظام آباد سے گذرا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک چھوٹی سی ندی ہے جو شاہان مغلیہ اور بادشاہ گولکنڈہ کے درمیان حد فاصل ہے۔ غالباً اوس کا مقصد گوداوری سے ہے۔
۱۶۶۷ء میں موسیو تھیونو فرانسی سیاح یہاں سے گذرا اُس کا بیان ہم ذرا تفصیل کے ساتھ لکھنا ضروری سمجھتے ہیں وہ لکھتا ہے کہ "ہم اندور پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ ایک راجہ کے قبضہ میں ہے۔ جو نہ تو مغلیہ بادشاہت کا مطیع ہے اور نہ گولکنڈہ کے زیر اثر۔ بلکہ لڑائی کا رنگ جدہر کامیاب دیکھتا ہے اُدہر کی ہوجاتا ہے۔ یہاں کا راجہ ہم سے فی گاڑی دو روپیہ ٹیکس طلب کیا لیکن ہم ایک روپیہ ادا کرکے یہاں سے چلدئیے۔ یہاں بسنت پوری پہنچے ایک دیول قلعہ پر واقع ہے اُسے دیکھتے ہوئے آگے بڑھے اس کے بعد

ع بعض مواضع و قصبہ کولاس ضلع ناندیر میں شامل ہوگئے۔ اور بعض مواضعات ضلع ہذا میں رہے

ہم اندو ائی سے چار گھنٹے سفر کے بعد ایک خوشنما پہاڑی پر پہنچے جو تمام روئے زمین پر بہترین اور شاداب نظر آتی تھی ۔" (سیاح غالباً سرنا پلی کے جنگل کا ذکر کر رہا ہے مصنف)

ڈچپلی یا (سیتا نگر)

"ہم جب سیتا نگر پہنچے تو وہاں ایک مستطیل شکل کا مندر دیکھائی دیا۔ جو (۵۴) قدم لمبا (۲۸) قدم چوڑا تیس قدم اونچا۔ یہ عمارت ایسی ہے جیسے تھسر کی عمارتیں۔ اس کی کرسی (۵) فٹ چاروں طرف اونچی ہے موسیو تھنو سیتا نگر کے مفصل حالات اس طرح لکھا ہے کہ "اس پگوڈ کو سیتا نگر کہتے ہیں۔ وہ ایک مستطیل شکل کا مندر ہے (۵۴) قدم لمبا ۲۸ قدم چوڑا۔ تین قدم اونچا یہ اسی قسم کا پتھر ہے جسکی تھسر (THESEP) کی عمارتیں ہیں۔ اس کی کرسی پانچ فٹ چاروں طرف اونچی ہے۔ اور کھدرکھی اور رہا ریا پتیوں سے اس میں اضافہ ہے۔ گلاب کے پھول اور کھنڈرانہ سے اوسے خوبصورت کیا گیا ہے۔ اور اس عمدگی سے تراشا گیا ہے کہ گویا یورپ کے معماروں نے بنایا ہے اس کا اگوٹرد غالباً بیرونی ورانڈہ) نہایت دلکش ہے۔ اس کے ستونوں، کنگروں، دروازے اور محرابوں پر عجب طرح کا نقش و نگار ہے۔ اُس کے اندر کی ساخت ایلورا مندر کی سی ہے۔ ایک اصل مندر ہے اور دوسرا بازو کا مندر ہے۔ تیسرا انتہا پر ایک چوٹی پر عبادت گاہ ہے۔ مجھے اصل مندر اور بازو کے مندر میں کچھ معلوم نہوا صرف اتنا ہی دیکھا کہ اس چار دیواری میں پتھروں کی جھلک نہایت

خوشنما معلوم ہوتی ہے! ور درمیان میں ایک گلاب کا پھول نہایت عمدہ
تراشا ہوا ہے۔
اس مقام پر اوپر پیگوڈون کی طرح دروازہ ہی سے روشنی آتی ہے
البتہ باز دکے مندر کی دیواروں میں روشن وان ہیں۔ جن کا جھکاؤ
بندرگاہوں کے اون سوراخوں کا سا ہے جن میں رکھکر توپیں سر کی
جاتی ہیں۔ سوراخ کے اندر لوہے کا ایک پیچ لگا ہوا ہے جو ایک ٹانگ
کے برابر ہے مجھے کہا گیا کہ یہ لوہا اُن لوگوں کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جو
عبادت گاہ میں زیادہ دنوں کا روزہ رکھکر اس سے لپیٹ دئے جاتے
تھے۔ کنارہ کی عبادت گاہ میں انھیں دیواروں کے پتھروں کے بیچ میں
ایک قربان گاہ بنی ہوئی ہے چٹان کو تراش کر اسکی کئی منزلیں بنائی
ہیں۔ اور خوبصورتی کیلئے اس میں گہرا گلاب کا پھول اور زیبائشی نقش
ونگار سے آراستہ کیا گیا ہے نیچے ہر طرف تین تین ہاتھیوں کے سر ہیں
اسی پتھر کو جو قربان گاہ میں لگا ہوا ہے ایک کرسی مندر کے دیوتا کی
نشست کیلئے بنی ہوئی ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارت تکمیل کو نہ
پہونچی۔ جب میں نیچے آگیا تو مجھے پہاڑی کے دامن میں مشرق کیطرف
اور ایک عمارت دکھائی دی۔ جس کا مجھسے کسی نے ذکر نہیں کیا تھا۔
میں اپنے ملازمین کو لیکر اوس طرف گیا۔ وہاں جاکر اس قدر دیکھا کہ
ایک عمارت کی تعمیر شروع کیگئی ہے جس کی دیواریں اُسی پتھر کی ہیں۔
جس کا یہ پیگوڈ بنا ہے۔ اس کی دہلیز تک بھی پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ جو

عہ یہ اس وقت بھی موجود ہے۔

ڈیڑھ قد آدم لمبا ہے۔ اس عمارت میں بڑے بڑے جگا دھری پتھر لگے ہوئے ہیں۔ میں نے ایک پتھر کو ناپا تو وہ چار قدم لمبا تھا۔ اس عمارت کے پاس ایک تالاب اتنا چوڑا ہے جیسا کہ دریائے سین پیارس کے نیچے بہتا ہے۔ اور اسقدر طویل ہے کہ میں نے ایک بلند مقام پر جاکر دیکھا تو دوسرا کنارہ نظر نہیں آیا۔ اس تالاب کے وسط میں ایک اور تالاب ہے اوسکے چاروں طرف دیواریں بنی ہوی ہیں اور سات آٹھ قدم مربع ہے چونکہ یہ پانی اس مکان کے نیچے بہتا ہے اس لئے وہاں سے اس میں اترنے کیلئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ جب کوئی ڈیڑھ سو قدم اس مکان کے سلسلہ میں سامنے کیطرف تالاب میں جائیں تو وہاں ایک مربع والان آٹھ دس قدم چوڑا ہے۔ اس کا چبوترہ پانی سے ایک فیٹ اونچا ہے یہ والان اور اسکی چھت بھی اس پتھر کی بنی ہوئی ہے جس کا وہ مکان بنا ہوا ہے اُس کے سولہ ستون ہیں ڈیڑھ ڈیڑھ قدم کے بلند اور ہر جانب چار چار ستون ہیں یہ عمارت قدیم یونانی عمارتوں سے ملتی جلتی ہے اس مندر اور محل کو سیتا نگر سے موسوم کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ گوڈ سیتا رام کی بیوی سے منسوب ہے۔
میں نے سُنا ہے کہ ان ہر دو عمارات کی تعمیر راجپوت امیر نے شروع کی تھی مگر اوسکے مرجانے کے باعث ناتمام رہ گئی عہ اس عبارت کو پڑھنے کے بعد جب ڈچپلی کے دیول پر کھڑے ہوکر غور کریں سیاح مذکور کے اُن بیانات کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ کیونکہ تمام علامات طول و عرض میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ مقام اسٹیشن ڈچپلی سے ۳ میل اور نظام آباد

عہ دیکھو جلد دوم تاریخ سلسلہ آصفیہ۔

سے ۱۱ میل ہے۔ جہاں موٹر سہولت سے پہنچ سکتی ہے اس دیول کو آثار قدیمہ
کے محکمہ نے اپنی تحویل میں دے لیا ہے۔

۱۹۴۳ء میں ایک کنبی کے مکان کی کھدوائی کے موقع پر ایک
تراشیدہ پتھر کی کمان برآمد ہوئی۔ جس سے سیاح مذکور کے خیال کی تائید
ہوتی ہے کہ عمارت تیار ہوتے ہوتے رہ گئی ہے۔

اسی عمارت کے جانب مشرق شمال تقریباً دو فرلانگ پر جھاڑوں
کے جھنڈ میں قدیم آبادی کے آثار موجود ہیں۔ سیتا نگر ایک راجپوت کی
جانب منسوب کیا جاتا ہے یہ خیال بھی غلط نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ کولاس
پر راجپوتوں کی حکومت رہی ہے۔ پرگنہ گندھاری کولاس کے تحت تھا
جو دیچلی سے قریب ہے۔ ظاہر ہے کہ [illegible] پرگنہ گندھاری کے تحت
رہا ہوگا۔ اس عمارت کو چودھویں صدی [illegible] دینے میں تامل ہوتا ہے
کیونکہ دکن کے کسی دیول سے اس کی مشابہت نہیں ملتی۔

اس موقع پر ہم قلعہ نظام آباد کو بھی پیش کرینگے کہ اس کی تعمیر بھی
پندرہ سولہ صدی عیسوی سے پرے نہیں معلوم ہوئی۔ کیونکہ اس عمارت
کا صدر ہال جہاں مورتی پوجا ہوتی تھی ہے یا یہ کہ وہ راجہ کا دربار ہال تھا۔
بالکل مسلمانوں کی ذہنیت تعمیر کا نقش ہے کہ اس قدر روشن ہوا دار عمارت
کا تخیل پہلے نہ تھا۔ اور نہ ہندو ماہر فن اس قسم کی تعمیر کے عادی تھے۔

؎ کہا جاتا ہے کہ رگھوناتھ جی نے اس عمارت کو دیول کیلئے تعمیر کروایا تھا
چنانچہ اس عمارت کے دامن میں جو تالاب ہے وہ رگھوناتھ تالاب کے نام سے
موسوم ہے جس میں ایک سمادھ بھی ہے افسوس کہ اس عمارت کی تعمیر کی تاریخ نہ ملکی

پس قلعہ نظام آباد کی تعمیر کو پندرہ سولہ صدی عیسوی سے آگے نہیں بڑھایا جا سکتا بحالت موجودہ اس عمارت سے جیل خانہ کا کام لیا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی اصلی حالت پر قائم ہے۔ اور اس کی صورت مسخ نہیں ہوئی بلکہ کچھ اور خوبصورتی ہی پیدا ہو گئی ہے۔ (مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو باب عمارات عامہ)

اس قلعہ کے متعلق مورخ حالات نظام آباد نے لکھا ہے "کہ رگھوناتھ داس نے رام لکشمن اور شیو کے نام وقف کیا تھا۔ جس کے بعد قلعہ بنا" لیکن یہ پتہ نہ چلا کہ داس موصوف کون تھے۔

مستقر نظام آباد کی قدیم آبادی کو اگر بنگاہ تجسس تلاش کرے۔ تو وہ کوٹ[1] کا مقام ہو گا۔ یا قدیم ترین عمارت "شمبو گڑھی" کا مندر جو نئی مارکٹ برکت پورہ کے قریب واقع ہے اور جس کا حصار نرساگوڑ صاحب نے ۱۳۴۰ف میں تعمیر کروایا۔

موجودہ نتیجہ تحقیق

مستقر نظام آباد کو کسی طرح بڑا راج نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب چالوکیہ خاندان کی سلطنت تلنگانہ میں آئی جس کے راجہ گنتی و یادونبی خود مختار تھے۔ اس وقت ممکن ہے نظام آباد ایک چھوٹی سی راجدھانی ہو۔ لیکن اس کے حدود اراضی کو بہت ہی مختصر کہنا پڑے گا۔

---

[1] کوٹ۔ نظام آباد کا ایک محلہ جو قدیم آبادی کے جنوب مشرق میں ہے۔

کیونکہ قریب ہی میں بودھن ایک پایہ تخت تھا۔ اس کے علاوہ ہم دیکھتے
ہیں ایک طرف سرکار کولاس اور دوسری طرف سرکار ناندیڑ اور تیسری طرف
سرکار نرمل رہا۔ کسی وقت بھی اندور کو بجز پرگنہ کے سرکار کا لقب نہ مل سکا۔
ان تمام امور کے علاوہ بجز سنہ ۱۳۱۰ء میں ایک معمولی واقعہ کے کہ ملک کافور نے
اندور کے راجہ سے لڑکر فتح پائی۔ جس کا داخلہ تاریخ فرشتہ سے ملتا ہے
اور کوئی واقعات نہ مل سکے۔ اور نہ یہاں کی کسی مہم کا پتہ تواریخ سے چلتا ہے
حالانکہ بودھن و نرمل و بالکنڈہ اور کولاس کے واقعات تواریخ میں درج ہیں۔
یہاں تک کہ موضع گنڈیرہ (جو مستقر نظام آباد سے (۳) کوس کے فاصلے
پر ہے) بمقابلہ زمیندار سرناپلی جنگ کا مقام رہا ہے۔ اس زمانہ میں نظام آباد
کے قلعہ دیول کی مورتیاں سرناپلی میں منتقل کی گئیں۔ اور وہاں سے اندلوائی
کے دیول میں۔ جہاں ابتک موجود ہیں؏

ان تمام امور کے مدنظر اندور کے متعلق ہماری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ
پانسو سال سے زائد یہ کوئی تاریخی مقام نہیں رہا۔ البتہ اس کے بعض ملحقہ
مواضعات کی تاریخ سے اس پر کافی روشنی پڑ سکتی ہے جس کا ذکر اوپر
کردیا گیا ہے۔ اگر کوئی مقام قدیم تاریخ کا اس ضلع میں نظر آتا ہے تو وہ مستقر
بودھن ہے۔ اس کے بعد بالکنڈہ و کولاس اور اس کے بعد ساتونی اور بھیگل
تحقیقات محکمہ آثار قدیمہ کے تحت سلطنت راشٹر کوٹ کا پایۂ تخت
اندور (نظام آباد) کو قرار دینے میں بھی ہم کو تامل ہوتا ہے۔ کیونکہ ملکھیڑ
سے پایۂ تخت اٹھانے کے بعد اگر اندور کو پایۂ تخت بنایا جاتا تو بلاشبہ

؏ بیانات دریافت انعام سرناپلی مشمولہ مثل انعام

ایک ہزار سال قبل کی عمارتیں اُس کی شہادت میں یہاں موجود ہوتیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں) اس بیان کا کوئی مادی ثبوت ہمکو نہیں مل رہا ہے البتہ بودھن کو ہم اندر سوم کا پایہ تخت قرادیں اور اندور کو اسی راجہ کے زمانہ کی آبادی تصور کرکے اُسکا نام اندر سوم کے نام پر اندرا پورا کیا ہوا سمجھیں تو حق بجانب ہوگا۔ جس کی تصدیق کتبات متذکرہ سے ہوسکتی ہے ورنہ کوئی معنے نہیں کہ بودھن کی ترقی کا ذکر تو کتبات میں ہو اور اندور کا نام نہ آئے۔ اس قدر تحقیق کے بعد اب ہم آیندہ محققین کیلئے نتیجہ کو حالت منتظرہ میں چھوڑ دیتے ہیں (اس حد تک مسودہ اُس وقت کا ہے۔ جبکہ بودھن کو ضلع نظام آباد کا ایک بدترین تعلقہ قرار دیا گیا تھا۔ اور کہا جاتا تھا کہ بودھن جائے بودن غیبت" لیکن عہد عثمانی کے زرین کارناموں نے ہم کو بحیثیت مورخ یہ لکھتے ہوئے مسرت ہوتی ہے۔ کہ بودھن کی قسمت نے پھر پلٹا کھایا۔ اور وہ اپنی قدیم تاریخ کی جانب پھر ایک مرتبہ لوٹایا جارہا ہے یہاں پر کارخانہ شکرسازی کا قیام اور ریل کی آمد اس کو معراج ترقی پر پہنچانیکا پیش خیمہ ہے۔ مستقبل قریب میں سابقہ ضرب المثل میں لفظ "غیبت" کی جگہ "ہست" لے لیگا۔ کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے کیونکہ وہی زندہ لبستیوں کو مردہ اور مردہ شہروں کو زندہ کرتا ہے"

آرمور

آرمور کی آبادی سنہ ۱۱ھ سے پہلے کی نہیں معلوم ہوتی سنہ ۱۲ھ میں راؤ شنکر نائک قصبہ آرمور کا ایک متوطن متمول تاجر تھا۔ جس کی متعدد

دکانات حیدرآباد۔ اورنگ آباد وغیرہ میں تعین وصولسہ نے اس کو خدمت خزانہ داری نرمل عطا کی تھی۔ ۱۲۰۳ھ میں جب اس کا انتقال ہوا تو اس کا لڑکا راجہ شنکر نائک شائی نے اپنی آبائی خدمت کا جائزہ لیا۔ جو آرمو ہی میں سکونت پذیر تھا۔ اور یہیں سے فرائض خدمت انجام دیتا تھا۔
غالباً ۱۲۰۰ھ میں آرمور کے پہاڑ پر قلعہ کی تعمیر ہوئی اور دیول بنائی گئی گوبند پیٹھ کی گڑھی شنکر نائک ہی نے اپنے باپ کے نام سے موضع کو آباد کر کے بنوائی تھی۔ جس کا نام پہلے موضع امراوتھا۔ نرمل سے آمدورفت کے موقع پر یہ اس مقام پر قیام کرتا تھا۔ اور اسی طرح پیرکرکا کو آباد کر کے سومواراپیٹھ اپنی والدہ کے نام سے موسوم کیا۔
یہاں پر کھتری قوم آباد ہے۔ یہ لوگ سفید فام خوبصورت ہوتے ہیں ۱۳۲۳ف میں مولف نے ان کے حسن و جمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ مرد عموماً دن بھر کپڑوں کے ماگھ پر رہتے ہیں اور شام کو بکثرت نشہ کے عادی ہیں۔ اسی طرح عورتیں بھی۔ اس نشہ بازی کا نتیجہ ہمیشہ زناکاری ہی ہوتا ہے اسی لئے یہاں پر بکثرت عورتوں کی بے عصمتی کا شہرہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیس پچیس سال کے عرصہ ہی میں نسل مخلوط ہو گئی۔ اور ہوتی جارہی ہے۔ رنگ اور اعضاء میں تغیرات پیدا ہو چکے ہیں تیزی سے صورتیں مسخ ہو رہی ہیں۔
یہ لوگ سب کے سب ریشمی کپڑوں کی صنعت اور تجارت کرتے ہیں ان میں سے اکثر متمول و سرمایہ دار ہیں۔ زبان کھتری بولتے ہیں کھتری زبان گجراتی زبان سے نکلی ہے۔ اس لحاظ سے اس قوم کو گجراتی قوم کی

شاخ قرار دیا جا سکتا ہے۔ ان کے عادات و اطوار صورت شکل رنگ و قوائے جسمانی۔ اور زبان اُن کے گجراتی ہونے کا ثبوت ہیں۔

اس مقام پر اس نسل کی آمد غالباً راجہ شنکر نائک کے زمانہ میں ہوئی ہے جبکہ وہ اپنی تجارتی منڈیاں حیدرآباد اورنگ آباد مرکزی مقامات پر رکھتے تھے تو تجارت ریشمی پارچہ کے لئے اس قوم کو یہاں لانا قرین قیاس ہے۔ اور یہ زمانہ ۱۱۰۰ھ کا ہوگا۔ اس کے بعد اس قوم نے یہاں پر مستقل سکونت اختیار کرلی۔ اور اپنے پیشہ کو جاری رکھا۔ مستقر آرمور پر ان کی آبادی تقریباً تین ہزار ہے۔ ۱۲۰۳ھ میں زمینداری پرگنہ اندور انتمانے بغاوت کی اور گماشتدار کا سر کاٹ کر اس کے ساتھیوں کو مار ڈالا۔ راجہ شنکر نائک نے ...... اس بغاوت کو فرد کرنے کے لئے آرمور سے کوچ کرکے موضع رامڑگ کا محاصرہ کیا۔ اسوقت نائک کے ہمراہ (۵) ہزار فوج تھی۔ گڑھی رامڑگ کو نیست و نابود کر دیا۔ اور یہاں سے نکلکر سرناپلی پہونچا (جہاں زمینداری رہتی تھی) اور ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد اس کو فتح کرکے آرمور واپس ہوا۔ چونکہ زمیندار روپوش ہوچکی تھی۔ اس لئے اس کو گرفتار نہ کرسکا[1]

اسی زمانہ میں نظام آباد کے قلعہ کی مورتیاں سرناپلی میں منتقل ہوئیں اور وہاں سے اندلوائی کی دیول میں قائم کی گئیں۔

مستقر آرمور کی جدید آبادی و ہفتہ وار بازار آغا شیخ علی رضا صاحب دوم تعلقدار کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جسکا سنگ بنیاد مرزا محمد بیگ صاحب کے زمانہ میں رکھا گیا۔ تعلقہ آرمور میں آمنہ پور کی جدید آبادی بیگم سر اکبر حیدری

---

[1] ۔ تاریخ نرمل

مقابل صفحہ ۳۰

کے نام سے آذر سنہ ۱۳۲۳ ف میں موسوم ہوئی۔ یہ ایک بے چراغ موضع سیتارام پیٹھ سے موسوم تھا۔ جس کو نمونہ کا موضع بنایا گیا جو آغا صاحب شخ کی حسن کارگذاری کا رہین منت ہے۔

کاماریڈی

اس تعلقہ کا نام اڈلور تھا۔ دفاتر تحصیل حدود موضع کاماریڈی میں واقع ہوئے تھے۔ اور ریلوے اسٹیشن بھی اسی حدود میں قائم ہونے والا تھا اس لئے مسٹر ڈنلاپ نے بحیثیت ناظم بندوبست تحریک کی کہ کاماریڈی کو مستقر تعلقہ قرار دیا جائے جو سنہ ۱۳۰۵ ف میں منظور ہوئی۔ محمد فصیح الدین احمد المخاطب فصیح جنگ مرحوم سنہ ۱۳۰۵ ف سے سنہ ۱۳۱۰ ف تک اس ضلع میں بحیثیت ڈپوٹیشن افسر بانسواڑہ و نظام آباد و کاماریڈی کارگذار رہے۔ آپ ہی کے زمانہ میں کاماریڈی کی جدید آبادی قائم ہوئی۔ نواب سعادت جنگ مرحوم بھی سنہ ۱۳۱۱ ف میں اس ڈویژن پر رہے۔ اور سنہ ۱۳۲۰ ف میں نواب عقیل جنگ بہادر نائب صدر اعظم باب حکومت یہاں پر دوم تعلقدار رہ چکے ہیں۔

مولوی علی الدین احمد صاحب ناظم امور مذہبی کا بھی ابتدائی تقرر اسی ڈویژن پر ہوا تھا۔ سنہ ۱۳۲۴ ف میں مستقر ڈویژن برخاست ہو کر مستقر نظام آباد قرار پایا آغا شیخ علی رضا صاحب دوم تعلقدار کے زمانہ میں مستقر کاماریڈی کی جدید ترقی کا خاکہ ڈالا گیا۔ جس کی تکمیل انتہائی خوش اسلوبی سے محمد فرحت اللہ صاحب دوم تعلقدار نے اپنی جدید اسکیموں کے ساتھ کی۔ و نیز ثانی الذکر نے قصبات خصوصاً بھکنور کی اصلاح کی جانب خاص توجہ کی فی زمانہ یہاں کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے سرسلہ سڑک کی وجہ یہ ایک تجارتی مقام ہو رہا ہے۔ اس لئے یہاں پر ایک

گنج کی بنیاد بھی محمد عزت اللہ صاحب نے ۱۳۴۵ف میں ڈالی تھی۔
مقامی اعتبار سے یہ کوئی تاریخی مقام نہیں ہے البتہ یہاں کی آب و ہوا
بمقابلہ دیگر تعلقات بہتر سمجھی جاتی ہے۔

بانسواڑہ

اس کی کوئی تاریخی اہمیت اس وقت تک تو میری تحقیق میں نہیں آئی
جبکہ ۱۲۰۵ھ میں دوم کندہ کا سمستان قائم ہوا۔ اس وقت تک بانسواڑہ
کی کوئی اہمیت معلوم نہیں ہوتی۔ سرکار کولاس کے تحت پرگنہ ڈرکی تھا۔
اسی کی عرفیت بانسواڑہ تھی۔ دریافت انعام میں دعویدار کے وکیل نے
بیان کیا ہے کہ ۱۲۱۸ف میں تعلقہ بانسواڑہ اس علاقہ کے تفویض تھا
۱۲۷۶ھ کے ایک قولنامہ کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ راجہ
راگھوینڈراؤ۔ و راجہ امابیت راؤ نے درخواست کی ہے کہ طرف ڈرکی
عرف بانسواڑہ پانچسالہ تعہد کے لئے انکو دیا جائے۔ اسی بنا پر وہ
اُن کے تفویض کیا گیا۔ غالباً اسی زمانہ میں اس خاندان نے اس کو آباد
کیا اور ڈرکی و بانسواڑہ دو علحدہ مقام ہوگئے۔

۱۲۸۳ھ تک بانسواڑہ بعنوان تعلقہ بانسواڑہ بطریق سربستہ
سومیشر راؤ فرزند امابیت راؤ کے قبضہ میں رہا۔ اور ۱۲۸۴ھ کے اوائل
میں شریک خالصہ کرلیا گیا۔ (ملاحظہ ہو مراسلہ ۱۶۵ مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۲۸۴ھ)
موجودہ بانسواڑہ ۱۳۱۴ف تک اپنی تعلقہ کی نوعیت پر قائم رہا۔ اس
کے بعد تحصیل و ڈیویژن کا دفتر برخاست کردیا گیا۔ ۱۳۲۳ف میں پھر

متعلق صفحہ ۲۳

متعلق صفحہ ۳۳

ناڈل جمنانڈلو ساہو بالسوارہ
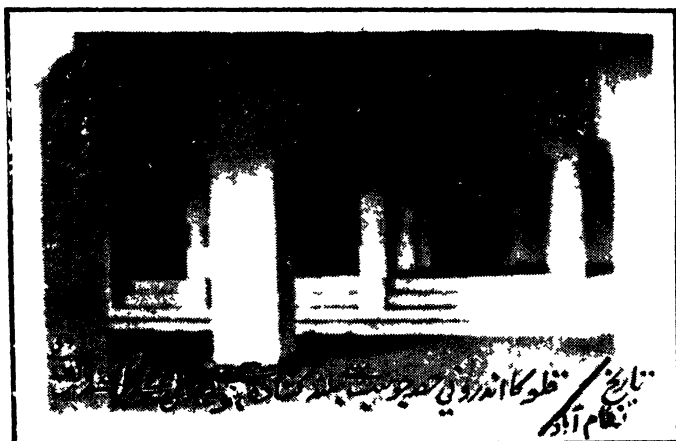
اس کو تعلقہ قرار دیا گیا ہے ۔

بانسواڑہ ضلع نظام آباد میں اپنے شر و فساد کی بناء پر مشہور تھا ۔ جبکہ یہاں کا راستہ انتہائی دشوار گذار تھا ۔ نہر نظام ساگر کی وجہ اب پرسکون فضا ہو گئی ہے ۔ بانسواڑہ کے مشاہیر محمد عرب ۔ نارلہ ہنمانڈلو مانک جٹی و نارائن ریڈی و پہل ریڈی ہیں ۔ یہ سب ساہوکاری و تجارت و زراعت کرتے ہیں مسٹر نارلہ ہنمانڈلو دس سال سے بانسواڑہ کے مخیر ساہوکاروں میں شمار کئے جاتے ہیں اور فی زمانہ عہدہ داران سرکار ان کو اچھی نظر سے دیکھتے ہیں

بورلم

یہ کوئی تاریخی مقام نہیں ہے ۱۳۳۵ ف میں نہر نظام ساگر کے سلسلہ تعمیر کی وجہ اس کو دفتر نہر کا مستقر قرار دیا گیا تھا ۔ اور عارضی مکانات بنا دئے گئے ۔ جب بانسواڑہ تحصیل کا قیام عمل میں آیا تو عارضی طور پر انہیں مکانات میں دفاتر کو و نیز عہدہ داران و عملہ کو جگہ ملی ۔ چونکہ منظر دلفزا تھا اور پہاڑ پر اکزکٹو انجنیر کیلئے ایک بنگلہ بنا دیا گیا تھا ۔ اسی کو انسپکشن بنگلہ قرار دیا گیا ۔

بورلم انتہائی نشیب میں واقع ہے جس کی وجہ اس موضع کی آبادی سخت پریشان تھی ۔ احمد محی الدین صاحب رضوی دوم تعلقدار نے انتہائی کوشش سے اس کی اصلاح کی ۔ و نیز رضوی صاحب موصوف نے تعلقہ بانسواڑہ و بودھن میں اپنی انتہائی دلچسپیوں ۔ اور عملی کارگذاریوں سے رعایا میں ہر دلعزیزی حاصل کر لی تھی جس کی یاد آج تک دلوں کی گہرائی

میں موجود ہے۔ ۱۳۴۷ف میں ڈیویژن کا مستقر بودرلم سے برخاست ہوکر بودہن قرار دیا گیا۔

شجرہ فرمانروایان سلطنت آصفیہ

(۱) نواب نظام الملک آصفجاہ اول ۱۷۲۴ء تا ۱۷۴۸ء
(۲) نواب ناصر جنگ بہادر ۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۱ء
(۳) نواب مظفر جنگ بہادر ۱۷۵۱ء
(۴) نواب صلابت جنگ بہادر ۱۷۵۱ء تا ۱۷۶۱ء
(۵) نواب میر نظام علیخان بہادر آصف جاہ ثانی ۱۷۶۱ء تا ۱۸۰۳ء
(۶) نواب سکندر جاہ بہادر آصفجاہ ثالث ۱۸۰۳ء تا ۱۸۲۹ء
(۷) نواب ناصر الدولہ بہادر آصفجاہ رابع ۱۸۲۹ء تا ۱۸۵۷ء
(۸) نواب افضل الدولہ بہادر آصف خامس ۱۸۵۷ء تا ۱۸۶۹ء
(۹) نواب میر محبوب علیخان بہادر آصف سادس ۱۸۶۹ء تا ۱۹۱۱ء
(۱۰) اعلیٰحضرت ہزمجسٹی جلالت الملک میر عثمان علیخان بہادر آصف سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ، سریرآرائے سلطنت آصفی فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

باب (۳)

بندوبست ۔ تقسیم ۔ ضلعبندی

قدیم بندوبست دکن میں ملک عنبر نے ۱۰۲۰ھ میں راجہ تو ڈرمل کے اصول انتظام مالگزاری کو پسندیدہ نظر سے دیکھکر رواج دیا ۔ اس طرح کہ اراضی کو رسی یا چھڑی سے ناپ لیتے اور حصہ سرکار لبحاظ پیداوار غلہ یا نقدی کی صورت میں وصول کیا جاتا تھا ۔ جو عموماً دوخمس (یعنی ۲/۵) کی قیمت کل قیمت پیداوار سے کاشتکاروں کو داخل سرکار کرنی پڑتی تھی اور کاشتکاروں کی ملکیت اراضی تقسیم کیجا کر ان کو اس کے انتقال کا حق بخشا گیا تھا ۔ چنانچہ اورنگ آباد میں بعض معابد کے کتبات پر اراضی کی مقدار بگز ملک عنبر سے اس کا پتہ ملتا ہے ۔ لیکن بعض مورخین کا خیال ہے کہ دکن میں تشخیص جمع مالگزاری مرشد قلی خاں کے زمانہ میں ہوئی یعنی ۱۰۶۲ھ میں ۔ چنانچہ مسٹر گرنٹ ڈف نے لکھا ہے کہ سنہ فصلی کا حساب ۱۵۵۷ عیسوی سے دکن میں رائج ہوا اسی زمانہ میں بیگہ ۔ اور بسوا کے الفاظ یہاں ملتے ہیں ۔ بہرحال فردوس اشیان یعنی شاہجہاں کے زمانہ میں اراضی کی پیمایش و تشخیص ہو کر ہر موضع کی جمع کامل قرار پائی تھی ۔ لیکن عموماً نقد رقم کے وصول کا طریقہ مسدود ہو چکا تھا ۔ بجز اس کے دیسگھ و دیسپانڈیہ سے ایک سربستہ رقم وصول کر لی جایا کرتی تھی ۔ ف

ف ۔ رپورٹ ناظم بندوبست علاقہ سرکار عالی مرتبہ ۱۲۹۳ھ تعلقہ پٹن ضلع اورنگ آباد مرتبہ سید مہدی علی صاحب مرحوم و مراۃ العوائین بابتہ ۱۲۸۶ھ ف

تقسیم یا ضلعبندی ایک سو یا کم و بیش مواضع کے ایک حلقہ کو پرگنہ کہا جاتا اور دس پرگنے "ایک سرکار" کے تحت رہا کرتے تھے۔ جس کے لئے دیسکھ دیسپانڈیہ مقرر ہوتے زر مالگزاری داخل سرکار کرنے کی ذمہ داری دیسکھ و دیسپانڈیہ کی ذات پر رہتی۔ اور اس خدمت کے صلہ میں رقم وصول شدہ پر فیصدی پانچ روپیہ دیسکھ کو۔ اور دیسپانڈیہ کو دو روپیہ آٹھ آنہ حق الخدمت ایصال ہوا کرتا تھا۔ بعض اوقات سرکار ایک سربستہ رقم مقرر کر دیتی۔

سنہ ۱۰۴۷ھ میں پرگنہ اندور (جو پہلے علاقہ قصر فتحاس کا تھا۔) سرکار نے دیسکھ رگھوپت چینا ریڈی (جد اعلیٰ زمیندار سرنا پلی) کو اجارہ پر دیا۔ اور حق خدمت کے لئے (۲۹) مواضعات سے انکو انعام بھی مقرر کیا*۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ پرگنہ کو شریک خالصہ کر لیا گیا۔ چنانچہ ۱۱۶۸ھ کے ایک قولنامہ عطیہ شاہ نواز خان سے پتہ چلتا ہے کہ چند مواضعات کو بطور بالمقطعہ بعوض ۲۲۵۰۰ عـــہ جسکی جمع کامل ۵۶۲۶ للو سالانہ تھی چیلم راجنا ولد چیلم لنگا ریڈی کو مستقل طور پر کے دیدئے گئے جو آج تک اس خاندان میں بحال ہیں*۔ بالعموم ۱۲۷۵ ف تک سعایار سے بجائے نقدی کے اجارہ دار یعنی دیسکھ وغیرہ غلہ لیا کرتے اور سرکار بھی بعض اوقات غلہ وصول کرتی البتہ نقد محاصل غیر آباد مواضع سے بصورت بن مقررہ داخل سرکار کرا لیا جاتا۔ یا امانی کا تعہد دیدیا جاتا۔ جس کا منتظم امانی دار۔ یا تعلقدار کہلاتا تھا۔ اس کا فرض یہ ہوتا کہ جس قدر رقم وصول ہو اُس کو تعلقدار کے پاس جمع کرا دے۔ تنخواہ امانی دار و عملہ تعلقدار کے پاس سے ملا کرتی تھی۔ یا سرکار سے۔ جب تعلقدار ماہوار دیتا تو

---

* ملاحظہ ہو سند مورخہ ۶ محرم ۱۰۴۷ھ دریافت انعام معاش سرناپلی۔

دوآبہ حق خدمت سرکار سے تعلقدار کو دیا جاتا - اور جب سرکار راہوار دیتی تو
تعلقدار کو حق الخدمت تین پائی ملتے ایک اور طریقہ تعہد سربستہ کا تھا - جس
میں ایک میعاد معین کے لئے چند مواضع یا پرگنات رقم مقرر کرکے دیدئے
جاتے اور رقم سربستہ دار سے وصول کرلی جاتی - اسکے علاوہ ایک اور بھی
طریقہ تعہد بالمقطعہ کا تھا - جو بڑی بڑی زمینداریاں یا چھوٹی چھوٹی راج
دھانیاں قیام سلطنت کے پہلے سے قائم تھیں - جن سے حکومت خراج
لیا کرتی تھی - اُن کو اُن کا علاقہ ایک مقررہ رقم پیشکش کے معاوضہ پر بحال
رکھا جاتا - جس کو سمستان سے موسوم کرتے تھے - (جو آجتک بھی رائج ہے)
اسی اصول کے تحت ۱۲۸۳ھ م ۱۲۷۳ف تک یہ ضلع سرکار ناندیڑ صوبہ
بیدر کے تحت رہا -

ضلع بندی اوّل

نواب مختار الملک اوّل وزیر اعظم سلطنت آصفیہ کو جب تنظیم مملکت کا خیال
پیدا ہوا تو سب سے پہلے ضلعبندی کی ضرورت محسوس ہوئی - ۱۲۷۶ف میں
جب ملک دکن کو پانچ صوبوں[۱] میں تقسیم کیا گیا یعنی پانچ سمت (صوبہ) قرار
دئے گئے تو اندور ضلع مقرر کیا جا کر حسب سابق صوبہ بیدر کے تحت رکھا گیا -
اور حسب ذیل تعلقات قائم کئے گئے ہے
اندور (نظام آباد) [۱] آرمور [۲] نرمل [۳] - ادلہ [۴] (نرساپور) بانسواڑہ [۵] - اڈلور (کاماریڈی) [۶]
بیچکندہ [۷] (بودھن) بلوتی [۸] - یلاریڈی [۹] - ایدلاآباد [۱۰] (عادل آباد) سرپور تانڈور [۱۱] (سرپور
تانڈور و ایدلاآباد ۱۲۸۰ف میں عملداری کے تفویض کئے گئے) ان تعلقات

---

(۱) اسوقت ایک صوبہ برار بھی تھا -

میں قدیم طریقہ وصول اجناس کو قطعاً موقوف کیا جاکر زرنقد میں محاصل مالگزاری کے وصولی کا عمل جاری ہوا۔ سنہ ۱۲۸۰ ف میں یہ ضلع (۹) تعلقات پر مشتمل تھا۔ اور جدید طریقہ وصول مالگزاری کے تحت اقساط مقررہ پر پہلی مرتبہ تمام ضلع کی رقم مالگزاری سنہ ۱۲۸۱ ف میں بہ زمانہ مسٹر سواجی راؤ تعلقدار وصول ہوئی (ملاحظہ ہو رپورٹ سنہ ۱۲۸۱ ف)

سنہ ۱۳۰ ف میں اس ضلع کے تحت دس تعلقہ بشمول مدہول تھے۔ اور تین علاقہ پائیگاہ جاگیرات مشتنے کے تھے۔

سنہ ۱۳۰ ف میں تعلقہ بولی کے بجائے تعلقہ مدھول شریک ضلع رہا اس طرح دس تعلقات کا یہ ضلع تھا۔ جس میں (۱۳۰۷) مواضعات تھے جکی تفصیل حسب ذیل ہے

نام تعلقات	اندور	نرمل	بانسواڑہ	نرساپور	مدہول	کاماریڈی	
تعداد مواضعات تحت تعلقہ	۱۱۲	۱۷۷	۱۷۶	۱۵۶	۱۲۷	۱۰۰	
نام تعلقات	آرمور	یلاریڈی	بودہن	پٹی بمگل	یلغرب جاگیر مشتنے	کوٹ گیر جاگیر مشتنے	گندھاری جاگیر مشتنے
تعداد مواضعات تحت تعلقہ	۶۹	۸۹	۸۳	۷۹	۵۰	۴۵	۲۴

ضلع بندی دوم

ضلع بندی اول کے بعد دوسرا دور سنہ ۱۳۱۴ ف میں شروع ہوتا ہے جسمیں بجائے (۹) تعلقات کے صرف (۵) تعلقہ۔ نظام آباد۔ آرمور۔ بودہن۔ یلاریڈی

ف۔ یلغرب۔ کوٹ گیر۔ گندھاری۔

کاماریڈی بحال رکھے جاکر باقی خارج کردیے گئے و نیز صوبہ بیدر سے اس ضلع کا
تعلق منقطع کرکے صوبہ گلشن آباد (میدک) میں اس کو شامل کیا گیا۔ ۱۳۳۱ف
میں بوجہ تخفیف صوبہ داریاں اس ضلع کا تعلق راست معتمدی مالگزاری سے
بجز سررشتہ مال رکھا گیا۔ اور باقی عام سررشتوں کا تعلق سمت میدک سے رہا
۱۳۳۳ف میں بوجہ قیام دو (ف۲) اسمات اس ضلع کو سمت تلنگانہ میں شریک
کردیا گیا۔ جس کا مستقر ورنگل تھا۔ ۱۳۳۷ف میں حسب سابق پھر چار صوبہ داریاں
قائم ہوگئیں۔ لیکن ضلع نظام آباد صوبہ ورنگل کے تحت ہی رہا۔ (یہ تعلق صرف
سررشتہ مال کی حد تک تھا) ۱۳۴۰ف میں نظام ساگر کی تعمیر کے بعد اُسکے
تحتی زمینات کا انتظام کرنے اور اُن خاص مراعات کو عطا کرنے جو اس
منبع آب سے استفادہ کیلئے مقرر ہوئے تھے ایک مخصوص ضلع نظام ساگر کے نام سے موسوم
کیا گیا۔ اور مرزا احمد بیگ صاحب کا تقرر بہ عطائے اختیارات تعلقداری
اُسپر کیا گیا کیونکہ صاحب موصوف بحیثیت اسپیشل آفسر معاوضہ اور نہایت جفاکشی سے
قواعد نظام ساگر کام انجام دے رہے تھے۔ اس لئے نظام ساگر کو کامیاب
بنانے کے لئے صاحب موصوف کو ہی موزوں سمجھا گیا ضلع نظام ساگر کے تحت
ایک تعلقہ بودہن تفویض کیا جاکر ایک جدید ڈیویژن بورلم کی منظوری دیگئی

ف۱۔ بوقت ضلع بندی اول شمول و خروج دیہات کے ساتھ بچکندہ کے بجائے
بودہن اور اڈلور کے بجائے کاماریڈی کو مستقر تعلقہ قرار دیا گیا ہے۔

ف۲۔ صوبہ داریوں کے تخفیف کے بعد جب کام نہ چل سکا تو دو اسمات مقرر کئے
گئے ایک ورنگل جس کو سمت تلنگانہ اور دوسرا مرہٹواڑی جس کا مستقر اورنگ آباد
قرار دیا گیا۔ اس پر نظما مال کارگذار تھے۔

یکسالہ زندگی کے بعد یہ ضلع شکست کردیا گیا اور یکم آذر سنہ ۱۳۲۱ف سے ضلع نظام آباد میں شامل ہوگیا۔ سنہ ۱۳۴۲ف نہر نظام ساگر کی وجہ از دیاد کار کے باعث جدید تقسیم کی ضرورت داعی ہوئی۔ اس لئے تعلقہ یلاریڈی کو بعد شمول و خروج دیہات ضلع میدک میں شریک کردیا گیا۔ اور تعلقہ یلاریڈی کے بعض مواضعات و بودھن کے بعض مواضعات سے ایک جدید تعلقہ بانسواڑہ قائم ہوا۔ تاکہ حسب سابق (۵) تعلقات اس ضلع میں رہیں چنانچہ یہ انتظام اس وقت تک باقی ہے۔

بندوبست

پہلا بندوبست ضلع ہذا میں سب سے پہلے بودھن و بانسواڑہ کا بندوبست سنہ ۱۲۹۵ف میں ختم ہوا۔ اور پندرہ سالہ میعاد کا اعلان کیا گیا۔ کاماریڈی کے پیمائش کا آغاز سنہ ۱۲۹۶ف میں اور ختم سنہ ۱۲۹۸ف۔ یلاریڈی سنہ ۱۲۹۲ف آغاز ختم سنہ ۱۲۹۹ف میعاد پندرہ سالہ کا اعلان سنہ ۱۳۰۳ف میں ہوا۔

نظام آباد کا بندوبست سنہ ۱۲۹۵ف میں اور اختتام سنہ ۱۳۰۱ف میں آرمور کا بندوبست سنہ ۹۵ف اور اختتام سنہ ۱۲۹۹ف میں بھیگل کا بندوبست سنہ ۹۷ف اور اختتام سنہ ۹۷ف میں تنقیح بندوبست ہر سہ تعلقات سنہ ۱۳۰۶ف میں ہوئی۔ جس کی میعاد سات سالہ مقرر کی گئی۔

دوسرا بندوبست۔ ڈیویژن کا کام سب سے پہلے آرمور میں سنہ ۱۳۲۷ف اور بودھن و کاماریڈی سنہ ۱۳۲۸ف نظام آباد سنہ ۱۳۲۹ف میں شروع ہوا۔

نقشہ ما بعد سے بندوبست اولیٰ کے نتائج ظاہر ہونگے

حقیقت ہے جسکے لئے میری تالیف تلنگیہ کنبی موجود ہے یہاں تفصیل کی گنجائش ہے اور نہ ضرورت ۔

ڈویژن و تعلقے

۱۲۷۵ ف نظام آباد میں مالگزاری کے تحت حسب ذیل ڈویژن تھے بانسواڑہ نرمل ۔ نظام آباد ۔ اس کے بعد کے تغیرات نقشہ ذیل سے ظاہر ہو سکتے ہیں ۔

سنہ	نام ڈویژن بصراحت تعلقات				
	ڈویژن کاماریڈی	ڈویژن نظام آباد	ڈویژن آرمور	ڈویژن بورگم	ڈویژن بودھن
۱۳۱۴ ف	تعلقہ کاماریڈی و تعلقہ یلاریڈی	تعلقہ نظام آباد ” بودھن ” آرمور	•	•	•
۱۳۲۴ ف	تعلقہ کاماریڈی ” یلاریڈی	تعلقہ نظام آباد ” آرمور	•	تعلقہ بانسواڑہ	•
۱۳۳۴ ف	ڈویژن کاماریڈی [illegible] اور [illegible] توڑ دیا گیا	تعلقہ نظام آباد و ” کاماریڈی	صرف تعلقہ آرمور	تعلقہ بودھن ” بانسواڑہ	•
۱۳۴۴ ف	•	تعلقہ نظام آباد و کاماریڈی	تعلقہ آرمور	برخاست	تعلقہ بودھن ” بانسواڑہ

مواضعات

۱۲۸۱ ف میں ضلع (۱۳۵۰) مواضعات پر مشتمل تھا ۔ ۱۳۱۰ ف میں (۱۳۰۷) مواضعات تھے ۔ ۱۳۴۷ ف (۷۵۲) مواضعات ہیں ۔
نقشہ مابعد سے ہر تعلقہ کے مواضعات کی تفصیل ظاہر ہو سکتی ہے

فہرست مواضعات خالصہ حلقہ واری متعلقہ بانسواڑہ میں شریک کئے گئے					
تعلقہ بودھن کے مواضعات جو بانسواڑہ میں لئے گئے				تعلقہ کاماریڈی کے مواضعات جو بانسواڑہ میں دیئے گئے	
حلقہ بانسواڑہ	حلقہ ابراہیم پٹنم	حلقہ بیرکور	حلقہ جاکہورہ	حلقہ بہٹلم	
بانسواڑہ	ابراہیم پیٹھ	بیرکور	جاکہورا	بہٹلم	برہمن پلی
چینتل ناگارم	رام پور	ناگاپور	بمندیو پلی	انجنی	کاٹے پلی
واسدیو پلی	ڈرکی	سبضاپور	تمانگر	برگ پلی	سون پیٹھ
سومیشر	بسوائے پلی	بیس پلی	بوشٹ پلی	ناگم پلی	برتاپور
ترلاپور	درگم پلی	بہراپور	لکہورہ	ناروندا	منگلور
بڑجی	سنگرلیرے پلی	تماپور	ملارم	مدسچرو	ویلگنور
کوملنچہ	نصراللہ آباد	ملاپور	لچھاپور	بندہ پلی	تمانگر
مخدوم پور	تاجیلی	کلور	کارے گاؤں	بورک پلی	گودم گاؤں
گانی پور	انکول	چینچولی	باجداپور	کارے گاؤں	دھرمارم
کنگل	نلی	انارم	مولا علی پور	رانبور کلاں	جبکاپور
تردا	دیسائی پیٹھ	وامریچہ خورد	ہنماجی پیٹھ	کھمیاپور	ملور
تگڑپلی	بورلم	وامریچہ کلاں	گورارم کلاں	گورارم خورد	پوت ریڈی پلی
اچم پیٹھ	پوچارم	کشتاپور	کوناپور	ماگی	حسناپور
	کامشٹ پلی	ویراپور	کہادلہ پور	کرجی	کنڈہ نملی
		میلارم	سرواپور	گورنگل	ڈرے پلی
		سلطانپور	ننگوجی پیٹھ	کوڈنگل	
		ناگارم خورد	دولت پور	آرے پلی	
			وینکٹاپور	حسن پلی	
			حاجی پور		

فہرست موضعات جاگیرات جو تعلقہ بانسواڑہ میں شامل ہوئے ہیں

[illegible]	[illegible] تعلقہ [illegible]	[illegible] تعلقہ [illegible]	[illegible] تعلقہ [illegible]	[illegible]
واجد نگر	چندور	اللہ پور	مرزا پور	سنگم
تاڑکول	جلال پور	نظام پیٹھ	برنگ ایڑمی	
بورگل	خونی پور	نرسنگ راؤ پیٹھ		
بنجے پلی	سعید پور	اکلارم		
تینکے پلی	سدا پور	انارم		
ترکاپلی	پڑمل	کسٹا پور		
	مرڑپلی	سدا پور		
	راج پیٹھ	چلرگی		
		رنجل		

۱۳۴۲ف میں اس تعلقہ کے تحت علاقہ خالصہ (۸۰) اور علاقہ جاگیر (۹۶) جملہ (۱۷۶) موضعات تھے۔ فی الوقت (۱۲۲) مواضعات ہیں۔

جاگیرات

بذا ایں جاگیرات مواصلی (ضمیمہ نمبر ۵) بحال و جاری ہیں۔ تعداد اقسام
ت تحتہ مواضعات سے معلوم ہوسکتی ہے۔ صرفخاص مبارک کا کوئی علاقہ اس

میں حاصل کرلیا اب علاقہ پائیگاہ بجائے کوٹ گیر کے علاقہ گندھاری تعلقہ کاماریڈی قرار پایا ہے

سمستان

سمستان کولاس ضلع ہذا میں سمستان کولاس صحیح معنی میں سمستان کی تعریف میں داخل تھا جو ۱۳۲۶ء ضلع میں شریک خالصہ کرلیا گیا۔

سمستان دوم کنڈہ ۔ بموجب داخلہ سررشتہ انعام اس علاقہ کو بھی سمستان سے موسوم کیا گیا ہے۔ (مگر اسناد سے سمستان کی تعریف صادق نہیں آتی) اسکی آمدنی سالانہ تقریباً دو لاکھ روپیہ ہے جس کا پیشکش علاقہ سرکار میں داخل ہوتا ہے یہہ سمستان ۱۲۰۵ہجری میں حاصل ہونا امابت راؤ والی سمستان دوم کنڈہ کی تاریخی کتاب سے معلوم ہوتا ہے ۔ گویا نواب غفران مآب کے عہد کا یہ سمستان ہے یہ خاندان کامنے فی چودھری کا ہے۔ جسکے سلسلہ سے اٹھارویں پشت میں راجہ جیشر راؤ والی اسٹیٹ اس وقت قابض ہیں۔ یہ بڑے ہی علم دوست ہیں جسکا ثبوت نظام آباد میں کتب خانہ جوبلی" کی عمارت سے ملسکتا ہے (ملاحظہ ہو باب (۱۱)

مصر ناپلی ۔ یہ علاقہ بھی سمستان سے معروف ہے لیکن کاغذات انعامی اور اسناد سے اس پر صرف زمینداری ومقطعہ داری کی تعریف صادق آتی ہے تمام علاقہ بعنوان مقطعہ بحال ہے جسکی آمدنی سالانہ تقریباً پونے دو لاکھ ہے۔ البتہ ایک چھوٹا سا بے چراغ موضع ملکاپور اس علاقہ میں جاگیر ہے کاغذات انعامی سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۱۷۸ھ ہجری میں یہہ علاقہ خاندان چیلم دار کے زیر اثر آیا۔ چیلم منگمی صاحبہ و چیلم جانکا بائی صاحبہ اس اسٹیٹ کے بہترین زمیندارہ گزری ہیں*

---

* اسکے بعد سے یہہ علاقہ چیلم رام لنگا ریڈی صاحب کے قبض وتصرف میں ۱۳۳۰ف سے ہے (تفصیل باب (۲۰) میں ملاحظہ ہو

حصہ دوم

انتظام مال

باب (۴)

انتظام مالگزاری

سنہ ۱۱۷۶ھ م سنہ ۱۱۶۹ فصلی میں بعہد فرمانروائی نواب نظام علیخان بہادر اصول بندوبست عہد قدیم کے تحت ضلع کی آمدنی بعنوان مستاجری کلیستہ اور بالمقطوہ امانی حسب تفصیل ذیل تھی۔

نشان سلسلہ	نام پرگنہ	آمدنی سکہ رائج الوقت
۱	پرگنہ اندور (نظام آباد)	[illegible] ۲۴۰۴۳۳
۲	" بھنگل (۱)	[illegible] ۱۵۶۲۰۱
۳	" بالکنڈہ	[illegible] ۱۳۱۴۵۰
۴	" بودھن	[illegible] ۱۴۴۰۷۶۳

یہ چار پرگنہ (۱۵۶) مواضعات پر مشتمل تھے۔

(۱) قصبہ بھنگل تعلقہ آرمور کے تحت ہے جسکو تعلقہ کا مستقر بنانے غور کیا جارہا تھا کہ تحصیل آرمور ازدیاد کار کی وجہ دو تحصیلات پر تقسیم ہونے کا سوال درپیش ہے۔

اس طرح چار پرگنوں کی جملہ آمدنی بمہ ابواب بحق سرکار (۱۹۷۴۸۹ روپیہ) تھی [1]
۱۲۷۵ ف میں ملک سرکار عالی کی پہلی مرتبہ ضلعبندی ہوئی جسمیں نظام آباد
کو صوبہ میدک گلشن آباد کے تحت رکھا گیا۔ ۱۳۳۴ ف سے ۱۳۴۴ ف تک یہ
ضلع صوبہ ورنگل ہی میں شامل رہا۔ کیونکہ صوبہ ورنگل کے صوبہ دار مسٹر داراب جی
المخاطب نواب داراب جنگ بہادر ماہرفن بندوبست ہونے کی وجہ نظام ساگر
کو کامیاب بنانے اس کی ضرورت محسوس کیگئی۔ اس تعلق سے بوجہہ بعد مسافت
رعایا کو بار بار صدائے احتجاج بلند کرنا پڑی۔ بالآخر ۱۳۴۵ ف میں حسب سابق
گلشن آباد میدک سے اس کا تعلق کر دیا گیا۔

ڈیویژن و تعلقات اس ضلع میں تین ڈیویژن۔ اور پانچ تعلقات
ہیں جس کے تحت (۷۵۲) مواضعات ہیں [2]

تعلقداری یکم آذر ۱۳۲۱ ف سے ۱۳۲۳ ف تک ضلعدار کے نام
سے ایک اسپشل مددگار کارگذار رہا [3] پھر مسٹر وکیفلڈ ڈایرکٹر جنرل مال کا اسکیم تھا

رقبہ کل رقبہ ضلع کا ۱۱۹۶۴۹۵۳ ایکڑ ہے۔
رقبہ تعلقداری سے مدجزر نقشہ ذیل سے معلوم ہوسکتا ہے۔

نقشہ رقبہ تعلقہ داری ضلع نظام آباد

نشانات	نام تعلقہ	سنہ ۱۳۲۱ ف	سنہ ۱۳۳۰ ف	سنہ ۱۳۴۷ ف
۱	نظام آباد	۲۶۲۸۳۸ بیگھہ	۶۷۱۹۰۲۰ ایکڑ	[illegible] ایکڑ

ف [1] - اقتباس از حالات نظام آباد مولفہ عبدالسلام مرحوم مطبوعہ سنہ ۱۳۳۰ ف
ف [2] - تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو باب سوم۔ ضلعبندی ف [3] - سید محمد علی صاحب ضلعدار تھے۔

دیگر ابواب | سررشتہ مال کے تحت علاوہ زر مالگزاری کے اور بھی مدات شریک ہیں جن کا اوتار و چڑھاؤ نقشہ ذیل سے معلوم ہو سکتا ہے

ابواب	سنہ ۱۳۱۲ف	سنہ ۱۳۱۵ف	سنہ ۱۳۲۰ف	سنہ ۱۳۲۴ف	سنہ ۱۳۲۷ف
آم	روپیہ ۶۳۶۹	[illegible]	روپیہ ۱۲۴۹۰	روپیہ ۱۰۷۶۴	روپیہ ۷۰۷۰
املی	۵۰۱۶		۵۵۷۰	۷۸۰۵	۷۷۴۶
سیتا پھل وغیرہ	۲۵۷		۱۳۰۵	۲۷۱۷	۲۵۸۴
کپنجہ			۷۹۰	۱۴۸۷	کپنجہ ۱۳۶ (۲۲۵) رمنہ روپیہ (۵۶)
پوست درخت			۳۴۴۰	۴۸۷	۶۱۸
المتاس			۱۴۰۰	۱۱۵	۱۴۴
ہلیلہ			۷	۱۱ر	چرونجی ۵۵
ماہی تالاب			۲۴۷۱	۱۱۴۷	۲۹۸۷
ببول بن			۰	۱۸۷	۳۳۴
فیس چرائی	روپیہ ۸۷۱۴	روپیہ ۵۸۷۰	۰	۱۱۹۳۸	یہ محصول برائے خیر خواہی رعایا [illegible] معاف [illegible]
لوکل فنڈ	۰	۸۴۳۱۲	۰	۱۳۶۹۶۱	
رود گھاٹ	۳۰۹۴	۱۱۰۱	۰	۸۷۴۷	بوجہ تعمیر پل گوداوری وغیرہ مسدود
منضبطہ	۰	۰	۰	۳۹۲۷۷	۰
متفرق	۰	۰	۱۲۰۷۸۰	۰	۰

سنہ ۱۳۱۵ف میں مقامات ہنگام سے متاثر رہا اس لئے سنہ [illegible] کے اعداد درج کئے گئے ہیں

آبکاری ۱۳۱۲ف میں (۱۳۲۰۰۰ روپیہ) روپیہ ہوئی اور ۱۳۱۵ف میں (...) ۱۳۴۲ف میں (...) روپیہ کا مطالبہ قرار پایا۔

سررشتہ مال کی جملہ آمدنی جملہ ابواب بصیغہ مالگزاری ضلع نظام آباد کا مطالبہ (...) روپیہ ۱۳۴۲ف میں قرار پایا تھا۔

اجناس کاشت یوں تو سب قسم کی کاشت ہوتی ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ دھان۔ نیشکر۔ اور جوار و ساؤنی دکلتھی۔ تل۔ السی۔ زیادہ قبول میں ہوتی ہے۔ روئی۔ چنا۔ کودرد۔ ارنڈی۔ مرچ۔ ساوان۔ موز۔ ونیز باغات میں آم بنترے وموسمبی بھی ہوتے ہیں۔

دفتر مال اس ضلع کا قدیم دفتر نذر آتش ہوگیا۔ کیونکہ ۱۲۹۶ف میں ایک مصیب آتش زدگی ہوئی۔ جس کا اثر خاص طور پر محافظی اول تعلقداری پر پڑا۔ بجز چند اشلوں کے (جو حسن اتفاق سے بچ رہے) تمام دفتر خاکستر ہو گیا

عمارت دفتر ضلع ۱۳۱۰ف میں دفتر ضلع کی عمارت (...) کی لاگت سے تعمیر ہوئی۔ اور دفتر تحصیل کی عمارت (...) کے صرفہ سے ۱۳۳۹ف میں تعمیر ہوئی۔ قبل تیاری عمارت دفتر اوّل تعلقدار و تحصیل اس مقام پر تھے جہاں واٹر ورکس کی عمارت اندرون آبادی تعمیر ہورہی ہے بعد برخاست دفتر تحصیل کچھ دنوں دواخانہ یونانی بھی اس عمارت میں رہا۔ ۱۳۴۲ف میں اس کہنہ عمارت کو ڈھا دیا گیا۔ تاکہ واٹر ورکس کی تعمیر ہو۔

ڈولپمنٹ بورڈ حسب تحریک مرزا محمد بیگ صاحب ۱۳۴۵ف میں ایک مجلس مشاورت قائم کیگئی۔ جس کے صدر صوبہ دار صاحب ہوتے ہیں اور اُن تمام سررشتہ جات نظما و عہدہ داران ضلع اس مجلس

کے رکن ہیں۔ جن کا تعلق انتظامات مال ونظام ساگر سے وابستہ ہے
ونیز طبقہ زراعت پیشہ وتجار ومعاشداران کا ایک ایک نمائندہ
بھی منتخب ہوتا ہے۔ اس مجلس میں تمام مسائل پیش ہوتے ہیں۔ جو
اصلاحات کے لیے ضروری ہیں۔ رعایا کے مشکلات کو اگر منتخبہ نمائندہ
پیش کریں تو انکے دور کرنے پر غور کیا جاتا ہے جس کے اجلاس
ہر ششماہی میں ہوتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ آزاد نمائندگی نہیں
نظر آتی۔

حالات اوّل تعلقداران ضلع

چونکہ ہماری تاریخ کا آغاز مالگزاری کے شعبہ سے ہوا ہے۔ اور اس
شعبہ کا کافی مواد بھی ہمکو دستیاب ہوا۔ اس لئے بحیثیت اعلےٰ عہدہ دار
ضلع تعلقداران ضلع کی فہرست اور انکے زمانہ کے مختصر حالات کو درج
کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اولاً ہم ایک فہرست مجملی اون صاحبان
ضلع کی پیش کرتے ہیں جو اس ضلع پر کارفرما رہے۔

سلسلہ نشان	نام	زمانہ کارگزاری	سلسلہ نشان	نام	زمانہ کارگزاری
۱	عبدالکریم صاحب	سنہ ۱۲۷۸ف	۶	سلطان محی الدین صاحب	سنہ ۱۲۸۷ف
۲	قربان علی صاحب	۔	۷	گریہیم راؤ صاحب	سنہ ۱۲۸۴ف
۳	محمد حنیف صاحب	۔	۸	دین شاہ جی صاحب	سنہ ۱۲۹۲ف
۴	شیخ داؤد صاحب	۔	۹	مرزا مہدی خان صاحب	×
۵	سوامی راؤ صاحب	سنہ ۱۲۸۰ف	۱۰	میر امیر علی صاحب	سنہ ۱۲۹۲ف لغایۃ سنہ ۱۳۱۵ف

نمبر	نام	زمانہ	نمبر	نام	زمانہ
۱۱	بزرد جی المخاطب نواب بزرد جنگ	سنہ ۱۳۰۶ف لغایۃ سنہ ۱۳۱۶ف	۱۸	محمد تقی حسین المخاطب تقی یار جنگ	سنہ ۱۳۳۱ف مہر لغایۃ سنہ ۱۳۳۶ف
۱۲	نواب لیاقت جنگ	سنہ ۱۳۱۷ف لغایۃ سنہ ۱۳۲۱ف	۱۹	نواب فخر یار جنگ	سنہ ۱۳۳۶ف آذر — سنہ ۱۳۳۶ف فروردی
۱۳	نواب سہراب نواز جنگ	سنہ ۱۳۲۲ لغایۃ سنہ ۱۳۲۵	۲۰	جگ موہن لال صاحب	سنہ ۱۳۳۶ف خورداد — سنہ ۱۳۳۷ف
۱۴	نواب نوبت یار جنگ	سنہ ۱۳۲۶ف — سنہ ۱۳۲۷ف	۲۱	ابرہیم شاہ صاحب چنیائی	سنہ ۱۳۳۷ف بہمن — سنہ ۱۳۴۰ف مہر
۱۵	سید احمد اللہ المخاطب احمد نواز جنگ	سنہ ۱۳۲۸ف — سنہ ۱۳۳۰ف	۲۲	مرزا محمد بیگ صاحب	سنہ ۱۳۴۰ف ۹ مہر — سنہ ۱۳۴۵ف ۲ خورداد
۱۶	سید احمد قادری احمد یار جنگ	سنہ ۱۳۳۱ف آذر — سنہ ۱۳۳۱ف دی	۲۳	قاضی زین العابدین صاحب	سنہ ۱۳۴۵ف ۳ خورداد
۱۷	گوبند نانک صاحب	سنہ ۱۳۳۱ف دی — سنہ ۱۳۳۱ف شہریور			

صاحبان ضلع کے متعلق رائے عامہ

سوامی راؤ جیو آنجہانی

سنہ ۱۲۸۰ف تا سنہ ۱۲۸۳ف

سوامی راؤ صاحب نے سنہ ۱۲۸۰ف میں ضلع نظام آباد کی تعلقداری کا جائزہ لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کہ محاصل مالگزاری اجناس کے بجائے زر نقد میں وصول کرنے کے احکام ہو چکے تھے۔ اور ضلع بندی اول ہو کر پانچ سال ہونے کے باوجود اقساط کی کوئی پابندی نہیں ہو رہی تھی۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ ضلع کا نظم و نسق نہایت درہم و برہم تھا۔ اس پر آشوب زمانہ میں صاحب موصوف نے زر مالگزاری وصول کر کے ضلع کا نظم و نسق درست کیا۔ اور پہلی رپورٹ بہ زبان فارسی مرتب و روانہ صدر ہوئی۔ (ملاحظہ ہو رپورٹ نظم و نسق

نوٹ۔ میں نے مرزا محمد بیگ صاحب تعلقدار وقت سے خواہش کی تھی کہ وہ تعلقدار صاحبان کے درشمارے فوٹو منگوا کر اجلاس ضلع میں ایک تاریخی کیفیت پیدا کر دیں۔ بہر توجہ کی گئی آج اجلاس ضلع ایک تاریخی مرقع نظر آتا ہے

اوّل تعلقداری بابتہ ۱۲۸۱ف)

آپ ملک و بالک کے سیچے ہی خواہ متدین۔ اور شریف انسان تھے اُس پر آشوب زمانہ میں جبکہ دریافت انعامی کے مقدمات بڑے بڑے جاگیرداروں اور زمینداروں کے آپکے اجلاس پر جاری تھے۔ دامن کو بچانا کانٹے دار و کے مصداق ہے۔ لیکن آپ کے تجاویز سے آپ کی انصاف پسندی اور راست بازی پاک دامنی کا ثبوت ملسکتا ہے ہمارے بیان کی تائید میں سرناپلی زمیندار کے تحقیقات انعامی کا مقدمہ موجود ہے آپکے زمانہ میں دفتر کی تنظیم ہوئی۔ اُسوقت دفتر کی زبان فارسی تھی آپ تقریباً چھہ سال کارفرما رہے اور یہاں سے عہدہ جلیلہ صدر تعلقداری پر ترقی پائی۔ رائے عامہ آپکے متعلق بڑی اچھی ہے۔

سلطان محی الدین صاحب مرحوم

۱۲۸۷ف تا ۱۲۸۸ف

آپ صرف دو سال خدمت تعلقداری پر کارفرما رہے۔ آپکے زمانہ کارگذاری کو دفتری روایات میں لائق زمانہ کہا جاتا ہے۔

گنگا ہیم راؤ صاحب محمد حنیف صاحب۔ دین شاہ جی صاحب۔

۸۸ف تا ۹۲ف

یہ تھوڑا تھوڑا زمانہ ایسا گذرا کہ کوئی رائے عامہ قائم نہ ہو سکی

میر امیر علی صاحب مرحوم

۹۲ف تا ۱۳۰۵ف

دوم تعلقداری سے اول تعلقداری کا جائزہ حاصل فرمایا۔ آپ کا زمانہ نہایت ہی شان و شوکت کا رہا۔ کیونکہ حاکمانہ شان و شوکت آپکے لئے مرغوب تھی۔ و نیز ایک لائق ادیب انسان تھے۔ نظام آباد میں آپکی شادی ہوئی۔ آپکی ضد اور خودداری کے عجیب و غریب قصص زبان زد خلائق ہیں آپ نے محبوب باغ کی بنیاد ڈالی اور وہیں آپ معہ اہلیہ کے مدفون ہیں تاریخ وفات شاہ جہاں بیگم بتاریخ ۱۲ ذی حجہ ۱۳۱۲ھ و تاریخ وفات میر امیر علی صاحب ۲۸ صفر ۱۳۱۵ف ہے حسن اتفاق کہ آپکے فرزند میر احمد علیخاں صاحب صوبہ میدک کی صوبہ داری کا جائزہ لیکر بتقریب دورہ ۱۳۴۵ف میں نظام آباد آئے ہوئے تھے۔ اور اپنے والد بزرگوار کی قبر پر فاتحہ پڑہی۔ رعایا نے یہ کہتے ہوئے آپ کو پھول پہنائے کہ آپکے والد نے ہمکو زمینات جبراً دے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہم زندہ ہیں ف۱
اس سے مرحوم کے حسن سلوک رعایا کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

مسٹر برزوجی المخاطب برزوجنگ آنجہانی

۱۳۰۶ف تا ۱۳۱۶ف

آپ کے جائزہ کے بعد سے نظام آباد کا جدید دور شروع ہوتا ہے یہ ایک محنتی۔ جفاکش سلیقہ شعار۔ ہر دلعزیز انسان تھے۔ آپ کے زمانہ میں ریلوے اسٹیشن قائم ہوا گویا باب ترقی افتتاح ہوا۔ آپ کی عاقلانہ پالسی نے گنج کی بنیاد ڈالی۔ اور محبوب گنج سے موسوم کیا۔ شہر میں آبنوشی کیلئے

ف۱ ۔ اس نتیجہ مولف کی قیادت میں یہ وفد پیش ہوا تھا۔

میر امیر علی اوّل تعلقدار ضلع نظام آباد

نل قائم کیا جس میں مسٹر نرسا گوڑ ساہو اور رانی چیلیم جانکا بائی زمیندارہ نرملی
کی فیاضی ور حکومت کی دستگیری سے دیا لک محروسہ میں سب سے پہلے
نل کی سہولت اس ضلع کو حاصل ہوئی۔ جس پر (۱۴) ضلع کو رشک تھا۔ کہ
نظام آباد میں جس قدر پانی کی سہولت ہے اور کہیں نہیں چنانچہ آج تک ان
حضرات کا فیض جاریہ نظام آباد میں نظر آرہا ہے۔ ایوان تعلقداری دفتر
تعلقداری ریلوے اسٹیشن کے قریب تعمیر کروا کر جدید آبادی کی بنیاد ڈالی۔
باغ عام عوام کی تفریح کیلئے لگایا گیا۔ آپ نے بحیثیت عہدہ دار بندوبست
ضلع نظام آباد کا بندوبست کیا اور بحیثیت تعلقدار اس کی نشوونما کی اور اس
کو کامیاب بنایا دفتر کا نظم و نسق بہتر سے بہترین رہا آپ ہی کے زمانہ میں نواب
مدار المہام مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر اور مسٹر ڈنلاپ وغیرہ بتقریب افتتاح
گنج نظام آباد تشریف لائے تھے بہر حال آپکے عہدہ کارفرمائی میں وہ سب کچھ ہوا
جو ایک حساس تعلقدار کے زمانہ میں ہوسکتا تھا۔ اور آپ کا تعلق رعایا سے ایسا
تھا کہ جب آپ ترقی سے صوبہ داری اورنگ آباد پر روانہ ہوئے تو مخلوق خدا
دھاڑیں مار مار کر آپ کی جدائی پر رو رہی تھی اور آپ نے بھی آنسو بہاتے ہوئے
نظام آباد کو خدا حافظ کہا اور آج تک آپ کا ذکر خیر ہر رعایا کی زبان پر ہے۔ تحریر
اُردو میں کمزور تھے اسلئے مسودہ ہمیشہ لکھوایا کرتے تھے۔

نواب لیاقت جنگ مرحوم

۱۷ف سنہ تا ۲۱ف سنہ شہریور

یہ ایک اسم بامسمیٰ ہستی تھی۔ آپ سے رعایا، عمال اور وکلا رسا ہو ہر طبقہ خوش تھا

حکومت رعب و داب کے ساتھ کرنے میں آپ کو خاص کمال تھا۔ آپ کے ایک فرزند خورشید علی صاحب کا عقد مدار المہام مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کی صاحبزادی سے نظام آباد کی تعلقداری کے زمانہ میں ہوا۔ جسمیں آپ نے عجیب و غریب سلیقہ سے دعوتیں دیں آپ کی اہلیہ ایک یوروپین لیڈی تھیں جو مذہب اسلام کو قبول کرکے آپکے شریک زندگی ہو چکی تھیں۔ اُن کے انتقال کا اثر آپکے دل پر ناقابل ذکر ہوا۔ بہرحال آپ کا زمانہ صفائی آبادی اور فصل خصومات و نیز حکومت کے منتظر قابل تعریف رہا اور آج تک زبان زد خلائق ہے۔ آپکی دماغی قابلیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک ہی وقت میں مختلف مسئلے کے تجاویز لکھواتے۔ سرمایہ داروں کے حق میں آپ سخت تھے۔

مسٹر سہراب جی چینائی المخاطب نواب سہراب نواز جنگ آنجہانی

شہریور ۱۳۲۱ف تا فروردی ۱۳۲۵ف

آپکا زمانہ تعلقداری اجرائی کاروبار رعایا کیلئے بہترین رہا آپ بہت ہی خلیق۔ اور سنجیدہ عہدہ دار تھے اسقدر رحم دل تھے۔ کہ کسی انعامدار کی معاش کو شریک خالصہ نہیں کیا۔ ہمیشہ کہتے کہ یہ انعام دعاگوئی کیلئے ہے۔ اس کو جاری رہنا چاہیئے۔ ہر کس و ناکس سے آپ گفتگو فرماکر دادرسی عطا فرماتے۔ فصل خصومات سے آپکو خاص دلچسپی تھی۔ اجرائی کار دفتر آپکے زمانہ میں خوب رہا جمعبندی کے مرافعوں کو بحق رعایا منظور فرماتے آپ سے رعایا خوش تھی

سنہ ۱۳۲۴ ف　نواب سہراب نواز جنگ اول تعلقدار　تاریخ نظام آباد

۱۳۲۲ف میں ایک خفیف سا تصادم پولیس مقامی اور فوج باقاعدہ متعینہ مجسّں سے ہوا جس کو صاحب ضلع نے انتہائی جرأت اور تدبّر سے سینہ سپر ہوکر فرو کیا۔ آج بھی رعایا آپ کو یاد کرتی ہے آپ کی طبیعت بہت ہی محتاط واقع ہوئی تھی۔

نواب رفعت یار جنگ مرحوم

اردی بہشت ۱۳۲۵ف لغایتہ آذر ۱۳۲۸ف

آپکی فطری نفاست پسندی۔ غیر معمولی خودداری۔ انتہائی صبر و تحمل کی مثال ملک سرکار عالی کا کوئی نواب پیش نہیں کرسکتا۔ آپکی اعلیٰ قابلیت کے پیش نظر نواب معین الدولہ بہادر والی اسٹیٹ پائیگاہ ۱۳۲۰ف میں بغرض حصول معلومات انتظام مملکت نظام آباد تشریف لائے تھے۔

آپ کے حسن اخلاق کا بیّن ثبوت یہ تھا کہ کسی اہلکار کو بجز آپکے تم سے مخاطب نہیں فرماتے۔ آپکے فیصلہ اچھے نتائج دادرسی کے حامل ہوا کرتے تھے۔ جو مختصر و جامع ہوتے۔ آج تک آپکے اوصاف حمیدہ و خصائل پسندیدہ زبان زد خلائق ہیں۔ بجز اس گلہ کے کہ عام طور پر ہر کس و ناکس کو بالمشافہ عرض معروض کرنے کا موقع نہیں ملا کرتا تھا۔ لیکن عرائض پر عطا ر دادرسی میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ تھی۔ آپ یہاں سے صوبہ داری اورنگ آباد کی خدمت جلیلہ پر روانہ ہوئے جبکہ ہر شخص کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے کہ حق بحق دار رسید۔

نواب صاحب کے تحمل و بردباری کے قصص عام طور پر مشہور ہیں۔
آپکے زمانہ کی عمارتی یادگار مسجد کچہیان گنج ہے جسکا سنگ بنیاد آپ کے زمانہ
میں رکھا گیا۔

سید احمد اللہ صاحب المخاطب احمد نواز جنگ مرحوم

آذر ۱۳۲۸ف تا امرداد ۱۳۳۰ف

آپ کی قابلیت سررشتہ مال کیلئے بہترین تھی۔ آپ قدیم سیولین تھے
آپ کا زمانہ کارفرمائی امساک باراں کی وجہ نہایت پرآشوب تھا۔ اس
پریشان حالی میں آپکی ہمدردی رعایا کے ساتھ بھی رہی آپ کو اپنے
ماتحتین سے کام لینے کا خاص ملکہ تھا۔ ماتحت کے بیحد سخت اور زبانی خطاب
سے تکلیف دہ ہوتا تھا۔ لیکن یہ صورت ظاہری تھی رحم دلی ضرور تھی
جسکا نتیجہ رعایا کے لئے بہترین ثابت ہوتا تھا۔ کہ ماتحتین آپ سے خائف
رہتے۔ آپ کے زمانہ میں سب سے پہلے ۱۳۳۰ف میں رونق افروزی
شاہانہ نظام آباد ہوئی تھی۔
ذات ہمایوں نے آپکے حسن اہتمام پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ نواب
نظام بہادر صدر اعظم باب حکومت آپ سے بیحد خوش تھے۔ مذہبی جذبہ
دل میں پنہاں تھا۔ مسجد اسٹیشن کی تعمیر آپ ہی کی سعی سے ہوئی

نوٹ۔ مصنف مصنف کے زمانہ ماتحتی بحیثیت صدر محاسب کمیٹی شہر اول تعلقداری سے شاہی جاگیرداران کے
لئے اسکو درست کرلیا جاتا ہے اجازت مرحمت فرمائی جائے تو آپ نے فوراً اجازت دیدی۔ اور
جاتے وقت انکیلئے کردیہ بھی عطا فرمایا اور جھکو ساتھ لیکر مسجد کیلئے مقام کو منتخب کرنے لگے موجودہ جدید دربار کے
اسٹیشن کے مقام کی نشاندہی کو پسند فرماکر فوری کارروائی کا حکم فرمایا۔ حالانکہ آپکو لوگ بد مذہب سمجھتے تھے آپکے زمانہ ہی میں
مسجد کی تعمیر ہوئی

آپ صوبہ داری اورنگ آباد پر نظام آباد سے روانہ ہوئے آپکی درشتی
آج بھی ماتحتین کو یاد ہے

سید احمد صاحب قادری احمد یار جنگ مرحوم

۱۰ شہریور ۱۳۳۰ ف تا دی ۱۳۳۱ ف

صوم وصلواۃ کے سخت پابند۔ اوقات دفتر میں نماز باجماعت ادا فرماتے
حق العباد و حق اللہ کا ہر وقت خیال رہتا۔ ہر سامنے آنیوالے کو پیغام حق پہونچا
دیتے۔ انصاف کیلئے قلم کو نہایت احتیاط سے حرکت دیتے آپکے ماتحتین بلا
لحاظ مذہب اپنے اپنے مذہب کے پابند ہو گئے تھے۔ مسجد اسٹیشن کا سنگ بنیاد
آپ کے ہاتھوں رکھا گیا۔

مسٹر گوبند نائک آنجہانی

بہمن ۱۳۳۱ ف تا امرداد ۱۳۳۱ ف

مذہبی رنگ میں ڈوبے ہوئے تھا یا کے بھی خواہ یہ عجیب اتفاق تھا کہ
ایک مسلمان اور دوسرا ہندو تعلقدار یکے بعد دیگرے ایک ہی خاص وصف کا آیا آپ
پختہ مذہبی رو کے مذہبی عمارت یعنی مندر اسٹیشن کی تکمیل خاص دلچسپی سے اپنے
زمانہ میں کرائی۔ جس سے آپکی مذہبی کا پتہ چلتا ہے حالانکہ آپ کو سخت
متعصب سمجھا جاتا تھا یہاں سے آپ اسپکٹنگ آفیسر ہو گئے آپ ہی
پولیس ایکشن میں تھے

نواب نقی یار جنگ مرحوم

شہریور ۱۳۳۱ ف تا ۱۳۳۵ ف

آپ کا زمانہ کارفرمائی بلا مبالغہ رحم و کرم کے بادلوں کی لگاتار بارش کا تھا

آپکی زندگی فقیرانہ تھی۔ کسی مخلوق خدا کے دل پر ذرہ برابر بھی صدمہ پہنچ جاتا
تو کئی دن رات آپ متاثر رہتے تا انکہ اس کے دل سے رنج کو دور کردیتے
چین نہیں آتا آپ نے ایک مزدور لوکلفنڈ کو بھی کبھی تو سے مخاطب نہیں
کیا شب بیدار صوفی منش انسان تھے عمارتوں کا بڑا شوق تھا۔ رعایا
نے جہاں زمین مانگی دیدی گو اس طرح خانہ شماری میں اضافہ ہوا۔ مگر
بے ترتیبی ضرور ہوگئی۔ کہ جس نے جیسا چاہا مکان بنالیا۔ آپ بڑے ہی خوش
مزاج اور بذلہ سنج تھے۔ زبان عربی۔ فارسی کے ادیب۔ اور شاعر بھی تھے
فیصلہ بہترین لکھا کرتے۔ لیکن بے انتہا غور و فکر کے بعد۔ آپکی فیاضی اور مہمان
نوازی کی مثال ملک دکن کا کوئی عہدہ دار مشکل ہی سے پیش کرسکتا ہے
آپ کی خوبیوں اس کے ذکر کیلئے بلا مبالغہ ایک علحدہ کتاب لکھی جاسکتی ہے آپکے
زمانہ میں بھی رونق افزائی شاہانہ نظام آباد میں ہوئی اور یہاں آپ کی نیکیوں
سے ابتدء۔ اور ظل اللہ نے نوازا جس کی وجہ نظامت عطیات کی ذمہ دار کرسی
آپ کو دیگئی۔ اور آپ نے ترقی کے زینہ پر مثل اپنے پیشروؤں کے نظام آباد
سے قدم اٹھایا۔ آپ کی یاد عوام کے دلوں میں آج تک جاگزین ہے

نواب فخر جنگ مرحوم

آذر ۳۵ ف تا فروری ۳۵ ف

زمانہ بہت تھوڑا گذرا۔ مگر اس قلیل عرصہ میں آپکی کارگذاری کچھ بری
نہیں رہی آپ کے آبائی جاگیرات اس ضلع میں ہونیکی وجہ آپ نے
یہاں سے تبادلہ کی خواہش کی۔ یہ خود آپ کی محتاط طبیعت کا ایک
ثبوت ہے۔

(۴۲ رائے جگموہن لال - تاریخ نظام آباد

۱۹) محی الدین احمد ؐ - تاریخ نظام آباد

متعلق صفحہ ۱۱۴

رائے جگموہن لال صاحب آنجہانی

سنہ [illegible]ف تا سنہ ۱۳۳ف

بے لوث کارفرما۔ معاملہ فہم اور خوش مزاج انسان تھے۔ رعایا و ماتحتین کے ساتھ آپ کا برتاؤ اچھا تھا۔ عزوسے کوسوں دور اتحاد بین الملل کے فدائی۔ دسہرہ کے موقع پر آپ کی فیاضانہ دعوت بلالحاظ مذہب و ملت اور بلا امتیاز بالادست و ماتحت دوسروں کے لئے قابل تقلید تھی اگر آپ میں کوئی عیب تھا۔ تو صرف یہ کہ آپ کا خط انتہائی زشت تھا لیکن مفصل خصوصیات کا خاص ملکہ تھا۔ آپ بھی نظامت عطیات کے عہدہ پر ترقی سے روانہ ہوئے۔

آپ کو برج کا شوق نہیں بلکہ عشق تھا اور بڑا ہی لاجواب کھیلتے تھے

مسٹر ایچ شاہ چینائی

سنہ ۲۲۷ف تا سنہ ۱۳۴ف

آپ نواب سہراب نواز جنگ آنجہانی کے فرزند رشید۔ نوجوان صاحب دولت تعلیم یافتہ تھے۔ ان خصوصیات کے حاصل ہونے کے بعد انسان ہمیشہ انسانیت کے دایرہ سے ہٹ جاتا ہے۔ بقول صاحب۔

بادہ پرخوردن و ہوشیار نشستن سہل است
گر بدولت برسی مست نگردی مردی

یہاں تو دولت کی فراوانی کے ساتھ حکومت بھی حاصل تھی۔ باوجود اس کے آپ کی مخلصانہ منکساری بھی ہمدردی بےغرض دوستی بلاشبہ قابل تعریف سمجھی جاتی تھی طرز کارفرمائی وہمت وجرأت میں عوام آپ کو

لیاقت جنگ ثانی کہا کرتے تھے ۔ جو کرنا ہوتا کہکر کرتے ۔ طبیعت میں ذرا عجلت ضرور تھی ۔ پھر اپنی رائے پر سختی سے قائم ہو جاتے باوجود اس کے اگر سہو یا دی النظری کا یقین ہوتا تو رائے میں تبدیلی بھی ہو جاتی ۔ رعایا کے حق میں نصفت پسندی کو حق سرکار پر ترجیح دیتے یہ ہی وجہ تھی کہ جمعبندی کے نتایج سے رعایا بڑی مطمئن رہتی تھی ۔ کام بڑی تیزی سے نکلتا تھا ۔ اسی لئے رعایا ۔ عملہ ۔ وکلا ۔ آپ سے ہمیشہ خوش رہتے ۔ رعایا کی شکایت پر پٹیل پٹواری کو سخت سزا دیتے آپکے زمانہ میں دہی راستہ اکثر بنائے گئے کنتشیر کی جدید آبادی آپکے زمانہ کی یادگار ہے ۔ دارالمجذومین ڈچپلی کو آپکے زمانہ میں بیحد امداد ملی ۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت صدراعظم بہادر نے ۱۳۲۰ف میں نظام آباد کا دورہ فرمایا آپ کے انتظامات کو پسندیدہ نظر سے دیکھا آپکی شریک زندگی بیگم چینائی بھی بڑی منتظمہ تھیں ۔ کروڑپتی کی بیٹی ۔ اور کروڑپتی کی بیگم ہونے کے باوجود اپنے گھر کی آپ منتظمہ بلا شرکت غیرے ۔ تمام نجی انتظامات کا تعلق ذات سے وابسطہ رہتا ۔ چھوٹی اور بڑی دعوتوں میں بیگم چینائی کا حسن انتظام و سلیقہ شعاری کا ثبوت ملتا تھا ۔ مسٹر چینائی کو شکار کا بڑا ہی شوق تھا ۔

ایک مرتبہ نواب سہراب نواز جنگ سے ملاقات ہوئی تو مجھ سے دریافت فرمایا کہ ائیچ چینائی کیسے کام کرتے ہیں ۔ میں نے کہا کہ یہ از پدر ۔ فرمایا کیسے ۔ میں نے کہا کہ آپکی ماتحتی میں مین رہ چکا ہوں ۔ اور چینائی صاحب کے اجلاس پر بھی کام کر چکا ہوں ۔ جو ہمت و جرات اُن میں پا یا وہ آپ میں نہ تھی ۔
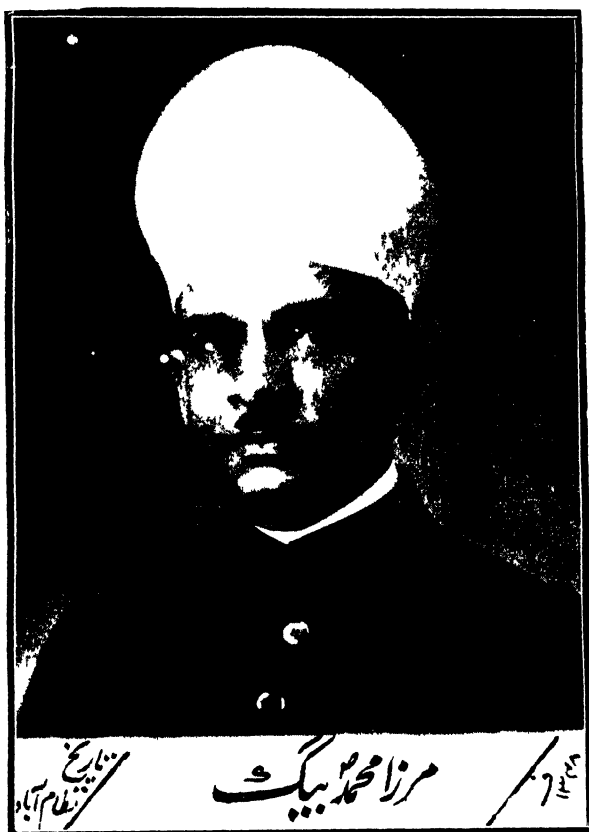
مرزا محمد بیگ

تاریخ نظام آباد

مرزا محمد بیگ صاحب

مہر ۱۳۴۰ف تا خورداد ۱۳۴۵ف

نظام آباد کا ارتقائی دور آپکے زمانہ میں بڑے ہی زور شور سے آغاز ہوا۔ یہ حسن اتفاق تھا کہ ایک طرف تو آپ کی طبیعت کا لگاؤ حسن کارفرمائی سے تھا۔ اور دوسری طرف نظام ساگر پر کروڑ در کروڑ روپیہ حکومت نے جو خرچ کیا تھا۔ اس سلسلہ میں نظام آباد کی ہمہ جہتی ترقی اوس کے پیش نظر تھی۔ اس غرض و غایت کیلئے حکومت کو آپ سے بہتر کوئی شخصیت نظر نہیں آرہی تھی۔ کیونکہ ۱۳۱۹ف میں نظام آباد کی تحصیلداری پر آپ رہ چکے تھے ۱۳۲۹ف سے اسپیشل افسر صیغہ اراضیات رہے جہاں پر آپ نے عہد عثمانی کے تمام خزائن آب کا تصفیہ باحسن الوجوہ کیا[ف]

اسی سلسلہ میں نظام ساگر کے معاوضوں کا تصفیہ آپ نے کیا اور اُن کے خود کاشت کی رپورٹ میں آپ نے جو دلچسپی لی۔ اُس کا نتیجہ تھا کہ بطور خاص آپ کو اس ضلع کی تعلقداری پر منتخب کیا گیا جس کا ثبوت آپ نے روزانہ (۱۷) گھنٹہ کام کو انجام دیتے ہوئے اور نظام آباد کی ترقیوں کو ہر آن وہر گھڑی پیش نظر رکھتے ہوئے اسطرح دیا کہ اس وقت نظام آباد کے عرض و طول میں جسقدر ترقیاں نظر آرہی ہیں وہ تمام زبان حال سے آپکی دماغی کاوشوں کی مدح سرا ہیں یہ ہی آپ کی انتہائی بہی خواہی ملک کی دلیل ہے اسی لئے نواب برزو جنگ کے زمانہ کا عکس آپ کے زمانہ میں رعایائے نظام آباد کو نظر آیا آپکی طبیعت میں ایک اعلیٰ صفت یہ تھی کہ آزاد رائے کی قدر کرتے

ف۔ نظام ساگر کے تصفیہ معاوضہ کے لئے ملاحظہ ہو باب۔ آبپاشی۔ نظام ساگر۔

اور سچائی کو پسندیدگی سے دیکھتے ۔ حق گو سے دلی کدورت کو گناہ عظیم سمجھتے جس
کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ سے اختلاف کرنے والے بھی آپ کے ثنا خواں ہو جاتے
اِن اوصاف کو اجاگر کرنے والا وصف آپکی تہذیب و شائستگی اور اخلاق
کی ہمہ گیری تھی ۔ مستقبل بعید میں بھی جو ترقیاں نظام آباد میں ہونگی وہ بلا شبہ
آپ کے ابتدائی تحریکات کا نقش ہونگی ۔ کیونکہ آپکی وسعت نظر نے صدیوں کا
پروگرام بنا ڈالا ۔ باوجود اس کے کہ آپ سیولین نہیں تھے ۔ حکومت نے
سیولین حضرات کو آپ کے پاس ہر جہتی معلومات حاصل کرنے کے لئے بار بار
متعین کیا و نیز نواب ظہیر الدین خان بہادر خلف نواب معین الدولہ بہادر صاحب
پائیگاہ کو حصول معلومات کے لئے نظام آباد ہی کو منتخب کیا گیا ۔
(چونکہ آپ کا تبادلہ ہو چکا تھا اس لئے نواب صاحب بہادر نے قاضی زین العابدین
صاحب تعلقدار وقت کے زمانہ میں حصول معلومات کی تکمیل فرمائی) آپکے
جانے کے بعد سر اکبر حیدر نواز جنگ بہادر صدر اعظم باب حکومت نے بتاریخ
۱۲ر آذر ۱۳۴۷ف بمقام ٹاؤن ہال جواب اڈریس میں ارشاد فرمایا کہ "مرزا
محمد بیگ صاحب اول تعلقدار کی حسن کارگذاری سے نظام آباد نے جو غیر
معمولی ترقیاں کی ہیں ۔ اس کو دیکھنے کے لئے باوجود اپنی اہم مصروفیات
کے یہاں پہونچا ۔ اور ان کی کارگذاریوں کو نہایت عظمت قدر
منزلت کی نظروں سے مسرور ہو کر دیکھا ۔"
یہ بیان خود آپکے حسن عمل کا مصداق ہے ۔ نمبری مقدمات سے آپکو زیادہ دلچسپی
نہ تھی ۔ اس لئے کہ ہر وقت مسائل نظام ساگر پیش نظر رہتے تھے ۔ جمعبندی کے
مسائل خصوصاً نہر نظام ساگر کے تحتی زمینات کا نہر اور آپکے خاص توجہ کا مرکز ہو جاتا تھا ۔

جو رعایا ر کے حق میں سختی پر منتج ہوتا۔ کیونکہ نئے نئے قواعد بندوبست نظام ساگر نافذ ہوئے تھے۔ جس نے مالگزاری کے دھاروں میں وزن پیدا کردیا تھا اور رعایا زراعت پیشہ اس سے نجات حاصل کرنا چاہتی تھی۔ لیکن آپ پر ان قواعد کو عملی جامہ پہنانے کا فرض عاید ہوتا تھا ف

آپ کے پیش نظر زمانہ مستقبل کے زرین فوائد تھے۔ اور رعایا تنگ حالی وعسرت کے باعث دیوانی ہو رہی تھی۔ تاہم تجربہ و حالات کے تحت آپ نے تمام اعتراضی مسائل پر ضرور غور کیا۔ جس کی ضرورت رعایا کو تھی۔ بلاشبہ آپ کے جانے کے چار سال بعد ہی رعایا ر نے آپ کی ان پیش گوئیوں کو جو مستقبل کے لئے خوش حالی کی ضمانت (نہر نظام ساگر کی وجہ) بتلائی جاتی تھیں سمجھنے لگی ہے۔ کیا عجیب کہ مستقبل قریب ہی رعایا ر زراعت پیشہ اپنی گذشتہ مصیبتوں کو بالکل بھول جائے۔ اور ہر طرف مرفہ الحالی نظر آنے لگے ف

(خدا کرے کہ ایسا ہو) آپکے زمانہ کے تعمیری کام جسکی ابتدا و انتہا آپ ہی کے ہاتھوں ہوئی حسب ذیل ہیں۔

دار البلد (ٹاون ہال) کتب خانہ جوبلی عثمانیہ۔ زچگی خانہ۔ برکت پورہ مستعد پورہ۔ مزدور پورہ۔ صدر بنک۔ مارکٹ برکت پورہ و بازار جمعرات

ف۔ ۱۳۳۸ف سے مولف کو آپکے مرتبہ مسودہ قواعد کے متعلق بحیثیت ترجمانی رعایا شدید اختلاف رہا۔ جس کا ثبوت مشیر دکن روزنامہ و رسالہ مطبوعہ تین سال و نیز او تین سال اور کتاب تلنگانہ کی اخبار رعیت کے مضامین سے مل سکتا ہے۔

ف۔ مولف کو آج بھی مستقبل میں مایوسی نظر آرہی ہے خدا کرے کہ میرا خیال غلط ثابت ہو اور نہر نظام آباد کے لئے کامیاب نظر آئے۔ آمین۔

قوت خانہ برقی۔ سڑک عقب کوٹ خندق کوٹ کی بھروائی۔ بچوں کے تفریحی مرکز۔ راستہ ہائے دیہی۔ تنظیم دیہی۔ دواخانہ یونانی۔ مثل روڈ اندرون آبادی۔ جدید آبادی بودھن۔ آرمور کا ماریڈی۔ توسیع مسافر بنگلہ درستی باغ عام۔ جدید ڈیویژن بورلم و تحصیل بانسواڑہ۔ آپ کے مرتبہ اسکیم حسب ذیل ہیں جو آپکے زمانہ میں لغرض منظوری روانہ صدر ہو چکے تھے۔ یا زیر غور تھے۔ اور بعد میں تکمیل کو پہونچی۔

ڈرینج واٹر ورکس۔ سٹرت نیپہ خانہ تا بڑا بازار (موسوم اعظم روڈ)[ف] دارالاقامہ مثل اندازی گنج۔ انجمن تجارت پیداوار۔ شوگر فیاکٹری۔ ماڈل ویلیج[ف۲]۔ راستہ پھولانگ و گڑھی کی توسیع۔ حصار قبرستان۔ پلاٹ برائے محکمہ جات و مکانات عہدہ داران جدید آبادی کے لئے رنگر دسٹ ینگ آفسر ڈیولپمنٹ بورڈ۔ سلخ گوسفند و گاؤ۔

ف۔ اس تحریک کو مسترد کر کے مرکز بہبودی اطفال بنایا گیا۔ لیکن رقم آپ ہی کے زمانہ میں جمع ہو چکی تھی۔

ف۲۔ جو بزمانہ قاضی زین العابدین صاحب تعلقہ بودھن میں اکبر نگر کے نام سے آباد کیا گیا

قاضی زین العابدین صاحب

خورداد ۱۳۴۵ف تا

آپ جائزہ لیتے ہی نظام ساگر کے زرعی مسائل کی جانب متوجہ ہوگئے
اُن مسائل زرعی میں جس کی وجہ رعایا سخت کرب و بے چینی میں مبتلا
تھی۔ آپ کے زمانہ کارفرمائی میں کچھ سہولتیں فراہم ہوگئیں۔ یعنی آپ
ہی کے زمانہ میں ہلکی آبپاشی کے قواعد میں مزید اصلاحات ہوئے اور
ہر تین سال میں ایک مرتبہ تابی کی معافی کا اصول (اراضی کو قوت
بہم پہونچانے کیلئے) طے کیا گیا[1]۔ آپکی یہہ توجہ رعایا کے لئے نہ صرف
قابل منت پذیری ہوئی۔ بلکہ آئندہ زمانہ بھی اس کو فراموش نہ کریگا
آپ کے زمانہ میں مارکٹ اکٹ کا نفاذ ہوا۔ اور مجلس بلدیہ کی تحریک
اور اوس کی منظوری و نیز ۱۳۴۰ف میں اس کا قیام عمل میں آیا[2]
واٹر ورکس و ڈرینج کی منظوری (جو مرزا محمد بیگ صاحب کی انتھک کوششوں
کے باوجود منظور نہ ہوا تھا۔) آخر ۱۳۴۸ف میں اس کام کا آغاز بھی ہوگیا۔

---

[1] ۱۳۳۳ف سے قواعد نظام ساگر و نیز سینگئی و ہارہ جات کے متعلق میں نے
حکومت کو بار بار متوجہ کیا تھا۔ ملاحظہ ہو رسالہ مشیر اہل دہ و پمفلٹ بعنوان "دس سال"
و نیز دوسرا پمفلٹ بعنوان "اور تین سال"۔ بحمد اللہ کہ میری صدائے احتجاج (جو ملک کے
طول و عرض میں گونج رہی تھی جس پر حکومت کو بھی غور و فکر کی ضرورت داعی ہوئی)
صدا بصحرا ثابت نہ ہوئی۔ اور میرے اُن تمام تحریکات پر جسکو عہدہ داران حکومت
نے مضحکہ خیز قرار دیا تھا۔ مجبوراً عمل کرنا پڑا۔ کیونکہ رعایا کی آسائش کیلئے اسکے

آپ نے اپنے پیش رو کے الیٹ اسکیموں کو انتہائی خوش اسلوبی سے جدت
کے ساتھ عملی جامہ پہنا کر منزل ترقی کو آگے بڑھایا جس میں آپکے مددگار و معتمد
مسٹر محمد طاہر دوم تعلقدار کے سعی عمل کو بھی خاص دخل رہا۔ اظہار ہے کہ
اسکیم کے ترتیب دینے کے بعد کس قدر مشکلات اوسکو عملی جامہ پہنانے میں پیش
آتے ہیں۔ اس نقطہ نظر سے قاضی صاحب کی حسن کارگذاری کا ایک
بہترین ثبوت نظام آباد کی ترقیات سے ضرور نظر آتا ہے۔ آپ ہی کے
زمانہ کارگذاری میں کارخانہ شکر [illegible] کا افتتاح بدست حضرت والا شان
پرنس آف برار کے مبارک ہاتھوں ہوا۔ اور [illegible] وڈلی موجودہ صورت
آپ کے زمانہ کی ایک قیمتی یادگار ہے۔

روزگیری کے سامنے [illegible]۔ اور عدالت ضلع کی مغربی سڑک آپکے
خاص اسکیم و تکمیل میں داخل ہیں خصوصاً مرکز بہبودی اطفال و زنانہ
کلب آپ کی ذاتی تحریک اور خاص توجہ کے مرکز ہیں۔ آپ ہی کی سعی
بلیغ سے افتتاح مرکز بہبودی اطفال بدست نواب سر [illegible] اعظم بہادر
آذر ۱۳۴۷ف میں نظام آباد رونق افروز ہوئے۔ جبلی خدمت میں بطور
کاسکٹ نظام آباد کی ترقیوں کا فوٹو البم منجانب مجلس لوکل فنڈ بحیثیت
میر مجلس آپ نے پیش فرمایا۔ اور اکبر نگر و امنہ پور دو مواضعات بطور
ماڈل ویلیج اس یادگار میں سر موصوف اور بیگم سر موصوف کے نام سے
آباد کئے گئے۔ بے روزگاری کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے آپنے
زراعت نگر کی بنیاد تعلقہ آرمور میں ڈالی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ [illegible]۔ سوائے کوئی اور صورت نہ تھی بہرحال واللہ علیٰ کل شئی وکیل ۵

قاضی زین العابدین اول تعلقدار نظام آباد

تاریخ

۱۳۴۹ف

شیخ محمد یوسف - بی - اے - مددگار ناظم تعلیمات سنہ ۱۹۲۵

موضع کلاڑی کی تنظیم دیہی آپکے اور محمد طاہر صاحب دوم تعلقدار کے حسن تکمیل کا ایک نمونہ ہے[۱]۔ آپکی تحریک پر امن سبھا کا قیام نظام آباد میں ہوا۔ اور انجمن تجارت پیداوار کے کاروبار آپ ہی کے رہین منت ہیں بودھن کی نشاط ثانیہ آپکے زمانہ کارفرمائی کی ایک بہترین یادگار ہے۔ آپکی سخت کلامی اور ماتحتین پر سخت گیری کے جو قصص بوقت تبادلہ عام طور پر زبان زد خاص و عام تھے۔ وہ مبنی بر حقیقت نہیں معلوم ہوتے۔ کیونکہ آپ اپنے ماتحتین کے ساتھ انتہائی خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

۱۳۴۷ف میں نظام آباد کی فرقہ واری فضا مکدر ہو گئی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپکی سیاست نے اُس پر کامل فتح حاصل کی رائے عامہ کا اظہار آیندہ مورخ کے لئے۔[۲]

۱؎ محمد رحمت اللہ صاحب دوم تعلقدار نے کام آغاز کیا تھا۔

۲؎ میرے قلم سے رائے عامہ کا اظہار (جسطرح دیگر تعلقداران وقت کے متعلق آزادانہ کیا گیا ہے) خلاف احتیاط ہے اس لے کہ قاضی صاحب میں اور مجھ میں سیاسی کشمکش کی وجہ صفائی نہیں ہے لہذا اس حصہ متن کو آیندہ مورخ کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے گو قابل ستائش امور کو بھی لکھنا نہیں چاہتا تھا۔ کہ کہیں چاپلوسی کا ملزم قرار نہ دیا جاوں لیکن حسن عمل کو پوشیدہ رکھنا ایک مصنف کیلئے عوام کے بے معنے الزام سے بدرجہا بدتر تھا۔ اس لیے اپنے حد علم تک اوس کو ظاہر کر دیا۔ تاکہ میرے قلم سے حسن کارفرمائی زیادہ وزن دار ہو جائے۔ مصنف۔

باب (۵)

زراعت

ف
۱۳۲۲؁ میں ملک سرکار عالی میں کاشت کاروں کو امداد دینے اور بہترین پیداوار حاصل کرنے کے طریقہ بتلانے کے لئے سررشتہ زراعت کا قیام عمل میں آیا۔ اور اس کے کاروبار اضلاع میں آغاز ہوئے ضلع نظام آباد میں بھی اسی سال کام شروع ہوا۔

ف۔ اس سررشتہ کی ضرورت ملک کو ضرور تھی اور ہے جس طریقہ پر یہہ سررشتہ کام کر رہا ہے اُس سے نہ صرف ہم کو بلکہ اہل ملک کو اختلاف ہے۔ کہ ہندوستان کے کاشت کار کو یورپ کے طریقہ کاشت سے کوئی مناسبت نہیں ہو سکتی۔ اور نہ وہاں کے قیمتی آلات زرعی وہ استعمال کر سکتا ہے اس کے لئے تو ضرورت اس کی ہے کہ جدید آلات زرعی اہل ملک کے ہاتھوں تیار کروائے جائیں۔ اور اُس کے استعمال کے فوائد تبلائے جائیں۔ اس موضوع پر میرے پمفلٹ بھی موجود ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ایک عرصہ کے بعد یہہ سررشتہ اب اس اصول کی جانب کچھ متوجہ ہو رہا ہے۔

مصنف

نیشکر کی قیمتی کاشت گر رہی تھی۔ اس لئے نیشکر کا تحقیقاتی مزرعہ ۱۳۲۲ ف
میں امام علی صاحب منتظم کے زیر نگرانی قائم ہوا۔ چونکہ زمین چلبلی اور سکین
ہونے سے تند ہوا کے جھونکے نیشکر کو بلا کوے کے استادہ ہونے نہیں
دیتے تھے۔ اسلئے اسکی اصلاح کے تجربات شروع کئے گئے۔ لیکن بہت
جلد بوجہ قلت آب یہاں سے کاماریڈی میں ۱۳۲۵ ف مزرعہ منتقل کر دیا گیا
جہاں پر ۱۳۲۷ ف میں شیخ محمد یوسف صاحب بی۔ اے۔ جی بحیثیت مہتمم
مزرعہ نے کیمیائی کھاد کے ذریعہ آزمائش شروع کی۔

۱۳۲۹ ف میں ظہیر حسین صاحب ناظم سررشتہ جب مقرر ہوئے تو
ایک اسکیم مرتب کیا کہ مختلف اقسام کے تجربہ کئے گئے۔ مزرعہ کاماریڈی
میں علاوہ نیشکر کے کمبوڑ کپاس دھان۔ ہلدی۔ مونگ پھلی کے متعلق بھی
تجربات جاری تھے۔

۱۳۳۸ ف میں کاریڈی سے مزرعہ برخاست کرنے کے بعد تحت
خزانہ آب نظام ساگر شیخ صاحب کے زیر اہتمام ایک مزرعہ قائم کیا گیا۔
کیونکہ نظام ساگر کے تحت قیمتی فصول کو کامیاب بنانا ازبس ضروری تھا۔
اس مزرعہ میں کویم بتور نمبر (۲۱۳) کا نیشکر قابل اطمینان نتائج کا حامل ہوا۔
اور ۱۳۴۰ ف میں اس کے تخم کی تبلیغ کیگئی۔ اور مستقل مزرعہ ضروریات
نہر نظام ساگر کے تحت مستقر رودرور میں قائم ہوا۔ اس مزرعہ پر سید حشمت اللہ
صاحب ۱۳۴۵ ف تک اور بعد محمد جعفر کاظمی صاحب کی حسن کوشش نے مزید دو بہترین
تخم نیشکر نمبر ۴۹۰؛ کویم بتور (۲۸۷) جاوا۔ دریافت کئے جو اسوقت
تک کامیابی سے تمام ضلع میں زیر کاشت ہیں اور نیشکر کا رقبہ تیزی سے بڑھتا

جارہا ہے۔ چونکہ بودھن میں کارخانہ شکر قائم ہو چکا ہے۔ اس لئے
نظام آباد ہی ملک کی تمام ضروریات شکر کے لئے کاشتِ نیشکر کا
ذمہ دار سمجھا جاتا ہے۔

مزرعہ رودرور میں مختلف اقسام کاشت و باغبانی وغیرہ کی آزمائش
جاری ہے۔ اس مزرعہ کو امپیریل ریسرچ کونسل دہلی سے بھی امداد ملتی ہے۔

شعبہ نباتاتی میں دھان نمبر ۵۰۴ و ۲۶۳۳۔ اور کپاس گورانی نمبر (۱۲)
کامیاب ثابت ہوئے ہیں جنکی تبلیغ کیجارہی ہے

چیل سینڈہ کا استیصال ازبس ضروری تھا جس کے لئے بلا کسی خرچ
کے ایسے کیڑے دریافت کئے گئے جن کو اس کی باڑہ میں ڈالدیا جائے
تو دیکھتے ہی دیکھتے اس نباتات کو فنا کر دیتے ہیں اس طرح تمام مقامات
سے سینڈہ کو پاک کر دیا گیا

شعبہ باغبانی میں بھی اچھے قلم و درخت کو تقسیم کیا جارہا ہے۔ شعبہ
افزائش نسلِ مویشی اب اس قابل ہو گیا ہے کہ کاشتکاروں کو عمدہ نسل کے
سانڈ فراہم کرے اور اسی طرح شعبہ پرند بھی مرغیوں کے اچھے اقسام کی نسل
کو پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

سنہ ۱۳۳۹ف سے اس ضلع میں تبلیغی کام شروع ہوا۔ اسوقت ایک
افسر اور (۳) کام گار تھے جو تمام ضلع کے فرائض انجام دیتے تھے۔
سنہ ۱۳۴۲ف میں ایک جدید مددگار ناظم بندوبست قائم کیا جاکر تبلیغی کام کا
اسکیم آگے بڑھایا گیا۔ شیخ محمد یوسف صاحب بلحاظ اُن کے تجربہ دیرینہ
و قابلیت فنی کے یہاں پر مددگار بنادیا گیا۔ آرمور میں بھی ایک فارم تبلیغ مقرر کیا گیا۔

عملۂ تبلیغی اور اسکی تقسیم نقشۂ ذیل سے ظاہر ہوگی ۔

نام دفتر	مستقر	حلقہ	کیفیت
مددگار ناظم زراعت	نظام آباد	ضلع نظام آباد	
افسر زراعت بودھن	بودھن	بالسواڑہ و بودھن	
〃 آرمور	آرمور	آرمور و کاماریڈی	
ڈی مانسٹریٹر	نظام آباد	تعلقہ نظام آباد	
کامگار	نظام آباد	مواضعات بموجب حلقہ بندی	ایک کامگار باغبانی بھی موجود ہے
〃	نوی پیٹھ	〃	
〃	سراج پلی	〃	
〃	بودھن	〃	ایک کامگار باغبانی موجود ہے
〃	کوٹ گیر	〃	
〃	موسرا	〃	
〃	بانسواڑہ	〃	〃 〃 〃
〃	بیکور	〃	
〃	نظام ساگر	〃	
〃	آرمور	〃	〃 〃 〃
〃	بالکنڈہ	〃	
〃	ڈچپلی	〃	
〃	کاماریڈی	〃	

عملہ سررشتہ زراعت کا مقصد یہ ہے کہ رعایا کو ہر ممکنہ طریقہ پر زرعی امداد پہونچائے اور جدید زرعی اصول سے اوسکو واقف کردے۔

رعایا کو امداد دیکر مزرعہ امدادی قائم کرائے جاتے ہیں چنانچہ ۱۳۲۳ف میں سب سے پہلے بمقام نظام آباد امیر علی صاحب نعامدار کو امداد دیکر مزرعہ امداد قائم کیا گیا۔ دوسرا آرمور پر۔ اور تیسرا دواخانہ بشن و چیلی ہیں۔

اسکے علاوہ چھوٹے چھوٹے قطعات کاشتکاروں کے ہی اراضی پر بطور تبلیغ قائم کئے جاتے ہیں جسکی تعداد اس ضلع میں تقریباً پانسو ہے ان قطعات کے اخراجات عام سررشتہ برداشت کرتا ہے۔ اور پیداوار مالک زمین کے حوالہ کردیجاتی ہے (سررشتہ زراعت کو اس قسم تبلیغی کاروبار امداد زراعت جاری کرنے کے لئے سب سے پہلے اس ناچیز مصنف نے اپنے خیالات پیش کئے تھے۔ ملاحظہ ہو شیرال دو ۱۳۲۹ف و اخبار زراعت ۱۳۲۹ف جسمیں مظاہروں پر آزادانہ تنقید کی گئی ہے۔)

نمایش ہر سال وسیع پیمانہ پر نمایش کا انتظام بھی کیا جاتا ہے اور اعراس و جاترا وغیرہ میں بھی اس قسم کے مظاہرہ کئے جاتے ہیں۔ جسکی وجہ عوام کو استفادہ کا موقع ملتا ہے۔ کیونکہ تقاریر کے ذریعہ عوام کو نتائج بتلائے جاتے ہیں۔

مزرعہ ردرور میں ایک زراعتی جماعت کا قیام عمل میں آیا ہے۔ جس میں کاشتکاروں کے لڑکوں کو زراعت کے ترقی یافتہ طریقہ سکھلائے جاتے ہیں[ف]۔ اسی سلسلہ میں انجمن تجارت پیداوار کی جانب بھی اس سررشتہ نے توجہ کی تھی۔ لیکن انجمن ہائے امداد باہمی کے ساتھ حسب وعدہ وہ تعاون نہ کرسکی جسکی وجہ کاروبار

ف مصنف نے جن جن امور کی نسبت سررشتہ کو توجہ دلائی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ سررشتہ نے توجہ کی۔ ملاحظہ ہو رسائل شیرال دو۔ و صراط مستقیم مطبوعہ۔

کامیاب نظر نہیں آتے۔

تنظیم دیہی کے سلسلہ میں بھی یہ سررشتہ سررشتہ مال سے تعاون کر رہا ہے۔ بہرحال شیخ محمد یوسف صاحب مددگار ناظم زراعت نظام آباد کے ایک دیرینہ تجربہ کار افسر ہیں۔ اور رعایا آپ سے مانوس ہے۔ اور اسی طرح ہر دو افسران اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

شکلہ سے کارخانہ شکر سازی کے تحت بھی بمقام اپڑپلی ایک مزرعہ قائم ہوا ہے بظاہر نیشکر کی حد تک سررشتہ زراعت نے کامیاب نتائج پیدا کر دئے ہیں۔ مستقبل اسکے حقیقی نتائج کو بتلائیگا۔

میری ذاتی رائے اس کے متعلق یہ ہے کہ بلحاظ حالات ملک اس سررشتہ کو بہت کچھ ٹھوس کام کرنا ہے۔ اور اسکی ذمہ داریاں تمام سررشتوں سے بہت زیادہ ہیں۔ و نیز عام سررشتہ جات کا تعاون اس سررشتہ سے بھی ضروری ہے۔

باب (۶)

تعمیرات و آبپاشی

نظام ساگر

ضلعبندی کے بعد سے محکمہ تعمیرات کا قیام عمل میں آیا جسکے فرائض میں ذرائع آبپاشی کی تعمیر بھی داخل تھی اور مہتمم تعمیرات بحیثیت مددگار تعلقدار ضلع شاخ تعمیرات فرائض انجام دیا کرتا تھا۔ سنہ ۱۹۰۷ء میں دفتر کی عمارت للعہ کا میں ۵ کے

خرچ سے تعمیر ہوئی۔

نقشہ ذیل سے ذرائع آبپاشی کے اعداد معلوم ہو سکتے ہیں۔

نام ذرائع	سنہ ۱۲۸۱ف تعداد	سنہ ۱۳۱۵ف	سنہ ۱۳۴۷ف	کیفیت
مخزن آب	۰	۰	۳	نظام ساگر۔ علی ساگر۔ ماسائی
تالاب	۷۵۵	۶۰۸	۶۸۶	۵۷ ہزار ایکڑ میں شاخ ہائے نہر نظام
کنٹہ جات	۱۶۳۶	۹۴۱	۱۲۳۶	ساگران اعداد کے علاوہ ہے۔
باولیات	۵۴۵۸	۳۶۱۷	۱۹۵۵	جو ۴۵ ہزار موضعات کو سیراب
دیگر ذرائع نالہ وغیرہ	۲۹۹	۱۹۳	[illegible]	کرتے ہیں۔

تالاب منچپہ گو ہم سمندرم کے نام سے منچپہ کا تالاب زمانہ قدیم میں بڑی اہمیت رکھتا تھا۔

۱۳۰۹ف میں مسٹر ولیسن ناظم تعمیرات نے منچپہ کے خوفناک جنگل میں ۳۱ فٹ تالاب کو جو شکستہ حالت میں چالیس سال سے پڑا ہوا تھا دیکھا اور اسکی تعمیر کی فکر کی۔ چنانچہ مسٹر دانکلی ایک فرانسیسی انجینیر کو ۱۳۱۱ف میں دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس تالاب کے تعمیر میں شیروں نے گونا گوں مزاحمت کی جنکو مار کر کام شروع کرنا پڑا۔ فرانسیسی گتہ دار کا انتقال قبل ختم کام ہوگیا جسکی قبر موضع منچپہ میں اس وقت موجود ہے۔ اسکے بعد اس کا کام حاجی شیخ محمد خاں و ڈھونڈے خان وغیرہ گتہ داروں کو ملا۔ سنہ ۱۳۱۶ف میں پھر یہ تالاب شکست ہوگیا اور اسکی تعمیر میں بہت روپیہ صرف ہوا۔ اس وقت اس تالاب کی کپاسٹی (۳۴ ر ۱۴۳) ناکبہ مکعب فیٹ ہے یہ نظام آباد سے

جانب جنوب (۹) میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اسکے نالے متعدد مواضعات کو سیراب کرتے ہیں۔ پانگرہ کی ندی کا منبع اسی تالاب سے ہے۔ نظام آباد کی جدید آبرسانی کا تعلق اس تالاب سے ہو رہا ہے جسکے بعد اسکی اہمیت میں مزید اضافہ ہوگا۔ یہاں پر دو عیسائیوں کی قبریں ہیں جن پر ۱۶۷۰ء و ۱۶۸۶ء کندہ ہے موقع حالات نظام آباد نے لکھا ہے کہ اورنگ زیب کے زمانے میں ارمنی تاجر دکن میں آئے تھے غالباً یہ انھیں کی قبریں ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کا تعلق اس تالاب کی تعمیر سے کچھ ہو۔ کتبات ارمنی زبان کے ہیں اس سے کچھ معلوم نہ ہو سکا۔

تالاب ماسانی نظام آباد سے دو میل فاصلہ پر جانب جنوب یہ تالاب واقع ہے۔ جس کو نہر نظام ساگر کے ذریعہ تعلقہ نظام آباد و آرمور کے لئے مخزن آب بنایا گیا ہے۔ اسکے پہلے بھی مقصبہ نظام آباد کے ایک وسیع رقبہ کو یہ سیراب کیا کرتا تھا جسکی کپاسٹی فی الوقت (۲۱۰۰۴۵) لاکھ مکعب فیٹ ہے۔

تالاب کیجہ نظام آباد سے ۵ میل فاصلہ پر ایک وسیع پھیلاؤ میں یہ تالاب ہے جسکا شمار نظام آباد کے بڑے تالابوں میں ہوتا ہے۔ اسکی کپیسٹی (۵۵۲/۶۹) لاکھ مکعب فیٹ ہے۔ یہ بھی متعدد مواضعات میں سیرابی کے

ع۵ بوقت ترتیب اسکیم آبرسانی ماسانی کے تالاب سے پمپ کے ذریعہ پانی حاصل کرنے کی رائے تھی بحیثیت رکن بلدیہ مصنف نے اسکی سخت مخالفت کی کیونکہ اسمیں دوامی خرچ اور نفع کم نظر آرہا تھا جس کا نتیجہ پانی گراں قیمت ہوجاتا میر احیال علی ساگر سے پانی لانے کا تھا۔ شیخ محمد صاحب وکیل نے تنجیہ کی نشاندہی کی۔ مسٹر احمد مرزا انجنیر نے اس اسکیم کو مرتب کیا۔

زائض انجام دیتا ہے۔

علی ساگر نظام ساگر کے بعد اس مقام نے خاص شہرت حاصل کرلی ہے۔ پہلے اس تالاب کا نام بلحاظ تعلق موضع "تھانہ کلاں کا تالاب" تھا۔ نظام ساگر کے بعد تعلقہ نظام آباد و بودھن کے لیئے اس کو مخزن آب بنا یا گیا تو اسکی توسیع و تعمیر میں ایک لاکھ روپیہ صرف ہوا امرداد ۱۳۴۰ ف میں مرزا محمد بیگ صاحب کے ہاتھوں اس کا افتتاح ہوا۔ عبدالرزاق صاحب بسمل نے اس تالاب کو علی ساگر سے موسوم کرنے کیلئے جلسہ میں تحریک پیش کی۔ سید دلدار حسین صاحب انجنیر و مرزا محمد بیگ صاحب تعلقدار کی دلچسپیوں نے نہ صرف اس مقام کو ملک کے قابل ناز فرزند علی نواز جنگ کے نام سے موسوم کرایا۔ بلکہ نظام ساگر کے بعد اسکو ایک پرفضاء اور دلکش مقام بنادیا مختصر یہ ہے کہ جس نے علی ساگر کو نہیں دیکھا اس نے نظام ساگر کے ایک دلکش مقام کو نہیں دیکھا یہ تالاب مستقر نظام آباد سے ذریعہ شاہراہ (۹) میل اور ذریعہ سڑک نہر (۷) میل فاصلہ پر ہے۔ یہاں موٹر بس روزانہ چلتی ہے۔ ریلوے اسٹیشن علی ساگر سے دو میل فاصلہ پر تالاب واقع ہے۔

تالاب کے جانب جنوب، ایک بلند پہاڑ پر خوبصورت بنگلہ تعمیر ہوا ہے۔ جہاں موٹر پہونچ سکتی ہے۔ اور تمام رہائشی انتظامات سے یہ بنگلہ مکمل ہے۔ اسمیں قیام کیلئے اجازت کی ضرورت ہے اس تالاب کی کپاسٹی (۲۷) لاکھ مکعب فیٹ ہے۔

گتہ داران نظام آباد میں سب سے پہلے گتہ دار ۱۲۹۰ ف میں مشتاق خان اور حاجی فتح محمد خان۔ اسکے بعد ۱۳۰۵ ف میں اللہ بخش خان و دھونڈے خان شمالی ہند سے آئے۔ مشتاق خان کے فرزند حافظ اصغر علیخان گتہ دار ہیں و نیز دھونڈے خان گتہ دار کے فرزندان و نیز اللہ بخش خان بقید حیات اور نظام آباد میں

اپنے فرائض گتہ داری کو انجام دیتے ہیں۔ سرو رخان گتہ دار بھی نظام آباد کے قدیم سر برآوردہ گتہ داروں اور مخیر ہستیوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ یہ بھی ۱۳۱۴ف سے یہاں مقیم ہیں جو افغانی النسل ہیں۔

قحط سالی

قبل اسکے کہ نظام ساگر کا باب شروع کیا جائے ملک دکن کے اثرات قحط کے سنین کو واضح کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱۲۲۷ف م ۱۸۱۹ء میں کثرت بارش کی وجہ شدت کا قحط واقع ہوا۔

۱۲۴۱ف م ۱۸۳۳ء کا قحط جانی نقصان کیلئے بڑا ہی شدید تھا۔

۱۲۵۴ف م ۱۸۴۶ء میں پھر ایک مرتبہ قحط کا دورہ ہوا۔

۱۲۶۳ف م ۱۸۵۴ء میں فصل خریف کی تباہی سے قحط کے آثار نمایاں ہوئے۔

۱۲۷۹ف م ۱۸۶۱ء میں جو قحط کا سلسلہ شروع ہوا تو کامل چھ سال رہا ظاہر ہے کہ یہ سب سے زبردست قحط ہوگا۔

۱۳۰۸ و ۱۳۰۹ف م ۱۸۹۹ و ۱۹۰۰ء یہ بھی ملک دکن کے لئے قحط عظیم کا زمانہ رہا۔

۱۳۲۸ تا ۱۳۳۰ف یہ بھی امساک باران کی وجہ قحط کے آثار کو لئے ہوئے تھا نظام آباد میں بمقابلہ دیگر اضلاع کے بوجہ وسیع جنگلات و کثرت ذرائع آبپاشی زیادہ اثرات مترتب نہیں ہوئے لیکن پھر بھی زمانہ قدیم کا قحط جبکہ حمل و نقل کے ذرائع اسما نہ تھے۔ بہت ہی خوفناک تھا ۱۳۰۹ف کے زمانہ قحط ہی میں ریلوے کی تعمیر ہوئی اور ۱۳۲۸ف کے قحط میں کثیر معافیات و رقم تقاوی و نیز کارہائے قحط کا بار حکومت نے برداشت کرکے رعایا کی جان بچائی۔ اور عہد عثمانی کے برکات نے رعایا کو

تا گذشتہ کے قحط سالیوں کے واقعات کا احساس بھی ہونے نہ دیا۔ اس مسلسل قحط سالی کے باعث رعایا کی زندگی ہمیشہ معرض خطر میں رہتی تھی۔ اس لئے ہمارے ظل اللہ شاہ عثمان خلد اللہ ملکہ نے اپنی پیاری رعایا کیلئے رب العالمین کے بھروسہ پر نظام آباد میں نہر فیض عثمانی کو جاری کر کے نظام آباد کو دوامی سرسبزی و شادابی کی ضمانت عطا فرمائی۔ یعنی نظام ساگر کی تعمیر کا حکم دیا۔

خداوند تعالےٰ اس مبارک مقصد کو کامیاب کرے۔ آمین۔ ثم آمین۔

اسماء مہتممان آبپاشی و تعمیرات

سنہ تعیناتی — سنہ تعیناتی

(۱) محمد محمود صاحب — سنہ ۱۳۰۵ف — (۱۰) ونکٹا چاری صاحب مہتمم تعمیرات

(۲) جی مک بانس صاحب — سنہ ۱۳۱۰ف — ایس۔ بی راجو صاحب مہتمم آبپاشی

(۳) سی۔ آئی۔ ولمٹ صاحب — سنہ ۱۳۱۳ف — (۱۰) ویاس راؤ صاحب مہتمم تعمیرات — سنہ ۱۳۱۹ف

(۴) ویاس راؤ صاحب — سنہ ۱۳۱۶ف — (۱۲) احمد علی خان صاحب " — سنہ ۱۳۳۱ف

(۵) جی۔ آئی۔ میارٹ صاحب — سنہ ۱۳۲۰ف — (۱۳) غلام محمد خان صاحب مہتمم آبپاشی

(۶) بی۔ وی۔ کرشنا اینگار صاحب — سنہ ۱۳۲۱ف — (۱۴) خیر الدین خان صاحب مہتمم تعمیرات

(۷) سید عطا حسین صاحب — سنہ ۱۳۲۲ف — (۱۵) محمد عظمت اللہ صاحب " آبپاشی ف

(۸) جمیل احمد صاحب مہتمم تعمیرات — (۱۶) محمد ابراہیم صاحب " " — سنہ ۱۳۴۰ف

(۹) عبد السلام صاحب مہتمم آبپاشی — سنہ ۱۳۳۱ف — (۱۷) رام چندر راؤ صاحب " " — سنہ ۱۳۴۲ف

ف ۱۳۳۹ف سے پھر تعمیرات و آبپاشی کا مہتمم ایک کر دیا گیا — (۱۸) ہارڈیکر صاحب " " — سنہ ۱۳۴۴ف

(۱۹) عظمت اللہ صاحب " " — سنہ ۱۳۴۷ف

نظام ساگر

ہندوستان کا ایک تاریخی مخزنِ آب

عہد عثمانی کا زرین کارنامہ

دریائے مانجرا[1] ممالک آصفیہ میں ان تمام دریاؤں سے عظیم تر ہے جس کا منبع اور دہانہ اسی ریاست میں ہے یہ دریا ضلع بیڑ سے نکلتا ہے جس کا منبع موضع پاٹودہ ہے۔ جہاں سے (۳۹۰) میل مسافت طے کرتا ہوا۔ ہر سال ایک کثیر مقدار پانی ملک سرکار عالی سے باہر پھینک دیا کرتا تھا جس سے چھ لاکھ ایکر اراضی فصل تری میں کاشت ہوسکتی ہے۔ اس مسئلہ پر کہ اس دریا سے کام لیا جائے۔ اکثر مرتبہ غور کیا گیا۔ لیکن کسی موزوں مقام پر نظر نہیں پڑتی تھی۔ پرانے زمانہ تعمیر مخزن آب کو پیمائش غالباً سید نظام[2] الدین مرحوم اور پیرنے مسٹر سی۔ سی پال کے سانٹ بیجی لی کے مقام کی نشاندہی کی۔ مسٹر سی۔ سی پال نے بعد معائنہ موقع اس کو آگے بڑھایا نواب علی نواز جنگ بہادر نے موقع کا معائنہ کرنے کے بعد موجودہ مقام کے محل وقوع کو منتخب کرکے کافی غور و فکر کے بعد اس عظیم الشان ساگر کی تعمیر کیلئے باب حکومت میں تحریک پیش کی۔ باوجود اختلاف آرا کے نواب صاحب ممدوح کی انتہائی سعی

ف[1] - ملاحظہ ہو رپورٹ سررشتہ آبپاشی ۱۲۹۰ ف

ف[2] - نظام الدین مرحوم کی رپورٹ اور نقشہ سررشتہ میں محفوظ ہوگا۔

نے محل وقوع کا معائنہ کرنے ۱۳۳۱ف میں نواب امین جنگ بہادر و نواب حیدر نواز جنگ بہادر کو مجبور کیا۔ بالآخر ہمارے دور بین رعایا پرور ظل سبحانی حضرت خسرو دکن ہز مجسٹی میر عثمان علیخان خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ نے بمفاد ملک و رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے اس کو منظور فرما لیا۔

نقشہ و برآورد مخزن آب کے نقشہ جات و برآورد ۱۹۲۰ عیسوی میں مسٹر ٹی۔ ڈی۔ بی بال اکزیکیٹو انجنیئر نے مرتب کیا۔ اور نہر کے نقشہ و برآورد کو مسٹر سید عارف الدین اکزیکیٹو انجنیئر نے ۱۳۳۳ف میں ترتیب دیا لیکن مختلف حالات نے نقشہ نہر میں ترمیمات کی ضرورت پیدا کر دی۔

آغاز واختتام کار مسٹر ٹی۔ ڈی۔ بی بال کے زیر نگرانی ۱۹۲۴ء اوائل ۱۳۳۳ف میں اس کے کام کا افتتاح ہوا۔ اور اس کا سنگ بنیاد مہاراجہ سر یمین السلطنۃ نے رکھا۔ مسٹر بال منبع کے بڑے حصہ کی تکمیل تک ذمہ دار افسر اعلیٰ رہے جب آپ کو عہدہ نظامت پر ترقی ملی تو اپنا جائزہ مسٹر لیس۔ جے تاراپور اکزیکیٹو انجنیئر کو دیکر رخصت ہوئے اور ۱۳۴۰ف میں اس عظیم الشان بند کا کام پایہ تکمیل کو پہونچا۔ بتاریخ ۱۵ ذی الحجہ ۵۲ھ مطابق ۲۵۔ اردی بہشت ۱۳۴۲ف روز شنبہ ۹ بجے صبح حضرت بندگان اقدس و اعلیٰ نے اپنے دست مبارک سے نظام ساگر کا افتتاح فرما کر اس فیض عثمانی کے نہر کو جاری فرمایا جس سے سالانہ (۱۲) لاکھ نفوس کا ارزاقہ زمین نظام آباد سے مہیا کرنیکی ذمہ داری اس ضلع پر گردانی گئی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) اور کروڑ ہا کروڑ حیوان مطلق کیلئے آب و دانہ کا ذریعہ قائم کر دیا گیا۔ افتتاح کے موقع پر علیم صاحب نے جو نظم پڑھی تھی۔ اس کے چند اشعار ہدیہ ناظرین کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

میرے شہ نے نظام آباد کی دنیا بدل ڈالی
نہیں اس سرزمیں کا چپہ چپہ فیض سے خالی

ادب سے جب کیا معروضہ اظہار مسرت نے
دکھایا جوش جب ایثار رعایا کی محبت نے

ادا فرمائی رسم افتتاحی خود بدولت نے
کمال اوج آخر پالیا ساگر کی قسمت نے

رعایا دل سے ہے ممنون اس بندہ نوازی کی
تلطف کی عنایت کی کرم کی سرفرازی کی

حالات تخریب و تعمیر

کار معاوضہ مرزا احمد بیگ صاحب جو ۱۳۲۹ف سے اسپیشل آفسری معاوضہ کا کام انجام دیتے رہے تھے۔ اور عہد عثمانی کے تمام خزائن آپ کے کارہائے معاوضہ کو انجام دیا تھا نظام ساگر کے کارہائے معاوضہ کیلئے آپ ہی کو منتخب کیا گیا۔ ۱۳۴۴ف تک دفتر معاوضہ حیدرآباد میں رہا۔ لیکن آپ نے رعایا کیلئے جانفشانی کے مصائب اور ہمدردی کے لئے قطع مسافت کا خیال رکھکے نظام ساگر کے مستقر کی منظوری حاصل کی۔

تعمیر نظام ساگر کے باعث جو نقصانات ہوئے انکے اعداد حسب ذیل ہیں
(۲۷) مواضعات بالکلیہ غرق ہوئے۔ (۷) مواضعات کی بجملہ اراضی غرق ہونے کے علاوہ آبادیاں متاثر ہوئیں۔ (۲۰) مواضعات کی مختلف اراضی غرق آب ہوئی بجملہ (۵۴) مواضعات متاثر ہوئے۔

اور (۵۶۷۵) محارات حاصل کئے گئے ۔

اور (۵۱۴۵) مالکین مکانات ۔ اور (۴۹۸۸) مالکین زمینات کو ۲۹۸۱۸۵۰ روپیہ معاوضہ تقسیم کیا گیا (۹۲۲) اشخاص کو بالمعاوضہ اراضی موازی ۱۵۱۶ ایکڑ قیمتی (ایک سو ستر) دلائی گئی ۔ (۲۵) جدید آبادیاں قائم کرائی گئیں ریاست میسور میں جو میٹور پراجکٹ تعمیر ہوا ہے ان کے کارہائے تصفیہ معاوضہ سے متعلق یہاں مختصر اعداد کا ذکر بے محل نہ ہوگا ۔

میٹور پراجکٹ میں ۱۴۰۰۰ ایکڑ رقبہ غرق ہوا جسمیں زیادہ حصہ خشکی اراضیات کا تھا ۔ معاوضہ کارروائی میں طویل عرصہ لگا اور افسر و عملہ کے تنخواہوں میں لاکھوں روپیہ (لاکھوں روپیہ) کا صرفہ ہوا ۔

کیونکہ (۹) ڈپٹی کلکٹر مع عملہ کے کارگذار تھے برخلاف اس کے یہاں پر صرف ایک اسپیشل آفسر نے مختصر عملہ کے ساتھ اس قدر وسیع کام کو سرانجام دیا ۔ ظاہر ہے کہ کسطرح شبانہ روز محنت شاقہ برداشت کرنی پڑی ہوگی ۔ دراں حالیکہ دورہ کرکے انفرادی طور پر ہر ایک کے حقوق کا تصفیہ اور نزاعی مقدمات کا انفصال عذرات کی سماعت قلمبندی شہادت اراضیات انعامی میں وراثتوں کا تصفیہ حصہ داروں کے نزاعات اور بے خانماں رعایا کی آسائش و سہولت کیلئے جدید انتظامات بہرحال مرزا محمد بیگ صاحب نے وہ سب کچھ کیا جو ایک حساس فرض شناس ودعی خدمت گذار سرکار کو کرنا چاہئے تھا ۔

انکی اصابت رائے اور انتہائی توجہ کے ساتھ فرائض کی انجام دہی کا ثبوت یہ ہے کہ انکے فیصلوں کی ناراضی سے صرف (۲) مقدمات

پیر بعدالت ہوئے۔ جس میں سے ایک مخالف ایک موافق فیصل ہوا۔ پھر رعایا نے آپکے پیچھے استدادیت کا رونا بھی نہیں رویا۔ کیونکہ معاملات میں انتہائی سچائی کو کام میں لایا گیا۔ اس سلسلہ میں زیر نہر کارہائے ڈیولپمنٹ کے آغاز کرنے کیلئے ارباب صدر کو آپ نے متوجہ کیا۔ اور قواعد کو مرتب کرکے پیش کیا۔ اسی وجہ سے ۱۳۳۹ف میں آپ کا تقرر اسپیشل تعلقداری نظام آباد پر عمل میں آیا۔ اور بہر ۱۳۴۰ف کو آپ صلع نظام آباد کے تعلقدار مقرر کئے گئے ف

مزدور چونکہ یہ کام ملک کا سب سے بڑا تعمیری کام تھا۔ اسلئے مزدور اور سامان کی فراہمی کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ چنانچہ مزدوروں کی تعداد جو بوقت واقعات تعمیر پر کام کر رہے تھے۔ روزآنہ اٹھارہ ہزار نفوس تک پہنچ چکی تھی۔ جو مقامات کویم بتور۔ مدراس۔ بجواڑہ۔ ترچناپلی سیلم۔ سری رنگم۔ کڑپا۔ کرنول۔ نندیال گنتور۔ ڈورناچلم۔ بمبئی۔ ترپتی۔ بمبئی۔ و نیز اضلاع ملک سرکار عالی سے یہاں پر وارد ہو کر کام پر لگ گئے تھے۔ سب سے پہلے مزدوروں میں مالاکونڈو ہولاکونڈہ۔ ڈوراں کے قافلے آئے۔

باربرداری ابتداً اس گھنے جنگل اور کوہستانی مقام پر کام کرنے والے جانور گدھے تھے۔ جنکی لاکھوں کی تعداد کام پر لگی ہوئی تھی۔ تا آنکہ ریل اور ٹرالی ریل تیار نہ ہوئی۔ خصوصاً چونہ موضع رنجنی سے لانے میں جو ۲۰ میل کا فاصلہ تھا۔ اس حیوان مطلق نے اپنی جان کاہی کا ثبوت دیا۔

مقدار مزدوری ہفتہ وار مزدوری دو لاکھ روپیہ تک تقسیم ہوا کرتی تھی۔

گتہ دار قابل ذکر گتہ داروں میں۔ یم۔ جی۔ مہک جی۔ براتن جیون گنگارام

ف۔ مزید کارگذاری کے لئے ملاحظہ ہو باب مالگذاری

دامرا میا۔ وی نرسیا۔ یمی موتی لال۔ دیشواس۔ جیاگنٹی راجنا۔ سری رام بابو حبیب ہادی۔ ویواسنگھاچاری۔ وغیرہ نے بند و نہر کا کام انجام دیا۔ بند پر زیادہ آسانی میں کام ہوا۔ دروازہ ہائے طغیانی تکسن نیلٹ کمپنی کے ذریعہ بنائے گئے۔ اس مقام پر کام کرنے والوں کی صحت و آرام کا خیال خاص طور پر رکھا گیا تھا۔ بجز ۱۳۳۳ ف کے انفلوئنزا کے جو تمام دنیا کو متاثر کیا تھا۔ کوئی خاص متعدی مرض یہاں نہ آسکا۔ جو قابل ذکر ہو۔ اسلئے یہ مقام ایک شہر کی صورت اختیار کر لیا تھا۔ جس کی آبادی (۲۱) ہزار نفوس پر مشتمل تھی جہاں ہر قسم کے اصول حفظان صحت کا خاطر خواہ انتظام تھا۔ برقی روشنی فلٹر کیا ہوا پانی۔ طبی امداد۔ تفریح گاہ۔ مدرسہ بہرحال ہر اس چیز کو یہاں کے باشندے آسانی سے پا سکتے تھے۔ جو ایک شہری زندگی میں ضروری ہو۔ یہ تمام انتظام مسٹر سی۔ سی پال کی خوش سلیقگی کا آئینہ تھا:

سامان تعمیر بجز ناگزیر حالات کے تمام اشیاء تعمیر علی نواز جنگ کی تدبر سار نے ملکی فراہم کر لیا تھا۔ اور اہل ملک کے ہاتھوں یہ عظیم الشان تعمیر مکمل ہوئی۔ کیونکہ انجینیر سے لیکر وڈر تک سب اہل ملک سے تھے کسی یورپی یا بیرونی ملک کے مشورہ کا بھی یہ مخزن آب منت پذیر نہیں رہا۔

کارگذار عہدہ داران حسب ذیل عہدہ داروں نے اس مخزن آب کی تعمیر کا فریضہ انجام دیا۔

نمبر	نام عہدہ داران	عہدہ	نمبر	نام عہدہ داران	عہدہ
۱	نواب علی نواز جنگ بہادر	چیف انجنیر	۳	مسٹر ایس۔ جے۔ تارا پور	اکزکیٹو انجنیر
۲	مسٹر سی۔ سی پال	اکزکیٹو انجنیر	۴	مسٹر عارف الدین	

نمبر	نام	عہدہ	نمبر	نام	عہدہ
٥	مسٹر سجاد مرزا	اکزیکیٹو انجنیر	١٨	مسٹر ایم - اشرف	اسسٹنٹ انجنیر
٦	مسٹر سید دلدار حسین	"	١٩	مسٹر عبدالستار	"
٧	مسٹر لائق علی	اسسٹنٹ انجنیر	٢٠	مسٹر متنا	"
٨	مسٹر ین - ین ریڈی	"	٢١	مسٹر اننت رام	اسٹور آفسر
٩	مسٹر ڈی - ڈی - ریڈی	"	٢٢	مسٹر گاڈ گیل	خزانہ دار
١٠	مسٹر یس - کے - ایر	"	٢٣	مسٹر پدمنا مدلیار	ریلوے
١١	مسٹر عظمت اللہ	"	٢٤	مسٹر وینکٹ سوامی	ہیڈ اسسٹنٹ
١٢	مسٹر نیارنگ نن	"	٢٥	مسٹر نرسہوان چاری	محاسب
١٣	مسٹر جی گوپالن	"	٢٦	نادر نواز خان	ڈاکٹر
١٤	مسٹر جے - ڈی - دین	پیالنس معاون صنعت	٢٧	مسٹر محمد بیگ	اسپیشل آفسر معاون صنعت
١٥	مسٹر ریاض الدین	اسسٹنٹ انجنیر	٢٨	مسٹر غلام حیدر	مددگار معاون صنعت
١٦	مسٹر فرخندہ علی	"	٢٩	مسٹر ستیا چلم مدلیار	اکونٹنٹ
١٧	مسٹر بالا پرشاد	"	٣٠	مسٹر شیخ محمد یوسف	مہتمم رسد عمارت

اورسیر وسپر ویزر سخت ناانصافی ہوگی۔ اگر ذیلی کام کرنے والوں کے نام اس جگہ نہ بتلائے جائیں۔ جنہوں نے بڑی محنت سے فرائض انجام دیے

اورسیران

سید نظام الدین مرحوم ابتدائی سروے - مسٹر شام راؤ - مسٹر راجو - مسٹر ارک سوامی - مسٹر ساجی رام - مسٹر غفور - مسٹر عبداللہ شریف - مسٹر سری نواس وغیرہ محمد یحیی صاحب (جو آج تک بھی بحیثیت مہتمم گیٹ ہاؤز موجود ہیں)

سپروائزران

مسٹر وڈل پلے ۔ مسٹر ناگیشور ۔ مسٹر عبدالعزیز ۔ مسٹر کے وین دیال ۔ مسٹر رنگ نادم ۔
مسٹر سوکیم مدلیار مسٹر محمد یوسف ۔ مسٹر ست گرد پرشاد ۔ مسٹر بھکوتی ۔ مسٹر ایلیک
مسٹر کرشنا سوامی ۔ وغیرہ ۔

فنی حالات تعمیر

اس ساگر کا پختہ بند دو میل طویل ہے ۔ اور (۱۴) فیٹ عریض جس پر
موٹر رانی کے قابل سڑک تعمیر کی گئی ہے ۔ یہ بند دنیا کے بڑے ثقیل المرکز بندوں
میں شمار کیا جاتا ہے ۔ بند کو مستحکم بنیاد پر قائم رکھنے کیلئے ۴۲ ملین مکعب فیٹ
مٹی کی کھدائی اور چٹانوں کی شکست و ریخت کرنی پڑی ۔ بنیاد کی انتہائی گہرائی
سطح زمین سے ۳۷ فیٹ ہے بنیاد کی انتہائی گہرائی سے بند کی بلندی ۱۵۰
فیٹ ہے اور ایسے عمیق مقام پر بنیاد کا زیرین حصہ ۱۲۰ فٹ عریض رکھا
گیا ہے ۔ اس میں (۴۰۸۰۰۰۰۰) مکعب فیٹ کار بندش انجام دیا گیا ۔
اس کا اندازہ یوں لگائیے کہ اگر ایک ۴۰ فٹ چوڑی اور ۳۷ فیٹ اونچی دیوار
سکندر آباد سے لیکر مناڑ تک بنائی جائے تو اس میں بھی تقریباً اسی قدر
کار بندش ہوگا ۔ گویا سد سکندری سے بڑھکر دریائے ماجرا کا رقبہ فراہمی آب
۸۳۶۷ مربع میل ہے ۔ خزانہ آب میں پانی کی درآمد جس وقت کہ دریا میں
طغیانی ہوتی ہے تو (۲۵۰) لاکھ (۲۵) ہزار مکعب فیٹ فی سکنڈ روانی ہوتی ہے جو
دریائے نیل کی طغیانی کے برابر ہے ۔ اور لنڈن کے مشہور دریا ٹیمز کی

طغیانی سے پچاس گنا زیادہ ۔ نظام ساگر کی گنجائش (کپاسٹی) جبکہ تالاب کامل سمائی کی سطح پر ہوگا ۲۷ ارب ۹۷ کروڑ ۔ ۲۰ لاکھ مکعب فیٹ ہے اور پانی کی انتہائی سطح پر یعنی جس وقت طغیانی کے دروازے انتہائی کام کریں گے اوس وقت ۳۵ ارب ۲ کروڑ ساٹھ لاکھ مکعب فیٹ ہوگی ف۱ اور پانی کا عمق ۱۰۲ فیٹ ہے۔ بندش میں اس بات کا خاص اہتمام رکھا گیا ہے کہ پانی کی کثیر ترین مقدار شدید طغیانی کے زمانہ میں چار لاکھ ۲۷ بہتر ہزار مکعب فیٹ فی سکنڈ کے حساب سے فوراً خارج کی جا سکے اس کے لئے بائیں جانب ۱۱ اور دائیں جانب ۲۸ جملہ ۲ خود بخود کھلنے والے دروازے رکھے گئے ہیں ان میں سے ہر ایک دروازہ ۴۰ فیٹ چوڑا ۱۵ فٹ اونچا اور ۳ ٹن وزنی ہے جو اپنے سے دو چند پلڑے سے آویزاں ہے جس کو ایک کھٹکے کی گرفت سنبھالے ہوئے ہے۔ جب پانی انتہائی سطح آب سے ۲ انچ بڑھ جاتا ہے تو وہ ایک چھوٹے سے ظرف میں گرتا ہے۔ جسکو میزان آب کہتے ہیں یہ میزان جب پانی کے وزن سے نیچے اترتی ہے تو کھٹکے کی گرفت کو کھول دیتی ہے توازنی پلڑا تیزی سے نیچے اترتا ہے۔ اور ساتھ ہی اپنے برابر کے دروازے کے کھٹکے کی گرفت کو کھول دیتا ہے اس طرح توازنی پلڑے نیچے کو اترتے اور دروازوں کو بالاتصال یکے بعد دیگرے تیزی کے ساتھ کھولتے جاتے ہیں (۳۰) سکنڈ کے اندر ہی اندر یہ تمام دروازے کھل جاتے ہیں اسکے علاوہ ۸ × ۱۵ فیٹ کے ۹ عدد ریتی صاف کرنیکے دروازے بھی ہیں اس مخزن آب

ف۱ ۔ پانی کے پھیلاؤ کا رقبہ خزانہ آب کے لبریز ہو جانے پر ۵۰ مربع میل وما مخزن کا طول بند تک ۲۴ میل ہے۔

کے شمال مشرقی حصہ سے نہر نکالی گئی ہے جس کا مجموعی طول ۱۱۰۰ میل ہے

نہر کی خصوصیات

نہر کا طول	میلوں میں	۹۸
شاخہائے نہر کا طول	"	۱۱۰۰
شکم نہر کا عرض	فٹوں میں	۱۰۰
نہر میں پانی کی گہرائی	"	۱۰½
نہر میں پانی کی روانی فی ثانیہ (سکنڈ)	مکعب فٹوں میں	۳۴۳۰
تعداد مواضعات جنکی اراضی سیراب ہوگی	"	۳۵۴
نہر سے متاثر ہونے والا تخمیناً رقبہ	ایکڑوں میں	۵۰۳۶,۵۳۷
مجوزہ رقبہ آبپاشی	"	۲,۷۵,۰۰۰
مصارف نہر	لاکھ روپیوں میں	۲۱۴٫۳۵
پراجکٹ کی جملہ لاگت	"	۴۲۶٫۷۹
محاصل	"	۴۶٫۱۹
متوقعہ تخمینہ آمدنی	"	۵۸٫۰۵
کل رقبہ جو نہر سے متاثر ہو سکتا ہے بشرط گنجائش	ایکڑوں میں	۵۰۳۶,۵۳۰

گھوڑوں کی طاقت برقی جو صدر توم پر فراہم ہو سکتی ہے (K.W.۵۵۰۰) ہے
پراجکٹ کی جملہ رقم بموجب برآورد سوا چار کروڑ روپیہ سکہ عثمانیہ ہے جس
کے منجملہ بند کی رقم تقریباً دو کروڑ ساڑھے بارہ لاکھ روپیہ ہے اور باقی
۲ کروڑ ۱۲ لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ نہر کی لاگت ہے باوجود بند کی اتنی
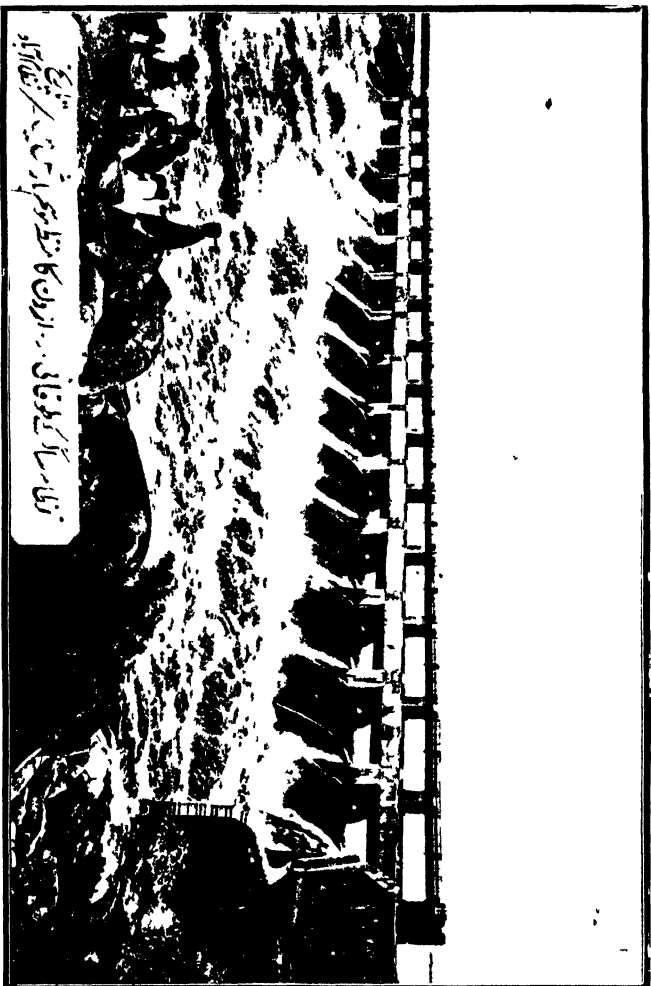
نظام ساگر کے طوفانی . . ازدن کا منظر موسم بارش میں — تاریخ نظام آباد

سون برج گوداوری

تاریخ نظام آباد
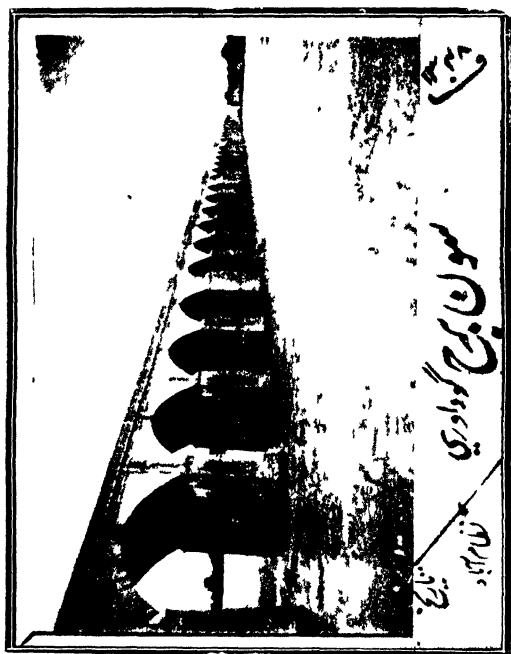
سنگینی اور نہر کی طوالت کے ہماری حکومت نے نہایت کفایت شعاری سے کام لیکر محض نواب علی نواز جنگ بہادر کے فکر و تنظیم کے سبب اس عظیم الشان اور بے نظیر کام کو صرف سوا چار کروڑ میں مکمل کر دیا۔ حکومت کی کفایت شعاری اور حسن انتظام کا اندازہ لگانے کے لئے بہتر ہے کہ ہم ہندوستان کے مشہور بند کرشنا راج ساگر (میسور) کا مقابلہ نظام ساگر سے کریں مخفی مباد کہ اس بند کو بھی ہندوستان کا سب سے بڑا بند کہا جاتا ہے۔

	کرشنا راج ساگر	نظام ساگر
بند	ایک میل، ۶ فرلانگ	۲ میل
عمیق	۱۴۵ فیٹ	۱۰۵ فٹ
دریا کا رقبہ فراہمی آب	۴۰۰۰ مربع میل	۸۳۴،۶ مربع میل
لاگت	۲ کروڑ ۹۷ لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ	۲ کروڑ ۱۲ لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ

خصوصیات

میسور کے کرشنا راج ساگر۔ اور سیا کر بیارج کو سامنے رکھکر مصارف کا اندازہ کیا جائے، تو ظاہر ہوگا کہ اس بند کی تیاری میں کسقدر کفایت شعاری کو کام میں لایا گیا ہے سب سے بڑھکر خصوصیت یہ ہے کہ کسی یورپی انجینیر کی رائے کو اس میں دخل نہیں رہا۔ اور عہد عثمانی میں ملک دکن

ف۔ کرشنا ساگر میسور کے مصارف دو کروڑ ستانوے لاکھ پچاس ہزار جسکا بند ایک میل ۶۔ فرلانگ ہے۔ ف۔ سیاکر بیارج۔ کے مصارف (۲۳) کروڑ ہیں۔ جس کے تحت (۵) لاکھ ایکر اراضی سیراب ہوگی۔

کا سب سے پہلا ساگر دنیا کے ساگروں کی فہرست میں قابل ذکر قرار پایا ہے

تعمیرات

سوان برج عہد عثمانی میں یوں تو سررشتہ تعمیرات نے بہت سے پل بنائے لیکن یہ پل عہد عثمانی کا سب سے بڑا پل ہے کیونکہ اس مقام پر دریا میں (۴۳۰۰) مربع میل کے رقبہ کا پانی بہتا ہے۔ طغیانی میں ہر لمحہ ۱½ لاکھ مکعب فٹ کی رفتار سے اس مقام پر پانی رواں رہتا ہے اس پل کی (۲۶) عظیم الشان کمانیں ہیں یعنی ہر کمان (۶۰) فیٹ کی ہے اس کار تعمیر میں بارہ لاکھ مکعب فٹ چونہ اور پتھر صرف ہوا۔ پل پر جو سڑک ہے اُس کا عرض ۲۲ فیٹ اور طول (۲۷۰۰) فیٹ ہے۔ جس پر ساڑھے دس لاکھ روپیہ سکہ عثمانیہ کا صرفہ عاید ہوا۔ آغاز کار ۱۳۳۹ف کے آخر میں ہوا اور بتاریخ ۲۶ اردی بہشت ۱۳۴۰ف یعنی نظام ساگر کے افتتاح کے بعد ذات شاہانہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کا افتتاح فرمایا جس سے رعایا کیلئے انتہائی آسائش و اطمینان کا ایک باب کھل گیا۔ کیونکہ ڈیڑھ میل مسافت طے کرنے کے ذریعہ عبور و مرور جان کی بازی لگانا تھا۔ نہ معلوم کتنی ہزار جانیں نذر آب ہو گئیں۔ آج ہر وہ انسان جو اس پر سے گذرتا ہے۔ بے ساختہ اپنے بادشاہ کیلئے شاہ عثمان زندہ باد۔ دولت آصفی پاینده باد کی دعا دیتا ہے ؁۱

؁۱ حسن اتفاق کہ بتاریخ ۲۱ بہمن ۱۳۴۱ف اس پل کے تعمیر کو دیکھنے میں چلا گیا۔ اس وقت چھبیسویں کمان کا سنگ بنیاد رکھنے عبدالکریم صاحب گتہ دار کسی معصوم

سالورہ برج اس کی تعمیر سے ناندیڑ کا راستہ قریب تر ہو جائے گا۔ پہلے سنہ ۱۳۴۲ف اس کی تعمیر ہوئی۔ لیکن ناقص ہونے کی وجہ از سر نو سنہ ۱۳۴۷ف میں تقریباً ایک لاکھ کے صرفہ سے تعمیر ہو رہا ہے جو غالباً آخر سنہ ۱۳۴۹ف تک مکمل ہو جائے گا۔ اس برج کے تعمیر کے انچارج عبدالعزیز صاحب مددگار تعمیرات ہیں۔ گتہ دار رام کیشو ستھرا ہیں۔

پانگرہ برج نظام آباد سے آرمور گذرتے ہوئے بڑی دشواری تھی کہ راستہ میں ایک چھوٹی سی ندی پانگرہ کی وجہ دو دو روز آمد و رفت موقوف ہو جاتی۔ سنہ ۱۳۴۲ف میں اس پر پل تعمیر کیا گیا جسکی وجہ آمد و رفت کی سہولت ہو گئی۔ اس پل کی لاگت ۲۱ ہزار روپیہ ہوئی۔

پھولانگ برج اندرون آبادی داخل ہونے کیلئے بعض وقت ۲۴ گھنٹے انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اور یہ موقع بڑا ہی تکلیف دہ ہوتا کہ حیدرآباد سے (۱۰۳) میل بلا روک ٹوک آنے کے بعد دو فرلانگ جب نظام آباد کے داخلے کیلئے باقی ہیں۔ تو سامنے آبادی کو دیکھتے ہوئے پریشان حال کھڑے ہیں۔ اس تکلیف کو مسٹر ایرچ شاہ تعلقدار کے حسن توجہ نے دور کر دیا۔ اور ایک سمنٹ کے پل کی تعمیر سنہ ۱۳۴۵ف میں شروع و مکمل ہوئی جس کی وجہ عبور و مرور کی انتہائی سہولت پیدا ہو گئی۔ اسکی لاگت ۷۶ ہزار روپیہ ہوئی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۶ بچے کی تلاش میں تھے کہ میرے ساتھ میرا بڑا لڑکا ابو سعادت حامد غلام دستگیر کمسن تھا۔ گتہ دار صاحب موصوف نے اسکو منتخب کر کے اُس کے ہاتھوں سنگ بنیاد رکھوایا معلوم ہوا کہ یہاں کا سنگ بنیاد انہوں نے کسی نہ کسی کمسن معصوم بچے کے ہاتھوں رکھوایا ہے۔ وہ سب سے پہلے صاحب موصوف نے اسکی تحریک کی تھی۔

ہلدی برج | بودہن اور ایڑملی کے درمیان ۱۳۴۲ف اس پل کی تعمیر ہوئی۔ جس پر [illegible] روپیہ کا خرچ آیا۔ یہ ار۔ سی۔ سی۔ یعنی سمینٹ کا پل ہے۔

باب (۷)

انتظام جنگلات

ضلع بندی سے قبل جنگلات کی نہ تو کوئی قدر و قیمت تھی اور نہ انتظام جس کا جی چاہا اور جس نے چاہا قطع و بریدیداوار صحرائی کرلی۔ ضلع نظام آباد کا صحرا ملک سرکار عالی کا بہترین صحرا تھا۔ کیونکہ ضلع عادل آباد کا صحرا بھی اسی میں شامل تھا۔ جو آج تک ملک میں قابل قدر ہے۔ ۱۲۹۵ف میں ضلع ہذا پر محمد اسمعیل خان صاحب داروغہ چوبینہ۔ دوم مددگار صاحب چوبینہ صوبہ شمالی کے تحت تھے جنکی تنخواہ (سے) تھی۔

(اُس زمانہ میں صدر مہتمم چوبینہ عباس بیگ صاحب اور مددگار چوبینہ سمت شمالی مسٹر چارلس تھے۔)

۱۲۹۸ف میں احمد خانصاحب داروغہ و محمد یونس صاحب داروغہ کا تقرر ہوا دفتر داروغگی نظام آباد کا مستقر نرمل پر تھا۔ کیونکہ صحرائے عادل آباد بھی اسی کے تحت تھا۔

فہرست پٹیات جنگلات ۱۲۹۸ف

سرپور۔ بورلم۔ کنگوٹ۔ اسلاپور۔ اندلوائی۔ یلاریڈی۔ اندور۔

بیمگل۔ بند کھیڑ۔ رودرور۔ اٹنور۔ نرساپور۔ تماپور۔ نرل۔ کلیانی۔ میدک دودگاؤں پیپری۔ سرلیہ۔ تعلقہ ایدلا آباد۔ (عادل آباد) ۱۳۰۱ف میں یہ ضلع دفتر جنگلات کا مستقر قرار پایا اور مددگار ناظم جنگلات صوبہ بیدر کے تحت رہا۔ جس پر محمد جمال الدین حسینی بحیثیت مددگار صوبہ بیدر مستقر را ایم بیٹھ کار گذار تھے۔ ۱۳۱۰ف میں دفتر مددگاری نظامت کا مستقر اس ضلع کو قرار دیا گیا۔ اور مسٹر پیاٹرج جنگلات آفسر مقرر ہوئے

قیام ڈویژن کے بعد سے حسب ذیل عہدہ دار کار گذار رہے

سلسلہ نشان	نام مددگار	تاریخ و سنہ جائزہ
۱	مسٹر پیاٹرج	۱۳ آذر ۱۳۱۰ف
۲	مسٹر آر۔ سی۔ فیارل	۱۷ اسفندار بہمن ۱۳۱۵ف
۳	احمد محی الدین صاحب	۱۵ [illegible]ی ۱۳۱۹ف
۴	محمد مولا بخش صاحب	۱[illegible] ۱۳۲۵ف
۵	سید محمود رضوی صاحب	۱[illegible] ۱۳۳[illegible]ف
۶	مسٹر لیس۔ سی۔ ایڈورڈس	[illegible] ۱۳۳۶ف
۷	مسٹر دامتا راؤ	۱۲ آذر ۱۳۴۰ف
۸	سید محمد فریدالدین خان صاحب	۲۰ [illegible] ۱۳۴۵ف
۹	عبدالعزیز صاحب	۲۱ شہریور ۱۳۴۷ف

مشمول و خروج: ۱۳۱۵ف میں ڈویژن کریم نگر اور ۱۳۲۲ف میں ڈویژن میدک نظام آباد سے علحدہ ہوگئے۔

اور ۱۳۲۵ف میں رینج یلا رڈی میدک میں اور کولاس ناندیڑ میں شریک ہوئے۔ را مارڈی کا جدید رینج ۱۳۳۲ف میں قائم کیا گیا۔

رقبہ صحرا ر اعداد ذیل کے دیکھنے سے رقبہ محصورہ کے مدوجزر کے معلومات ہو سکتے ہیں۔ سنہ ۱۳۱۰ف میں ضلع ایلگندل (کریم نگر) کا رقبہ بھی اس ضلع میں شامل تھا۔

ضلع ایلگندل تعلقہ مہادیو پور۔	[illegible] یکر = ۴۹۶ مربع میل
سدی پیٹھ	[illegible] یکر = ۲۰ ″
نظام آباد۔ منجبہ	[illegible] یکر = ۷۵ ″
حاجی پور	[illegible] یکر = ۱۶ ″
جملہ	[illegible] یکر = ۶۰۷ مربع میل

رقبہ جنگلات جملہ رقبہ جنگلات (۲۰۵۵۰۰) یکر ڈیویژن نظام آباد کے تحت ہے جسکی تفصیل تختہ محصورہ اور غیر محصورہ سے ظاہر ہوگی۔

سنہ	محفوظ		غیر محصورہ		کیفیت
	یکر	مربع میل	یکر	مربع میل	
سنہ ۱۳۱۰ف	۵۸۰۸۵۴ [illegible] یکر	۱۰۷			یہ رقبہ محصورہ تھا
سنہ ۱۳۲۰ف	۱۵۲۰۹۸ [illegible] یکر	۲۳۷/۶۵	[illegible] ۰۰۰	۱۲۵	
سنہ ۱۳۳۰ف	۳۰۲۳۳۰ [illegible] یکر	۱۷۵/۹۸	۹۰۹۱۱ [illegible]	۱۴۲/۸۱	

سنہ					
سنہ ۱۳۴۰ ف	۳۰۶۵۷۶ ایکر	۴۷۹/۳۰	۶۶۷۹۶ ایکر	۱۲۰	
سنہ ۱۳۴۱ ف	۱۲۰۲۱۳ ایکر	۳۴۴/۳۵	۱۶۸۵۷ ایکر	۲۶/۳۲	

سنہ ۱۳۴۲ ف میں محصورہ کا رقبہ ۲۸۵۸۱ ایکر رہا۔

رینج - حسب ذیل رینج اِس وقت ڈیویژن میں قائم ہیں۔ نیمبیہ پانسواڑہ - بارپدی - بھیگل - سرسلہ۔

تفصیل ذرائع آمدنی - حسب ذیل مدات صحرائی ذرائع آمدنی سررشتہ جنگلات ہیں۔ چوبینہ ہمہ اقسام - ہیمہ سوختنی و کوئلہ - بانس بنگ نیچرائی گھانس - برگ آبنوس - ثمرہ درختاں - پیداوار خفیف شہد - موم حلیلہ وغیرہ -

جرمانہ و معاوضہ نقصان صحرا

ان ابواب میں سب سے زیادہ چوبینہ اور ہراج برگ آبنوس کے ذرائع ہیں۔ جنکی مانگ سنہ ۱۳۳۴ ف سے بڑی شد و مد کے ساتھ ہوتی رہی ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۳۴۲ ف میں برگ آبنوس کی آمدنی تقریباً چالیس ہزار ہوئی۔

آمد و خروج - آمدنی و خرچ کا مد وجزر تختہ ذیل کے ملاحظہ سے واضح ہوگا۔

سنہ	آمدنی	خرچ	کیفیت
سنہ ۱۳۱۰ ف	۶۳۲۴ ۱۰/۱۰	۱۱۵۵۹ ۱۱/۳/۴	

بانسواڑہ رینج میں۔ بمندیو پلی، حاجی پور۔ ہنماجی پیٹھ ۵ میل ۱۳۴۶ف

(۲) رینج بیگل۔ ویون پلی گھاٹ روڈ ۔ ۶۰۰ فرلانگ ۱۳۴۲ف

" مانال بیریمڈلہ ۔ ۹ میل ۱۳۴۵ف

" بیرلہ گھاٹ روڈ ۔ ۲ فرلانگ "

" بیریمڈلہ گرجن پلی ۔ ۱۰ میل "

(۳) رینج منجیرہ ۔ ملکا پور تا منجیرہ ۔ ۱۱ میل ۱۳۴۷ف مد ۱۰۶۸۰

تعمیرات امکنہ۔ ۱۳۱۹ف میں دفتر ڈویژن کی عمارت مالیہ کے صرفہ سے بنی۔ اور ریسٹ ہاوز حسب ذیل مقامات پر ۱۳۴۲ف سے ۱۳۴۵ف تک تیار ہوئے ہیں۔ حاجی پور۔ ارسہ پلی۔ اکاپلی مینڈہورہ۔ ابراہیم پٹن۔ مانال۔

قیام نرسری۔ مزارعین نظام آباد کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے تحت رینج بانسواڑہ اور منجیرہ کے تحت میں سبز کھاد کے لئے انتظامات پلانٹیشن و نرسری کا قیام حسب ذیل مقامات پر عمل میں آیا ہے۔

نام رینج	مقام	رقبہ	
رینج بانسواڑہ ۔	ترملاپور نرسری	عہ ایکر	۱۳۴۱ف
بانس بنک پلانٹشن (کاشت)		۷ ایکر	۱۳۴۲ف
ترملاپور کرنج پلانٹشن (کاشت)		عہ ایکر	۱۳۴۱ف
کاشت سرو ۔	مخدوم پور ۔	عہ ایکر	۱۳۴۴ف
کاشت کرنج ۔	ابراہیم پیٹھ ۔	۱۰ ایکر	۱۳۴۳ف
"	"	الع ایکر	۱۳۴۵ف

کاشت کرنج - بورلم - ۱۴ عصم ایکر ۱۳۴۵ف
منجپہ رینج - نرسری موسرہ مد ایکر ۱۳۴۵ف
بالس پلانٹشن موسرہ للعہ ایکر ۱۳۴۵ف
تیاری سبز کھاد پرکڑ - للعہ ایکر ۱۳۴۷ف
تیاری سبز کھاد توی پیٹھ - للعہ ایکر ۱۳۴۷ف

عملہ سررشتہ متعلقہ وضلع - ضلع ہذا میں ایک مددگار ناظم اور ایک نائب مددگار [illegible] اور (۵) رینج آفسر یعنی امتار اور (۴) نائب امین (۶) جمعدار (۱۵) چوکیدار کارگذار ہیں۔

باب ۵

کروڑگیری

۱۳۰۹ف میں جب کہ اسٹیشن نظام آباد قایم ہوا تو دفتر ناکہ کروڑگیری بھی ساتھ ہی قائم کیا گیا۔ ابتدا میں نائب امینی تھی۔ ۱۳۱۷ف میں امینی کا دفتر قائم ہوا۔ اسفندار ۱۳۲۵ف میں کام کی کمی کی وجہ امینی تخفیف ہوکر نائب امینی قایم ہوئی۔ فی الوقت نائب امین کا درجہ ہے محی الدین احمد صاحب موجودہ ناظم کروڑگیری نے ابتدا اس پیشے کی امینی کا جائزہ خورداد ۱۳۱۹ف میں حاصل کیا اور پھر ۱۳۲۱ف تک یہاں کارگذار ہے۔ نظام آباد کے دفتر کروڑگیری کو بجا طور پر ناز ہے کہ اس کا امین

حصہ سوم انتظام مملکت

باب ۹

عدالت

قبل ضلع بندی دفتر قضارت میں مقدمات - دیوانی و مالی - و فوجداری کے فصل خصومات کا کام ہوا کرتا تھا - جب کوئی قاضی وقت کے فیصلے سے ناراض ہوتا تو عدالت بادشاہی میں مرافعہ کیا کرتا - جس کا مستقر حیدرآباد تھا - ضلعبندی کے بعد سے عدالت ہائے دیوانی و فوجداری کے انتظامات ملک سرکار عالی میں شروع ہوئے اول تعلقدار ضلع ناظم ضلع کے نام سے موسوم کیا گیا - اور عدالت دیوانی کیلئے ایک ناظم مقرر ہوا - جس کو فوجداری میں مددگار ناظم ضلع کے اختیارات بھی تھے - وہ جائنٹ مجسٹریٹ کہلاتا تھا - سررشتہ مال کے عہدداران دوم وسوم تعلقدار و تحصیلدار کو دیوانی و فوجداری اختیارات تھے - جو مال یا عدالت کے فصل خصومات کے فرائض انجام دیتے -

۱۳۲۸ ف میں انتزاع اختیارات عہدہ داران انتظامی سے (یعنی مال و کوتوالی جو تعلقدار ضلع کے تحت تھے) فوجداری و دیوانی اختیارات لے لئے گئے - اور چند ایسے اختیارات تعلقدار و مددگار

تعلقدار کو عطا کئے گئے جو انتظامی نقطہ نظر سے ضروری تھے۔ اسکے بعد ہر تعلقہ کیلئے ایک منصف مقرر کیا جاکر عدالت کو راست معزز مجلس عالیہ عدالت کے تحت کر دیا گیا اس انتظام کو رعایا نے انتہائی مسرت سے دیکھا۔ عہد عثمانی کا یہ زرین کارنامہ ہے جس کو حکومت ہند بھی آجتک انجام نہ دے سکی درآن حالیکہ وہ اس کی ضرورت کو شدت سے محسوس کر رہی تھی۔ اور کر رہی ہے منصفی نظام آباد ۱۳۴۷ف میں بوجہ کمی مرجوعہ تخفیف کر دی گئی۔ اور اس کا کام عدالت ضلع میں ضم کر دیا گیا۔ ۱۶- آبان ۱۳۴۸ف کو پھر اسکا قیام عمل میں آیا احمد بن شبر صاحب منصف نے جائزہ لیا

عمارات - عدالت ضلع کی عمارت ۱۳۲۶ف میں مکمل ہوئی۔ اور منصفی کی عمارت ۱۳۳۵ف میں اول الذکر کی تعمیر پر ۔۔۔ روپیہ اور ثانی الذکر پر ۔۔۔ روپیہ صرف ہوا۔

نظمائے ضلع جو کرسی عدالت پر کار فرما رہے

نمبر شمار	اسمائے نظماء عدالت	[illegible]	نمبر شمار	اسمائے نظمائے مستقل	[illegible]
۱	قاضی بہاء الدین صاحب	سنہ ۱۲۹۰ف	۶	محمود خانصاحب	سنہ ۱۳۰۱ف
۲	قاضی عبد القادر صاحب	سنہ ۱۲۹۲ف	۷	شبیر علیخانصاحب	سنہ ۱۳۰۲ف
۳	مجیب اللہ صاحب	سنہ ۱۲۹۴ف	۸	سخاوت حسین خانصاحب	-
۴	نجم الدین صاحب	سنہ ۱۲۹۵ف	۹	رائے بالمکند صاحب	-
۵	عبد الکریم صاحب	سنہ ۱۲۹۶ف	۱۰	بھاگوت پرشاد صاحب	-

نمبر	نام	سنہ	نمبر	نام	سنہ
۱۱	سید حسین صاحب جوشؔ	سنہ ۱۳۰۷ ف	۲۱	ابو سعید مرزا صاحب	سنہ ۱۳۳۰ ف
۱۲	محمد اسحاق صاحب	سنہ ۱۳۰۵ ف	۲۲	اصغر علیخان صاحب	سنہ ۱۳۳۲ ف
۱۳	سید حسین صاحب جوشؔ مکرر	سنہ ۱۳۰۹ ف	۲۳	عبد السلام صاحب	سنہ ۱۳۳۶ ف
۱۴	محمد حسن یاور خان صاحب	سنہ ۱۳۱۰ ف	۲۴	مرزا عباس بیگ صاحب	سنہ ۱۳۴۳ ف
۱۵	حبیب اللہ صاحب ادیب	سنہ ۱۳۱۴ ف	۲۵	عباس حسین خانصاحب	سنہ ۱۳۴۴ ف
۱۶	رضی الدین احمد المخاطب عماد جنگ	سنہ ۱۳۱۴ ف	۲۶	مرزا محمد بہادر صاحب	سنہ ۱۳۴۵ ف
۱۷	عبد الکریم صاحب	سنہ ۱۳۱۷ ف	۲۷	عبد المقیت خانصاحب	سنہ ۱۳۴۷ ف
۱۸	امجد علیخانصاحب	سنہ ۱۳۲۲ ف	۲۸	اختر حسین خانصاحب	سنہ ۱۳۴۸ ف
۱۹	میر حیدر علی خانصاحب	سنہ ۱۳۲۴ ف			
۲۰	سید احمد حسین صاحب	سنہ ۱۳۲۷ ف			

مقدمات دیوانی و فوجداری کا مد و جزر تختہ ذیل سے ظاہر ہوسکتا ہے۔

تختہ مرجوعہ منفصلہ عدالت ہائے دیوانی و فوجداری ضلع نظام آباد

سنہ	تعداد مقدمات مرجوعہ: دیوانی	تعداد مقدمات مرجوعہ: فوجداری	انفصال: دیوانی	انفصال: فوجداری	[illegible]	آمدنی	خرچ
سنہ ۱۳۲۰ ف	۲۵۴	۰	۳۵۱	۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]
سنہ ۱۳۳۰ ف	۲۸۴	۰	۴۱۲	۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]
سنہ ۱۳۴۰ ف	۱۶۵۶	۱۶۴۲	۱۷۰۱	۱۷۰۴	[illegible]	[illegible]	[illegible]
سنہ ۱۳۴۶ ف	۱۶۲۰	۱۴۱۷	۱۶۰۸	۱۴۱۳	[illegible]	[illegible]	[illegible]

طبقہ وکلاء

۱۲۹۵ف میں لکھے پڑھے سمجھدار اشخاص کو رعایا کی جانب سے پیروی کرنے کی اجازت عدالت سے دیجاتی تھی۔ چنانچہ نظام آباد کے مشہور مختارکاروں میں سدا سیو راؤ صاحب عرف وکیل خوالا، میر عبدالواحد انعامدار۔ محمد حسین عرف گشتی نشان ساڑے تین ف۱ مشہور تھے۔ قدیم وکلاء میں شیخ محمد صاحب وکیل ہیں۔ جنہوں نے ۱۲۹۶ف میں سند وکالت حاصل کی اور آجتک فریضہ وکالت انجام دیرہے ہیں (مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو باب مشاہیر) ۱۲۹۷ف میں مسٹر وغنو نیت وکیل نے سند وکالت حاصل کی یہہ انگریزی داں بھی تھے۔ ان کا انتقال ۱۳۴۰ف میں ہوگیا۔ بزمانہ حیات ہی وکالت ترک کردی تھی۔ ۱۲۹۸ف میں مسٹر جگناتھ راؤ نے سند حاصل کی اور ۱۳۴۵ف تک پیشہ وکالت انجام دیتے رہے ۱۳۴۶ف میں انتقال ہوا۔ سید شمس الدین صاحب نے ۱۳۰۷ف میں وکالت شروع کی آپ فتح پور کے رہنے والے ہیں ۱۳۰۱ف میں درجہ سوم کی سند وکالت حاصل کی اس کے بعد ۱۳۰۶ف میں درجہ دوم کا امتحان دیا۔ نظام آباد میں درجہ اول کی سند ۱۳۱۵ف میں لی۔ ۱۳۴۳ف سے بوجہ پیرانہ سالی

ف۱ محمد حسین صاحب باوجود لکھنا پڑھنا نہ جاننے کے خداداد حافظہ کی مدد سے بحوالہ گشتیات پیروی کیا کرتے تھے۔ نظائر و احکام پڑھا کر سن لیتے جو حافظہ میں محفوظ ہوجاتے کسی حاکم نے اس عرفیت سے مخاطب کیا تھا۔ اس کے بعد یہہ عام ہوگئی۔

سید شمس الدین وکیل نظام آباد

مقابل صفحہ ۲۶۱
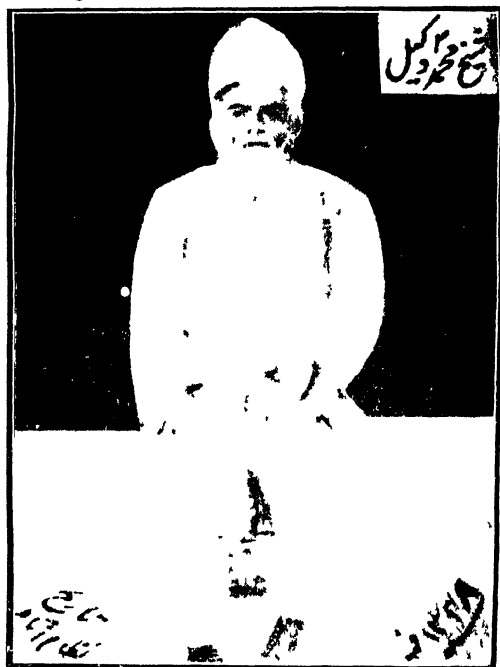
اجلاس پر کام بند کر دیا۔ گھر پر مشیر قانونی کے فرائض انجام دیتے ہیں
آپ کا زمانہ وکالت انتہائی نیک نامی۔ خود داری۔ دیانت کے ساتھ
فرائض وکالت میں آج تک مشہور ہے ہر شخص آپ کی سچائی کا
مداح ہے۔ ابتداء سے آپ انجمن وکلاء نظام آباد کی صدارت پر
منتخب ہوتے رہے۔ سنہ ۱۳۴۰ف میں اس ذمہ دار خدمت سے آپ
نے سبکدوشی حاصل فرمائی۔ سنہ ۱۳۴۲ف میں سید یوسف صاحب بی۔ اے
یل یل بی نظام آباد کے متوطن امتحان قانونی میں کامیاب ہوئے
اور نظام آباد میں پراکٹس شروع کی یہ سب سے پہلے نظام آبادی یل
یل بی وکیل ہیں۔ نظام آباد کے نامور وکلاء جنہوں نے اپنی حیات
میں کامیاب وکالت کی۔ حسب ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام وکلاء	سنہ وکالت	نمبر شمار	نام وکلاء	سنہ وکالت
۱	محمد صدیق صاحب وکیل	سنہ ۱۳۲۶ف	۲	گورے رام چندر راؤ وکیل ف	سنہ ۱۳۲۲ف
۳	سید حسن صاحب وکیل	سنہ ۱۳۳۰ف	۴	محمد حسین صاحب وکیل عرف بندرو	سنہ ۱۳۲۳ف
۵	مسٹر کاشی رام چندر راؤ وکیل	سنہ ۱۳۳۵ف	۶	محمد علیم الدین صاحب وکیل	سنہ ۱۳۴۵ف
۷	محمد برہان الدین صاحب وکیل	سنہ ۱۳۴۶ف	۸	غلام محمد صاحب وکیل	سنہ ۱۳۴۷ف
۹	باپو راؤ صاحب وکیل	سنہ ۱۳۴۸ف	۱۰	محمد جلال الدین صاحب وکیل	۳۰ شہریور [illegible] ف

ف۔ اس عرفیت کی وجہ یہ تھی کہ آپ مغلوب الغضب تھے غصہ میں چہرہ کا رنگ
سرخ ہو جاتا تھا۔ یہ عرفیت اسقدر عام تھی کہ عوام بجز اس عرفیت کے نام سے
ناواقف تھے۔ موکل تو بالمشافہ اسی نام سے آپ کو دریافت کرتے تھے۔ بقیہ صفحہ دیگر

۱۳۳۰ ف میں صرف (۱۹) وکلاء تھے جس میں (۱۰) مسلمان اور (۹) ہندو کی تعداد تھی ۔

۱۳۴۰ ف میں انکی تعداد (۲۹) ہوگئی اور فی الوقت (۳۶) کی تعداد ہے

انجمن وکلاء کا قیام ۱۳۲۵ ف عمل میں آیا۔ جس کے میر مجلس مولوی سید شمس الدین صاحب وکیل مقرر ہوئے جو ۱۳۴۷ ف تک رہے ابتداً معتمد مسٹر جگناتھ راؤ تھے ۔ اور اسکے بعد مسٹر باپوراؤ وکیل اور اس کے بعد مسٹر رامچندر راؤ وکیل مقرر ہوئے ۱۳۳۵ ف سے ۱۳۴۵ ف تک مصنف اس خدمت کو انجام دیا ۱۳۴۶ ف میں میر مجلس مسٹر نارائین راؤ وکیل ہائیکورٹ اور مسٹر محمد علی خان۔ بی۔ اے ۔ ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ معتمد مقرر ہوئے ۔

باب ۱۰

پولیس

پولیس کے انتظامات بوقت ضلعبندی ابتدائی بعہد نواب سرسالار جنگ اول عمل میں آئے۔ پہلا تقرر خدمت مہتممی پولیس پر ملا عبدالقادر صاحب دکھنی متوطن بالکنڈہ کا ہوا تختہ ذیل کے دیکھنے سے مہتممان پولیس کی کارفرمائی کا زمانہ معلوم ہوسکتا ہے ۔

بقیہ حاشیہ ۱۲۱ ۔ فوجداری مقدمات میں مرحوم خوب کام کیا کرتے تھے ۔

نشان سلسلہ	اسمار مہتمان پولیس	تاریخ تقرر	نشان سلسلہ	اسمار مہتمان پولیس	تاریخ تقرر
۱	ملا عبدالقادر صاحب دکنی متوطن بالکنڈہ	سنہ ۱۲۵۷ف	۱۸	نواب لشکر خانصاحب	۱۲ بہمن سنہ ۲۷ف
۲	ملک محمد فیض طلب خانصاحب	.	۱۹	میجر سید عظمت اللہ شاہ صاحب	۵ امرداد سنہ ۲۸ف
	متوطن نرمل		۲۰	محمد عباس علیخانصاحب	۶ اردی سنہ ۲۹ف
۳	میر بندہ حسین صاحب	.	۲۱	جان محمد صاحب	۲۹ بہمن سنہ ۳۲ف
۴	محمد حسین صاحب	.	۲۲	مرزا غلام حسن علیصاحب بی۔ اے	۱۵ شہریور سنہ ۳۳ف
۵	ولی داد خانصاحب	.	۲۳	مرتراب علیخانصاحب	۱۰ امرداد سنہ ۳۴ف
۶	مسٹر بستن جی صاحب		۲۴	ار۔ جی۔ پروہا صاحب	یکم خورداد سنہ ۳۸ف
۷	مرزا احمد جان بیگ صاحب	سنہ ۱۳۰۳ف	۲۵	سید علمدار حسین صاحب	۱۸ آذر سنہ ۴۰ف
۸	محمد یوسف حسین خانصاحب	سنہ ۱۳۰۴ف	۲۶	نارائن ریڈی صاحب	۸ اردی بہشت سنہ ۴۰ف
۹	خواجہ عبدالغفور صاحب	سنہ ۱۳۰۶ف	۲۷	مسٹر ہیوبرٹ گاف	۱۷ بہمن سنہ ۴۱ف
۱۰	آغا محمد علیخانصاحب	سنہ ۱۳۰۸ف	۲۸	محمد مختار علیصاحب	۲۸ امرداد سنہ ۴۲ف
۱۱	محمد مستجاب خانصاحب	سنہ ۱۳۰۹ف		ایچ۔ سی۔ ایس	
۱۲	محمد اکرام حسین صاحب	سنہ ۱۳۱۰ف	۲۹	نارائن ریڈی صاحب	۱۶ دی سنہ ۴۳ف
۱۳	وینکٹ راما ریڈی صاحب	۱۷ خورداد سنہ ۱۴ف	۳۰	سید حمید الدین احمد صاحب	یکم خورداد سنہ ۴۴ف
۱۴	سید محمد احسن خانصاحب	۹ اردی سنہ ۱۷ف		بی۔ اے۔ ایچ۔ سی۔ ایس	
۱۵	میر شجاعت علیخانصاحب	۲۰ اسفندار سنہ ۱۹ف	۳۱	سید غلام افضل صاحب	۲۶ اسفندار سنہ ۴۸ف
۱۶	حسن علی بیگ صاحب	۲۲ خورداد سنہ ۲۳ف		قادری۔ بی۔ اے۔ ایچ۔ سی۔ ایس	
۱۷	محمد محبوب علیخانصاحب ناغہ	یکم اردی بہشت سنہ ۲۴ف	۳۲	سرتاج عالم صاحب	شہریور سنہ ۴۸ف

پولیس کی قوت - ضلع میں (۴۰۷) نفر کی حسب ذیل جمعیت پولیس کارگذار ہے جس کے افسر اعلیٰ مہتمم پولیس اور ایک مددگار ہیں اور اول تعلقدار ضلع کی حیثیت ناظم پولیس ضلع کی ہے - جمعیت علاقہ دیوانی (۵۱۲) جوان پولیس - مسلح پولیس (۵۰) سب انسپکٹران (۱۸) کورٹ انسپکٹر (۱) سرکل انسپکٹر (۳) جمعداران درجہ اول (۶) درجہ دوم (۱۹) درجہ سوم (۲۴)

علاقہ جاگیرات

نام علاقہ	کانسٹبل	جمعدار درجہ دوم	درجہ سوم	سب انسپکٹر
گندھاری	۱۶	۲	۱	۱
کوٹ گیر	۲۰	×	۲	۱
جلال پور	۱۵	۱	۲	۱
بالکنڈہ	۴	×	۱	
سالورہ	۴	×		

فرقہ وارانہ فساد - ۱۳۱۱ف میں پہلی مرتبہ ہندو مسلم فساد اسطرح رونما ہوا کہ مسجد بھولانگ کے سامنے سے گنپتی کا جلوس نہایت تند طریقہ پر گذر رہا تھا - اور طریقہ قدیم کے موافق حرمت مسجد کا خیال نہیں رکھا گیا - جسکی وجہ مسلمانان بھولانگ برافروختہ ہوکر جلوس پر حملہ آور ہوگئے اور جلوس کو منتشر کردیا - پولیس کی بروقت مداخلت نے ہنگامہ کو جلد فرو کردیا - کوئی موت واقع نہیں ہوئی - اسلئے آج تک

یہاں مذہبی جلوس کے مواقع پر پولیس خاص انتظام کیا کرتی ہے۔

پولیس اور فوج باقاعدہ کا تصادم ۱۳۲۲ف میں جب کہ فوج باقاعدہ صدر مجلس بلدہ پر متعین تھی۔ ایک سپاہی فوج نے کسی جرم کا ارتکاب کیا جسکی بناء پر پولیس نے اوسکو گرفتار کرنا چاہا اسپر فوج میں جذبہ خودداری رونما ہوا۔ فوج و پولیس میں تصادم ہونے میں کوئی کسر باقی نہ تھی کہ نواب سہراب نواز جنگ تعلقدار وقت و میجر مظفر الدین مہتمم پولیس کی انتہائی کوشش و افہام و تفہیم پر اشتعال فرو ہوا۔

سیاسی کشمکش۔ انقلاب حیدرآباد کا منبع نظام آباد کو کہا جا سکتا ہے چونکہ ۱۳۵۶ ہجری میں عید ضحیٰ کے موقع پر اندرون احاطہ مسجد ... امام مسجد نے گائے کی قربانی دی (امام صاحب کی مستقل سکونت احاطہ مسجد میں ہی تھی) گنج کے اہل ہنود تاجروں نے آریا سماجیوں کے اکسانے پر حکومت کے سامنے صدائے احتجاج بلند کی کہ مسلمانوں نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے ان کو گرفتار کیا جائے۔ درخواست پر جو زبانی جواب ملا اس کو درشت اور غدارانہ خیال کیا جا کر بطور احتجاج نظام آباد میں عام ہڑتال کرا دی گئی۔ ادھر مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا مہتمم پولیس نے جب مجھکو امداد طلب کیا تو میں نے بحیثیت معتمد دکان انجمن اسکے اس معاملہ کو چار دیواری گنج میں محصور کر لیا وہ اس طرح کہ برادران اہل ہنود سے میں نے کہا کہ گنج کا معاملہ باہر کیسے گیا

کیونکہ مسجد گنج کا تعلق کنجپاں گنج سے ہے جو کچھ شکایت ہو اسکو کمیٹی گنج ہی تصفیہ کر سکتی ہے ۔ اس بحث کو سب نے مان لیا اور معاملہ فرقہ واریت سے ہٹ کر تاجران برادری کے گلہ شکوہ تک رہ گیا لیکن حکومت مقامی سے گلہ کی طور پہ ہڑتال جاری رہی تیسرے روز اس ناچیز مصنف کی کوشش سے بمقام ہیرہ سالہ گنج عہدہ داران مقامی و اہل ہنود کی باہمی گفتگو کے بعد فوری ہڑتال ختم ہوگئی ۔ اس کے بعد عشرہ محرم کے انتظامات پولیس مقامی کو کرنے پڑے جسکے سلسلہ میں چند گرفتاریاں اندیشہ نقص امن کے تحت عمل میں آئیں ۔ جسکی وجہ حکومت کا رعب عوام پر قائم ہو گیا ۔ ف ۔

ع ۔ مسجد گنج بیرون گنج واقع ہے جو ... قربت ہے اسلئے اسکو اس نام سے موسوم کیا جاتا ہے

ف ۔ یہ گلہ شکوہ غلط فہمی کے اظہار ... قرار دیا گیا ۔ لیکن برادران اسلام نے مجھ پر الزام لگایا کہ میں نے اظہار ... میں غلطی کی ۔ بلکہ بعض نے تو غداری خیال کیا ۔ حالانکہ برادران اہل ہنود ... مشتعل حلہ میں جب ... مسٹر نرسنگ راؤ و مسٹر وینکٹ رنگا ریڈی لیڈران بلدہ سے آئے تھے یہ تنہا پہونچکر لیڈر صاحبان کو مخاطب کیا کہ آپ کے گاؤ ماتا کے حق میں مسلمانوں سے زیادہ آپ نے ظلم کیا کہ بند مٹھی کو کھول دیا کیونکہ فرمان کے لحاظ سے مسلمان یہ سمجھ ... تھے کہ گائے کی قربانی جرم ہے اس لئے وہ احتراز کرتے تھے لیکن آپکے اس واقعہ نے راز سربستہ کو فاش کر دیا میرے اس بیان کو لیڈر صاحبان نے بھی تسلیم کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرقہ داری

اس واقعہ کے بعد امرداد ۱۳۴۷ف میں بربنار تحریک قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار امن سبھا کا قیام عمل میں آیا۔ اور ساتھ ہی ایک جلسہ عام بصدارت قاضی صاحب موصوف بمقام ٹاؤن ہال ترتیب دیا گیا۔ معتمدین امن سبھا مسٹر نارائن راؤ وکیل و محمد علیخان صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ مقرر ہوئے اس جلسہ میں قیام امن و اتحاد باہمی کے رزولیوشن کے ساتھ معتمد آریہ سماج کی جانب سے عہدہ داران مقامی کے حسن انتظام کی سپاس گذاری کا بھی ایک رزولیوشن پیش ہوا۔ امن سبھا کے اس ڈرامائی اسٹیج نے نظام آباد کی فضا کو پرسکون بنا دیا۔ کانگریس ستیاگرہ و اریہ ڈیفنس کے تحت صرف دو مقامی گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ سرحدی مقام نہ ہونیکی وجہ کوئی بیرونی جتھا یہاں پر نہیں آیا۔ محمد طاہر صاحب دوم تعلقدار نظام آباد بحیثیت مجسٹریٹ و حمیدالدین صاحب مہتمم پولیس کا سیاست اور تدبر اس موقع پر قابل ستائش رہا۔ کیونکہ میں نے جہاں تک شہری لیڈروں کے

بقیہ حاشیہ ۱۱ جوش میں کمی ہو گی۔ باوجود مہتمم صاحب پولیس کے کہنے کے "معافی نامہ داخل کیا جائے" میں نے معافی نامہ سے انکار کر کے اس غلط فہمی پر کہ جو ہندو حضرات نے یہ سمجھا تھا کہ مسلم تاجران گنج نے اُنکو تکلیف دینے کے لئے کی قربانی کروائی اظہار افسوس کیا (مصنف)

۲؎ محرم کے واقعہ کے بعد میں نے نواب بہادر یار جنگ بہادر کی خدمت میں بطور پیشین گوئی ایک عریضہ لکھا تھا۔ کہ عنقریب یہاں کی چنگاریاں ہمارے پیارے ملک کے خرمن امن کو جلا کر برباد کرنیوالی ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ پیشین گوئی دھول پیٹھ کے واقعہ سے ظاہر ہو کر رہی۔ (مصنف)

دلوں کو ٹٹولا تو اُن کو مقامی حکومت سے خائف پایا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نظام آباد میں شورش پیرنہ پھیلا سکی۔ اس کے بعد بہمن ۱۳۴۳ف سے مدرسہ فوقانیہ میں بندے ماترم کی ایک موہوم سی بوئے فرقہ وارانہ کشیدگی مسلم و ہندو طلباء کے درمیان پیدا ہوگئی۔ اور ۲۶ اسفندار کو تصادم ہوگیا۔ لیکن بر وقت میرے اور محمد علیخان صاحب وکیل کے پہونچ جانے سے مسلم طلباء قابو میں آگئے۔ مسٹر دلوی چرن چٹرجی صدر مدرس مدرسہ فوقانیہ نے عہدہ داران مقامی سربرآوردہ حضرات مقامی کے اشتراک عمل سے مکدر فضاء کو جلد سے جلد پاک وصاف کرلیا۔ غلام افضل خاں مہتمم پولیس کا زمانہ بہت ہی تھوڑا گذرا تاہم بہت اچھا گذرا کہ کسی فریق کو انگشت نمائی کا موقع نہ ملا۔ اور نہ سیاسی فضاء میں کوئی انقلاب ہوا

عمارت ۔ دفتر مہتمی کوتوالی کی عمارت ۱۳۱۲ف میں (سمت الصوت) میں خریدی گئی۔ اور اس کے بعد اُسکو پختہ تعمیر کیا گیا۔ ہیڈ کوارٹر کی جدید عمارت ۱۳۴۳ف میں بہ حسن سعی حمید الدین احمد صاحب مہتمم پولیس تعمیر ہوئی۔

جمعیت سواران وعروب

ضلع بندی سے قبل عموماً جمعیت سے فرائض کوتوالی لیئے جاتے تھے۔ اور جمعیت کا مستقر بودھن تھا۔ چنانچہ محمد علی عرف الٰہی بخش (جن سے

سے ۔ مری ذاتی رائے مقامی سیاست کے خلاف تھی۔ لیکن بظاہر مقامی سیاست ہی کو کامیابی ہوئی۔ پس مجھکو اپنی رائے کی غلطی کا اعتراف رہا کہ امن کے لئے سیاسی اثر و نفوذ کی شدید ضرورت ہے جو حمید الدین صاحب مہتمم پولیس میں بدرجہ اتم موجود تھی۔

آبا و اجداد فتح پور کے رہنے والے تھے) محبوب نگر تعلقہ پرگی سے حیدرآباد آئے۔ اور وہاں سے بودہن کی جمعداری پر مقرر ہوئے۔ قربان علیبیگ تعلقدار نے معہ سواران اون کی تعیناتی نظام آباد میں کی۔ انکی سلحہ داریاں حوادث زمانہ سے فنا ہوگئیں۔ سنہ ۱۳۰۱ ف تک یہ خاندان یہاں پر انتہائی قوت و عزت کے ساتھ رہا۔ گو آج اصلی داری باقی نہیں رہی۔ لیکن اس خاندان کے افراد محمد یوسف علی و اعظم علی و محمود علی و جہان علی وغیرہ سوقت سررشتہ مال میں ملازم ہیں۔ اس کے بعد جبکہ مدہول (جو فوجی تنخواہ جاگیر تھی) سنہ ۱۳۰۱ ف میں ضبط و شریک خالصہ ہوا تو ۱۳۰۵ ف میں میر کاظم علی جمعدار (۲۵) سوار اور ایک منزل میانہ کے ساتھہ نظام آباد پر متعین ہوئے۔ فی الوقت صرف چھہ سوار اور ایک منزل میانہ اُن کے چشم چراغ میر احمد علیصاحب کے زیر کمان باقی رہگیا ہے۔ میر احمد علیصاحب نہ صرف جمعدار ہیں بلکہ اعزازی خدمت منتظمی فوج ۱۳۳۰ ف سے انجام دیرہے ہیں۔ یہہ بڑے ہی خوش مزاج انسانوں سے ہیں انکی ہردلعزیزی کا یہہ عالم ہے کہ بچہ بچہ اُن سے واقف ہے حسب تفصیل ذیل جوانان سندھی و لائین و عرب ضلع ہذا میں متعین ہیں

صیغہ	نام آوردہ	تعداد	صیغہ	نام آوردہ	تعداد	نوٹ
جوان سندھی	علاقہ دلی اللہ حسینی صاحب	۳۵	عرب	محسن بن علی	۳۵	پہلے پانچ سو عرب تھے اب (۱۷۱) کی تعداد ہوگی جنمیں مستقر ضلع پر (۸۵) اور مابقی تعلقات میں ہیں
	علاقہ محمد اعظم خانصاحب	۱۰	"	غالب الملک	۲۲	
	" یاست محمد خانصاحب	۱۰	"	حبیب محضر	۲۸	
لائین جوان سوار	محمد صدیق صاحب	۱۲	"	عبدالقادر	۱۲	
	میر احمد علیصاحب جمعدار	۶				
عرب	سیف نواز جنگ	۶۶	"	احمد بن سیف الدولہ	۱۸	

حصہ چہارم انتظام مملکت امور عامہ

باب ۱۱

تعلیمات

سب سے پہلی مرتبہ منجانب سرکار مدرسہ کا قیام ۱۲۶۹ف میں ہوا۔ اس سے پہلے مساجد و منادر میں مسلم و ہنود کیلئے درس و تدریس کا سلسلہ رہا کرتا تھا۔ جس کے لئے سرکار عالی کی جانب سے کثیر معاشیں بحال تھیں نقشہ ہذا سے ۱۲۸۱ف کے اعداد معلوم ہو سکتے ہیں۔

نام تعلقہ	مدارس فارسی				مدارس تلنگی			کیفیت
	تعداد مدارس سرکاری	مدارس خانگی	تعداد طلباء ذریعہ تعلیم	تعداد طالبات	تعداد مدارس	تعداد طلباء	تعداد طالبات	
نظام آباد	۲	۲	۶۰	۵	۱۶	۲۵۲	۷	
آرمور	۱	۱	۳۴	×	۳۴	۱۷۲	×	
بانسواڑہ	۱	×	۲۱	×	۷	۸۲	×	
یلاریڈی	۰	۱	۱۹	×	۷	۴۴	×	
کاماریڈی	۱	۲	۳۲	۰	۱۴	۲۰۴	×	
میزان	۵	۶	۱۶۶	۵	۷	۷۵۴	۷	

سنہ ۱۲۸۱ ف میں مدارس سرکاری کا موازنہ تین ہزار نو تھا۔ جس میں مستقر ضلع کے صدر مدرس کی تنخواہ للعہ ماہانہ تھی۔ اور دیگر تحتی مدرسین تعلقات کی تنخواہ (صہ) تھی۔ طلبار سے جو فیس وصول ہوتی تھی اس کی آمدنی (مار صہ) تھی۔

سنہ ۱۲۹۶ ف میں ٹدل اسکول نظام آباد میں قائم ہوا۔ سنہ ۱۳۴۰ ف میں ضلع نظام آباد میں (۱۹۰) مدارس تھے۔ اور سنہ ۱۳۴۷ ف میں (۲۱۷) مدارس اور ایک فوقانیہ فرائض تعلیم انجام دیتے تھے۔ جسکی تفصیل نقشہ ذیل سے واضح ہوسکتی ہے۔

سنہ	اقسام	شاہی								لوکل فنڈ		امدادی		خانگی	
		فوقانیہ		وسطانیہ		تحتانیہ		ابتدائی							
		تعداد مدارس	تعداد طلبا	تعداد مدارس	تعداد طلبا	تعداد مدارس	تعداد طلبا	تعداد مدارس	تعداد طلبا	ابتدائی	تعداد طلبا	ابتدائی	تعداد طلبا	ابتدائی	تعداد طلبا
سنہ ۱۳۴۰ ف	ذکور	۰	۰	۲	نامعلوم	۱۰	نامعلوم	۶	نامعلوم	۳۰	نامعلوم	۲	نامعلوم	۸۶	نامعلوم
سنہ ۱۳۴۷ ف	ذکور	—	۲۰۴	۲	نامعلوم	۹	۱۸۰۳	۲	۸۹۲	۳۴	۲۷۷۰	۸۶	۲۹۴۲	۱۵	۶۲۲
سنہ ۱۳۴۰ ف	اناث	۰	۰	—	نامعلوم	—	نامعلوم	۱۱	نامعلوم	—	نامعلوم	۲	نامعلوم	۰	۰
سنہ ۱۳۴۷ ف	اناث	۰	۰	—	نامعلوم	—	۲۸۷	۱۱	۸۲۹	۲	۹۲	۲۰	۱۰۴	۰	۰

مدارس ابتدائی تحتانیہ میں آخر ۱۳۴۷ف کو (۳۰۹۳) ذکور اور (۲۲۵۵) اناث زیر تعلیم تھے۔ جنکے منجملہ مسلم (۲۷۸۵) اور برہمن (۴۷۹) غیر برہمن (۲۴۶۸) مختلف مذاہب ہنود (۳۳۹۳) و نیز آدی ہندو (۱۳۵) مساوی نشست میں تعلیم پارہے تھے۔

مدارس وسطانیہ و فوقانیہ ان کے علاوہ ہیں جنکی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔ بشمول فوقانیہ وسطانیہ تعداد طلباء وطالبات (۱۰۹۲۶) قرار دیجاسکتی ہے۔

اسمار مہتممان تعلیمات

ڈاکٹر کامت صاحب ۱۳۲۵ف — جی موہن لال صاحب سنہ ۱۳۲۶ تا ۱۳۲۹ف

نذیر حسین صاحب فاروقی سنہ ۱۳۳۰ تا ۱۳۳۶ف — ملک سردار علی صاحب سنہ ۱۳۳۶ تا ۱۳۳۸ف

علاءالدین صاحب سنہ ۱۳۳۹ تا ۱۳۴۰ف — احمد اللہ صاحب سنہ ۱۳۴۰ تا ۱۳۴۱ف

علاؤالدین صاحب سنہ ۱۳۴۲ تا ۱۳۴۷ف — عبدالرشید صاحب ۱۳۴۸ف

موازنہ۔ ۱۳۴۷ف کا منظورہ موازنہ بحد ابتدائی و تحتانیہ وسطانیہ [illegible] کے مقدار میں خرچ [illegible]۔ گویا یہ سالانہ خرچ ہے۔

نتائج تعلیمی۔ ضلع ہذا میں تعلیم یافتہ ذکور و اناث کی تعداد نقشہ ذیل کے دیکھنے سے ظاہر ہوگی۔ جسکے اعداد فی دس ہزار میں تعلیم یافتہ کی تعداد کو ظاہر کرتے ہیں۔

سنہ	۱۰ سال سے ۱۵ سالہ		۱۵ سے ۲۰ سالہ عمر		۲۰ سے زائد عمر	
	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت
سنہ ۱۳۰۰ف	۵۷	۱	×	×	×	×

سنہ						
سنہ ۱۳۱۰ ف	۵۲	۲	۵۵	۳	۵۵	۲
سنہ ۱۳۲۰ ف	۵۱	۲	۵۰	۲	۵۶	۲
سنہ ۱۳۳۰ ف	۵۶	۶	۶۷	۷	۲۲۲	۱۸
سنہ ۱۳۴۰ ف	۵۰	۴	۱۳۱	۷	۷۳	۴
سنہ ۱۳۴۷ ف	۱۵۰	۱۲	۲۹۳	۲۱	۲۱۶	۱۲

سنہ ۱۳۲۰ ف میں زاید از پانچ سال عمر کے تعلیمیافتہ نفوس بلحاظ مذاہب کے اندازہ اس نقشہ سے ہوسکتا ہے جسمیں فی ہزار نفوس کی تعداد میں تعلیم یافتہ کے اعداد درج ہیں۔

مسلمان		ہندو		عیسائی		دیگر اقوام		کیفیت
ذکور	اناث	ذکور	اناث	ذکور	اناث	ذکور	اناث	״
۱۵۵	۱۵	۷۶	۳	۱۰۵	۶۳	۱۲	۵	״

سنہ ۱۳۴۷ ف کے اعداد کو معلوم کرنا ہو تو ان اعداد کو سہ چند کرلیا جائے۔

مدرسہ فوقانیہ

سنہ ۱۲۹۶ ف میں مڈل اسکول کا قیام یہاں پر ہوا تھا۔ ایک عرصہ سے رعایائے نظام آباد مدرسہ فوقانیہ کی ضرورت محسوس کررہی تھی۔

امرداد سنہ ۱۳۴۰ ف میں اس مدرسہ کو فوقانیہ کا گریڈ عطا ہوا۔ اور پہلی صدارت سید شریف الحسین صاحب برنی کو ملی۔ جو نہایت لائق و منتظم صدر تھے سنہ ۱۳۴۱ ف میں محمد حسین صاحب ادیب صدارت پر آئے سنہ ۱۳۴۳ ف

میں نادر خورشید مرزا صاحب صدر رہے۔

سنہ ۱۳۴۶ف میں محمد عبدالسلام صاحب کی صدارت میں مدرسہ کا نظم ونسق بہتر سے بہتر ہو گیا۔

آخیر سنہ ۱۳۴۷ف سے مسٹر دیوی چرن چٹرجی بی۔اے۔ بی۔ٹی مدرسہ کے صدر ہیں۔ بہمن سنہ ۱۳۴۸ف میں بندے ماترم کے سلسلہ میں ایک خفیف سا تصادم فرقہ وارانہ ہو گیا تھا جس کو انتہائی دانشمندی سے صدر موصوف نے سلجھا کر فضا کو پر سکون بنا لیا۔

نتائج کامیابی امتحان درجہ میٹرک نقشہ ذیل کے دیکھنے سے واضح ہو سکتے ہیں۔

نقشہ نتائج کامیابی

سنہ	تعداد شرکار	تعداد کامیاب	کیفیت
سنہ ۱۳۴۰ف	۱۲	۳	
سنہ ۱۳۴۱ف	۱۲	۷	
سنہ ۱۳۴۲ف	۱۱	۶	
سنہ ۱۳۴۳ف	۸	۸	
سنہ ۱۳۴۴ف	۱۷	۱۲	
سنہ ۱۳۴۵ف	۵۰	۱۲	
سنہ ۱۳۴۶ف	۵۰	۱۲	
سنہ ۱۳۴۷ف	۴۷	۲۱	
سنہ ۱۳۴۸ف	۶۲	۴۳	

مدرسہ تحتانیہ۔ محلہ پیولانگ میں ایک مدرسہ تحتانیہ قائم ہے اور ایک شاخ مدرسہ فوقانیہ بمقام صدر ٹپہ خانہ قائم ہے جس میں طلبا کی کثرت ہے
مدارس وسطانیہ۔ ہر سہ تعلقات آرمور۔ بودھن۔ کاماریڈی میں مدرسہ وسطانیہ قائم ہیں۔

مدارس نسوان

اردو مدرسہ نسوان۔ ابتداً ۱۳۱۶ف میں سرداری صاحبہ نے اپنے سکونتی مکان واقع محلہ ادپیرٹیکری میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا جسکو لوکلفنڈ سے کچھ امداد ملا کرتی تھی۔ اس کے بعد محترمہ اکبرالنساء بیگم کا تقرر اس مدرسہ پر ہوا جو ضلع نظام آباد ہی کی ایک خاتون ہیں۔ اسفندار ۱۳۳۱ف میں صمدانی بیگم کا تقرر مددگاری پر ہوا۔ جو آذر ۱۳۴۲ف تک اس مدرسہ میں کارگذار رہیں۔

خاتون موصوف کی قابلیت انتظام اور لیاقت علمی کے مدنظر پانچ ماہ کے عرصہ میں صدارت کا موقع ملا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدرسہ نسوان نے تحتانیہ سے وسطانیہ کی صورت اختیار کرلی۔ شدید ضرورت ہے کہ اسے فوقانیہ بنادیا جائے کوئی سرکاری عمارت نہ ہونے کی وجہ سے یہ مدرسہ ایک کرایہ کے معمولی مکان میں ہے[1]

---

[1] مرکز بہبودی اطفال کے بجائے مدرسہ نسوان کی تعمیر کے لئے مجلس لوکلفنڈ میں اس مولف کی اہلیہ ام عاصم ماریہ نے بحیثیت ایک شہری تحریک پیش کی تھی کہ اناث کیلئے اس سے بہتر کوئی مقام نہیں مل سکتا جہاں پردہ کو برقرار رکھتے ہوئے

مدرسہ نسواں مرہٹی ۔ بھیما بائی صاحبہ صدر معلمہ ہیں۔ یہ مدرسہ قدیم دواخانہ کی عمارت میں کامیاب نظم و نسق کے ساتھ چل رہا ہے
مدارس نسواں تعلقات ۔ ہر پانچ تعلقات میں تحتانیہ مدارس نسواں اردو قایم ہیں۔

دار الاقامہ

ضلع ہذا میں جاگیرات سے بلحاظ احکام سرکار جاگیردار کالج کیلئے سالانہ للو عہ۲۲ ہزار روپیہ وصول ہوتا ہے۔ جس میں جاگیرداران ضلع ہذا کی اولاد تعلیم و تربیت سے آراستہ ہوکر نکلتی ہے۔ افسوس ہے کہ نظام آباد جیسے مرکزی مقام پر کوئی دار الاقامہ عوام کیلئے نہیں ہے جشن سیمین کی یادگار میں اس کے قیام کیلئے محمد فرحت اللہ صاحب دوم تعلقدار وقت و محمد اسد اللہ صاحب منصف وقت و ناچیز مؤلف کی اپیل پر رعایاء مستقر نظام آباد نے کافی رقم دی اور تقریباً تیرہ ہزار سے عمارت کی تیاری کے لئے تحریک بھی کردی گئی۔ جو غالباً منظور بھی ہوچکی تھی۔ کہ اچانک دی ۱۳۴۶ف میں جناب میر مجلس صاحب بولکلفنڈ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۶ لڑکیاں حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ اسپورٹس اور تفریح میں حصہ لے سکیں گی۔ لیکن یہ تحریک بھی مسترد کردی گئی اور مرکز بہبودی اطفال و زنانہ کلب ہی کو ترجیح دیگئی۔ مسٹر نرساگوڑ نے جشن سیمیں کے یادگار میں مدرسہ نسوان کیلئے ایک نامکمل عمارت مارکٹ برکت پورہ کے سامنے وقف کردی ہے۔ جس کی تکمیل تعمیر سررشتہ تعلیمات کے زیر غور ہے۔ اس عمارت کا درمیانی سنگ بنیاد قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار کے ہاتھوں رکھوایا گیا۔

نے مرکز بہبودی اطفال کے لئے تحریک فرمادی۔ بالآخر ۱۱ردی ۱۳۴۶ف کی مجلس لوکلفنڈ نے ابتلا (اتحریک کی تائید کرتے ہوئے۔ (جو کرسی صدارت سے پیش ہوئی تھی) بجائے دارالاقامہ کے مرکز بہبودی اطفال کو ترجیح دی۔ جس کی وجہ سے ملک کی یہ اہم ترین ضرورت بحالہ قائم رہی۔ اس ناچیز مصنف کے اڈریس کے جواب میں سر صدر اعظم بہادر نے بھی (۱۰آذر ۱۳۴۲ف میں بمقام ٹاؤن ہال) اس ضرورت کو محسوس فرماتے ہوئے افسران متعلقہ کو توجہ دلائی۔ لیکن آجتک اُس کی تکمیل نہ ہوسکی۔

ریڈی بورڈنگ ۔ ۱۳۴۱ف میں مسٹر راجمندر ریڈی نے پانچ چھ لڑکوں سے اس کی ابتدا کی۔ اور قریب ترین زمانہ میں ان کی سعی بارآور ہوگئی۔ مسٹر نرساگوڑساہو نے اپنی تعمیر کردہ عمارت واقع دیول کنیٹشر اس کے لئے دیدی اس دارالاقامہ میں ایک سو سے زائد طلبار رہتے ہیں۔ جن کی رہائش وتربیت کا معقول انتظام ہے فیس ماہانہ (صہ) ہے تعلیم سرکاری مدارس میں ہوتی ہے۔ نظام آباد میں یہ ایک اچھا بورڈنگ ہاؤز ہے۔

مسلم بورڈنگ ۔ مظہر الحق صاحب طالب علم فوقانیہ نے میرے مشورہ سے اس کو قائم کیا تھا۔ لیکن مسلمانوں کی بے حسی نے اس کو بارآور نہ ہونے دیا۔ حالانکہ بعض صاحبان حکومت واثر کے ایما سے اس کو درگاہ کنیٹشر کی خانقاہ میں بامید امداد علاقہ جاگیر منتقل کیا گیا تھا۔ تھوڑی سی توجہ اس کے بقا کا سبب ہوجاتی۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔

دارالاقامہ یتیم ونادار طلبار ۔ جامع مسجد میں زیر اہتمام انجمن اسلامیہ

قائم ہے ۔ جسمیں ہر سال (۴۷) طلبا رتعلیم و تربیت سے اراستہ ہورہے ہیں (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو باب ۱۷ ۔ انجمن اسلامیہ)

مومن بورڈنگ ۔ یم اے ۔ مومن صاحب جو اپنے کو انگریزی طریقہ تعلیم کا ماہر بتلاتے ہیں ۔ ایک بورڈنگ بمقام کینٹونمنٹ ۱۳۴۸ف میں قائم کیا ہے ۔ جس کے اعلےٰ اسکیم ہیں ۔ فیس بورڈنگ (عـه) مقرر ہے اس میں کنڈرگارٹن کے انتظامات بھی ہیں ۔ خدا کرے کہ اس کو کامیابی حاصل ہو ۱؎

کامارڈی جوبلی بورڈنگ ۔ محمد فرحت اللہ صاحب ڈیویژنل انسرمال کی انتہائی کوشش اور دلچسپی نے بیادگار جشن سیمیں یہاں پر ایک کشادہ اور خوبصورت بورڈنگ بنادیا ۔ اس کا افتتاح ۱۹ ؍ فروردی ۱۳۴۶ف کو محمد حسین خانصاحب صدر مہتمم تعلیمات کے ہاتھوں ہوا ۔ اس کا انتظام احمد سعید صاحب صدر مدرس مدرسہ وسطانیہ کامارڈی نے اپنے ہاتھوں لیا ۔

خانگی مدارس

مدرسہ حمید بیگ صاحب ۔ قدیم طریقہ کا مکتب محلہ اسلامیہ میں تھا ۔ جس میں حمید بیگ صاحب معلمی کے فرائض انجام دیتے تھے آپ کے بعد آپ کے فرزند احمد بیگ صاحب نے ۱۳۲۵ف تک

عله ۔ افسوس ہے کہ مومن صاحب کی انتہائی بدنیتی و دغا نے آبان ۴۹ف کو اس بورڈنگ کا خاتمہ کر دیا ۔ اور انھوں نے بورڈنگ کے بچوں کو بحالت غریب الوطنی چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی ہو

اس فریضہ کو انجام دیا۔

مدرسہ ولی اللہ خانصاحب ۔ ولی اللہ خانصاحب کا بھی مکتب تھا ۱۳۰۵ف تک بڑی کامیابی سے چلتا رہا۔

مدرسہ عمر شریف صاحب ۔ محلہ ادیب ٹیکری میں ناظر وظیفہ یاب عدالت نے ۱۳۱۸ف میں اس مدرسہ کو قائم کیا تھا۔ جہاں پر فارسی عربی کی تعلیم ہوتی تھی۔

مدرسہ انجمن اسلامیہ ۔ ۱۳۳۳ف میں ایک مدرسہ دینیات مولوی عبدالحمید صاحب نعمانی واعظ انجمن کے زیر تعلیم قائم ہوا۔ اس کے بعد مولوی محمد ابراہیم صاحب واعظ نے اس کو چلایا۔ اس کے بعد یہ بند ہوگیا۔ ۱۳۴۰ف سے انجمن اسلامیہ کے تحت یہ مدرسہ جاری ہے جس میں تقریباً پچھتر لڑکے زیر تعلیم رہے اب بھی یہ مدرسہ دینیات جامع مسجد میں کامیاب طریقہ پر چل رہا ہے۔

مدرسہ پھولانگ ۔ پھولانگ کی مسجد میں بھی ایک دینیات کا مدرسہ تحت انجمن جاری ہے۔

مدرسہ قلعہ ۔ بہلول شاہ صاحب کا مدرسہ پچیس تیس سال سے تعلیمی فرائض انجام دیتا ہے۔

پال صاحب کا مدرسہ ۔ مسٹر پال نے ۱۳۳۵ف میں ایک مدرسہ خانگی نظام آباد میں قائم کیا۔ جس میں وہ اپنی ذات سے انگریزی کی تعلیم دیتے ہیں۔ نیز کمسن بچوں کے لئے کنڈرگارٹن کے اصول پر تعلیم کا انتظام ہے۔ اُن کی دو لڑکیاں اس شعبہ کیلئے مختص ہیں

جو اپنے فرائض نہایت عمدگی سے انجام دیتی ہیں۔ اس مدرسہ میں کیمبرج کا نصاب اور عثمانیہ یونیورسٹی کا نصاب بھی میٹرک تک ہے۔

خانگی مدرسہ نسواں انگریزی۔ مس پال کا ایک خانگی مدرسہ ہے جس میں اُردو انگریزی تعلیم دیجاتی ہے یہ اسکول محلہ خلیل پورہ قریب اسٹیشن واقع ہے فیس تعلیم (عہ) ماہوار ہے پردہ کا معقول انتظام ہے مسٹر پال کی دو بھتیجیاں معلمات کے فرائض انجام دیتی ہیں کیمبرج اور عثمانیہ ہر دو کا نصاب یہاں پڑھایا جاتا ہے۔

سنسکرت پاٹ شالہ۔ ہندو سماج کی مذہبی بیداری کا سلسلہ گورسے راجندر راؤ صاحب وکیل کے زمانہ میں اسی پاٹھ شالہ کی تحریک سے آغاز ہوتا ہے۔ ۱۳۲۲ف میں مذہبی تعلیم کی غرض سے اس شالہ کو قائم کیا۔ اور مختلف مقامات سے پنڈتوں کو بلوا کر درس و تدریس کا سلسلہ قائم کیا اور نظام آباد کا قدیم سیندھی خانہ مسٹر لنا بھوجنا متاجر سے بطور خیرات حاصل کر کے اِس کو ایک بہترین علمی کام میں لائے سات آٹھ سال یہ شالہ کامیابی سے چلا۔ بانی کے انتقال کے بعد اس کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

سرسوتی ودیالیہ۔ مسٹر بابو راؤ صاحب وکیل نے اُس شالہ کے سلسلہ میں ۱۳۳۳ف میں یہ ودیالیہ قائم کیا جس کے وہی بانی اور معتمد تھے۔ اس مدرسہ میں مڈل اسکول تک تعلیم ہوتی تھی۔ اور کافی تعداد طلبار کی اس میں شریک و مستفید ہوتی رہی۔ دس سالہ زندگی کے بعد اُس کا خاتمہ ہو گیا۔ بچپن دورہ سر مہاراجہ بہادر نے بھی اس کا معائنہ فرمایا تھا (حاشیہ بر صفحہ)

مارواڑی مدرسہ۔ دہرم سیالہ گنج میں ایک خانگی مکتب ہے۔ جس میں (۳۰) بچے مارواڑیوں کی تعلیم پاتے ہیں۔

کتب خانہ

۱۳۱۸ف میں ایک دارالمطالعہ احمد اللہ خان صاحب منصور نے قائم کیا تھا۔ صاحب موصوف نے اپنے ذاتی کتب خانہ کو استفادہ عوام کے لئے منظر عام پر پیش کیا۔ جس میں زیادہ تر ناول اور کچھ تاریخی کتب تھیں۔ جن کی تعداد دو ڈھائی سو تک تھی۔ جب صاحب موصوف یہاں سے چلے گئے تو کتب خانہ بھی ساتھ چلا گیا۔ ۱۳۲۲ف میں یونین کلب نے ایک کتب خانہ ممبران کلب کے لئے قائم کیا۔ جس کا افتتاح نواب سہراب نواز جنگ اول تعلقدار اور محمد امجد علی خانصاحب ناظم عدالت کے ہاتھوں ہوا۔ لیکن اس کتب خانہ سے کوئی استفادہ حاصل نہیں کیا گیا بلکہ وہ کلب کے ایک حصہ میں محفوظ رہا۔

۱۳۳۳ف میں جب کہ انجمن اصلاح المسلمین قائم ہوئی تو کتب خانہ کی شدید ضرورت محسوس کی گئی۔ انجمن مذکور کا معتمد اور کلب کا امین من مولف ہی تھا۔ اس لئے اس کتب خانہ کو برضامندی قدیم ممبران کلب استفادہ عام کیلئے کھولدیا گیا۔ اور اس میں کتب کا اضافہ مستعار و نیز خریدی سے کیا گیا۔ بحسن توجہ میر ولایت علیصاحب چند دنوں اس کی حالت اچھی رہی۔ میر صاحب کا تبادلہ ہو جانے پر میری نااہلیت کی وجہ سے اس کی حالت ابتر ہو گئی۔

حاشیہ صفحہ ۱۴۱

ف۔ اس ودیالیہ میں ناچیز مورخ بحیثیت رکن شریک تھا۔

محمد فرحت اللہ

سید دلدار حسین اکزیکیٹو انجینیر / تاریخ نظام آباد

جب انجمن اسلامیہ کی معتمدی پر جلیل احمد صاحب کا انتخاب ہوا تو
پھر اُن کی توجہ نے اس کو زندہ کیا۔ اس مرتبہ یہ کتب خانہ مسجد جامع
سے نکلکر منظر عام پر آیا۔ اور کتب کا اضافہ ناظرین کی کثرت۔ اور عوام
کی دلچسپی نے ایک مستقل عمارت کی ضرورت پیدا کردی۔ مختلف حضرات
سے اپیل کیگئی۔ لیکن کامیابی نہوسکی۔ مرزا محمد بیگ صاحب اول تعلقدار نے
ملک کی اس اہم ضرورت پر توجہ فرمائی۔ محمد فرحت اللہ صاحب دوم
تعلقدار نے راجہ صاحب دوم کنڈہ کے گوشگذار کر دیا۔ اس علم دوست
اور مخیر ہستی کی غیرت نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ مفاد عامہ کا ایسا
بہترین کام بجز اُن کے کسی اور کا مرہون منت ہو۔ لہذا۔ مبلغ ۸۰۰۰
آٹھ ہزار کی گراں قدر رقم عمارت کے لئے عطا فرمائی۔
مجلس[ع۱] لوکلفنڈ نے یکہزار سے زائد رقم اور ایک قیمتی پلاٹ عطا کیا۔
سید دلدار حسین صاحب اگزیکٹو انجنیر کنال نظام ساگر نے ۲ بہمن سنہ ۱۳۴۲ ف
کو سنگ بنیاد رکھا۔ اور آپ ہی کی انتہائی دلچسپیوں نے اس قدر کم رقم میں

ع۱۔ اس پلاٹ کو مشن نے ایک صاحب کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ جس پر
شیخ محمد صاحب وکیل رکن کمیٹی نے اعتراض کیا۔ ناچیز مورخ نے بھی بحیثیت
رکن کمیٹی لوکلفنڈ نہایت شد و مد کے ساتھ ملک کے اس عام مسئلہ کو طے کرا کر
کتب خانہ کے لئے اس پلاٹ کی نشاندہی کی جس میں عبد الباسط خاں صاحب
صوبہ دار وقت کی جرأت و وفاداری ملک نے اس مسئلہ کو حل کیا
اور اس پلاٹ پر نہ صرف کتب خانہ کی تعمیر ہوئی۔ بلکہ مفاد ملک کا
ایک اہم مسئلہ طے ہو گیا کہ مشن کو اپنی زمینات عطیہ سرکار پر کوئی حق ملکیت نہیں

ایسی خوبصورت عمارت اندرون ایک سال بنوادی۔ جس کا افتتاح عبدالباسط خانصاحب صوبہ دار وقت نے بتاریخ ۲ اردی ۱۳۴۵ف فرمایا۔ اور آپ کا خطبہ ایک تاریخی خطبہ رہا۔ ف

آذر ۱۳۴۷ف میں بوقت معائنہ اس ناچیز مولف کی استدعا کو قبول فرماکر نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر صدر اعظم نے سرپرستی کا شرف عطا فرمایا۔

حسب ذیل علم دوست ہستیاں اس کتب خانہ کی معادن ہیں۔

(۱) نواب فخر یار جنگ بہادر صدر المہام فینانس (۱) وٹھل ریڈی رنگاریڈی صاحبان ساہو
(۲) راجہ شام راج بہادر صدر المہام تعمیرات (۲) رام سروپ صاحب ساہو
(۳) محمد لیاقت اللہ خانصاحب معتمد فینانس (۳) نرساگوڑ صاحب ساہو
(۴) عبدالباسط خانصاحب ناظم عطیات (۴) رامچندر شرما صاحب ساہو
(۵) نارائن راؤ صاحب صوبیدار ورنگل (۵) نارلہ ہنمانڈلو صاحب ″
(۶) نواب بہادر یار جنگ بہادر۔ (۶) سرور خان صاحب گتہ دار
(۷) احمد علی خانصاحب صوبیدار میدک

اس کتب خانہ کے لئے بعد لوکل فنڈ تعلیمات ایک مہتمم اور ایک خوانندہ جو ان کے تقرر کی منظوری مرزا محمد بیگ صاحب کی انتہائی حسن سعی سے ہوئی خدمت مہتمی پر جلیل احمد صاحب (جنکے ہاتھوں کتب خانہ کو زندگی حاصل ہوئی

ف۔ اس واقعہ کے تفصیلات و خطبہ رہبر دکن ۴ بہمن ۱۳۴۲ف و اخبار پیام ۱۷ شعبان ۱۳۵۴ھ میں درج ہیں۔ و نیز بنیاد و عمارت میں اخبار وغیرہ کی یادگار محفوظ ہے مولف

عثمانیہ نظام آباد بدست محمد عبدالباسط
عبدالباسط خاں - مرزا محمد

ب. راجہ راجیشر راؤ والی سمستان دوم کنڈہ

ا سی دا دیھہ راؤ ھُداا اکر
صفحہ ۲۲۲
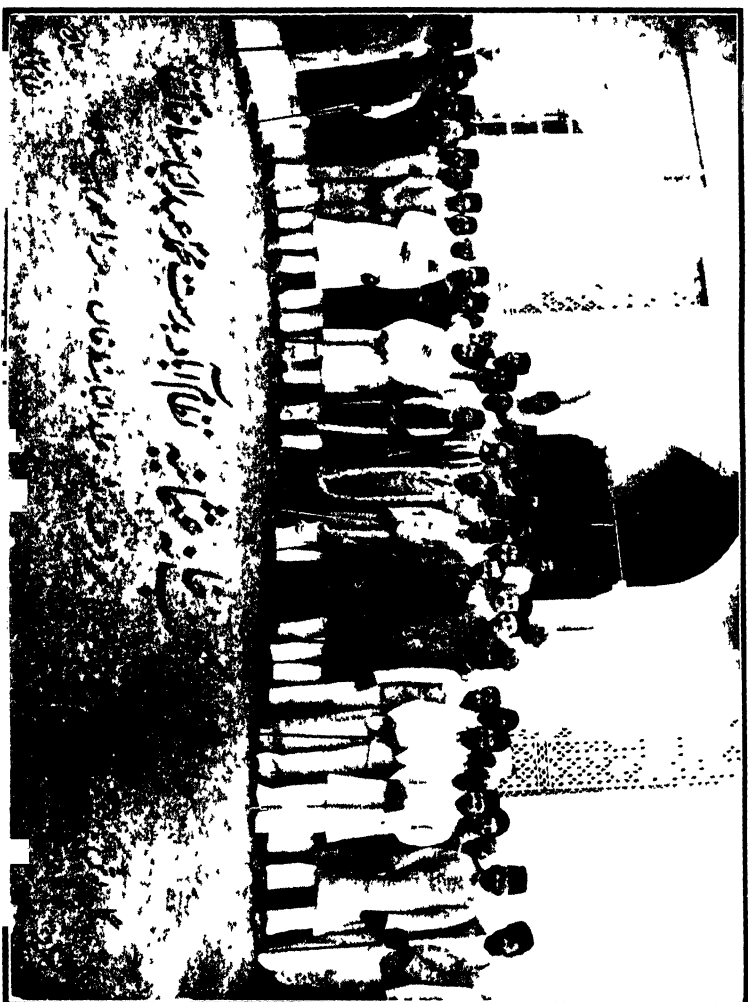
کا تقرر قاضی زین العابدین صاحب نے فرمایا ف۱ صاحب موصوف کی انتہائی دلچسپی اس کتب خانہ کی ترقی کو برابر جاری رکھی ہے ف۲

تعداد کتب ۔ اس وقت کتب خانہ میں تقریباً تین ہزار کتب ہر فن و ہر زبان کی موجود ہیں ۔ جو اس کتب خانہ کا سرمایہ علمی ہے ف۳ اور مطالعہ کنندگان کے روزانہ داخلہ کی تعداد تقریباً سو ہوتی ہے ۔ اس کے علاوہ گھر پر مطالعہ کرنے والے علحدہ ہیں ۔

مراہٹی کتب خانہ ۔ ہیت چنتک واچ نالہ ۔ ۱۳۲۲ ف میں مسٹر گورے رامچندر راؤ صاحب وکیل نے قایم کیا ۔ جو عرصہ تک کامیاب طریقہ پر چلتا رہا جس میں مسٹر ہری راؤ صیغہ دار مال نے انتہائی دلچسپی لی ۔ اس کتب خانہ کے اشتراک کے لئے ایک عرصہ سے مولف کوشاں تھا ۔ لیکن اراکین کو اختلاف رہا ۔ بالآخر ۱۳۴۳ ف میں اس کے صدر مسٹر نارائن راؤ وکیل ہائیکورٹ نے دور اندیشی کو کام میں لاکر (باوجود اختلاف اراکین)

ف۱ ۔ جلیل احمد صاحب نے اپنی ملازمت سرکاری (مد تاسع) کو مولف کے اس کہنے پر کہ آپ ہی اس کتب خانہ کے بقاء کا سبب ہیں آپ ہی کو اس کی معتمدی قبول کرنی چاہئے ۔ تاکہ کتب خانہ کو ترقی ہو ۔ اسوقت ایثار کی ضرورت ہے ۔ فوراً اپنی خدمت سے مستعفی ہوکر (للعہ) تنخواہ لوکلفنڈ کو قبول کیا ۔ خدا اس ایثار و قربانی مالی کی جزا دارین میں آپکو دے ۔ آمین مولف

ف۲ ۔ اس کتب خانہ کے بنیادی دستاویزات میں نے کتب خانہ کے حوالہ کردئے ہیں جو وہاں محفوظ ہیں مولف

ف۳ ۔ انجمن اسلامیہ نے اپنا کتب خانہ قیمتی ایک ہزار کا اور ایک ہزار چار سو روپیہ چندہ عطیہ مسلمانان اس کتب خانہ میں صرف کئے اس کے علاوہ ماہانہ امداد بھی انجمن سے دیجاتی ہے ۔

اس کو کتب خانہ عثمانیہ میں ضم کر دیا۔ جو قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار کے حسن توجہ کا نتیجہ تھا۔

تلنگی کتب خانہ۔ سنہ ۱۳۲۴ف میں مسٹر وینکٹ راؤ ناظر عدالت کے احساس نے اس کو قائم کیا۔ لیکن یہ کس مپرسی کے عالم میں ہے کاش اس کو بھی کتب خانہ عثمانیہ میں داخل کر دیا جاتا۔ جس سے عوام کامل استفادہ حاصل کر سکتے۔

سناتنی کتب خانہ۔ سناتن پنتکالہ کے نام سے دہرم سالہ گنج میں سنہ ۱۳۲۴ف میں اس کا قیام ہوا۔ جس کے معتمد سکھہ دیوجی صاحب ہیں۔ اس میں وید مقدس اور مذہبی کتب کا ذخیرہ ہے ؎[1]

عمارات تعلیمی۔ دفتر مہتممی تعلیمات سنہ ۱۳۲۵ف میں [illegible] کی لاگت سے تیار ہوا۔ مدرسہ فوقانیہ کی تعمیر سنہ ۱۳۲۰ف میں ہوئی جس پر [illegible] کا خرچ برداشت کرنا پڑا۔ جوبلی کتب خانہ عثمانیہ بشمول قیمت اراضی عطیہ لوکل فنڈ تقریباً ۵ ہزار کی قرار پائی ہے۔

باب ۱۲

صنعت و حرفت

ضلع نظام آباد میں متعدد صنعتیں مختلف مقامات پر ایسی نفیس اور عمدہ ہوتی تھیں کہ ہندوستان کے باہر بھی ان کی مانگ ہوتی اور لوگ ان کی

؎[1] ۔ مولف ان تمام کتب خانوں کا رکن رہ چکا ہے اس لئے کہ یہ ملک کی سچی خدمت کرتے ہیں۔ مولف

نقل بھی نہیں کر سکتے تھے۔ مگر جب انگریزی۔ امریکی۔ اور جاپانی مال کی درآمد شروع ہوئی تو سیدھے سادے اہل ملک سب چھوڑ کر ان نمائیشی سامان پر ٹوٹ پڑے اور ملک کی صنعتوں کا تار تار بکھر گیا۔ ہم یہاں اُن صنعتوں کا مختصر ذکر کرینگے۔

فولاد۔ ضلع نظام آباد اعلیٰ قسم کے فولاد کی تیاری کے لحاظ سے ایک زمانہ میں دنیا کے مشہور ترین مقامات میں سمجھا جاتا تھا۔ نہ صرف ایران کے مشہور شہروں میں بلکہ ممالک یورپ میں یہاں کے فولاد کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ لیکن زمانہ کی رفتار اور یورپ کے سہل الحصول طریقے ارزاں قیمت پر فولاد کی نکاسی نے اس اہم صنعت کو خود نظام آبادیوں کے دلوں سے ایسا بھلا دیا کہ وہ اپنے ملک کے قیمتی بے نظیر فولاد سے بالکل نا آشنا ہیں۔ ہم اپنے اس بیان کی تائید میں چند سیاحان یورپ کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے تین سو سال قبل مشاہدہ کے بعد اپنے بیانات قلمبند کئے ہیں۔ مسٹر گلد ڈل "گلمز آف دکن" میں کہتے ہیں کہ کونا سمندرم (تعلقہ آرمور قریب قصبہ بھیمگل) میں نہایت عمدہ لوہے سے جو وہاں نکلتا ہے۔ نہایت عمدہ قسم کا فولاد تیار ہوتا ہے جو نہ صرف انگلینڈ کے فولاد سے بہتر ہوتا ہے۔ بلکہ سویڈن کے فولاد سے بھی بدرجہا بہتر ہوتا ہے۔ یہاں کا فولاد زیادہ تر ایرانی منڈیوں میں خریدا جاتا ہے۔ جس سے اعلیٰ درجہ کی جوہردار اصفہانی تلواریں بنائی جاتی ہیں۔ ایک ایرانی سوداگر نے ڈاکٹر والیس سے جو علم طبقات الارض کا مشہور عالم گذرا ہے۔ کہا کہ ایران میں اس بات کی بیحد کوشش کیگئی

کہ جیسا فولاد "کونا سمندرم" میں تیار ہوتا ہے ویسا ہی وہاں بھی تیار ہوسکے مگر کامیابی نہیں ہوئی"۔ میں اس حیرت انگیز فولاد کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کی کوشش میں تھا کہ کریم الدین صاحب مرحوم منتظم پولیس نے برسبیل تذکرہ کہا کہ ایک دفعہ انہیں کشتہ کی غرض سے ایک سادھو نے بہترین فولاد کا ٹکڑا لانے کو کہا۔ جب وہ بہت تلاش سے اچھے سے اچھا فولاد لاتے تو ناپسند کرتا۔ آخرکار خود سادھو نے نشاندہی کی اور بڑی جستجو کے بعد اندلوائی میں تلاش سے اسکی حسب خواہش فولاد ملا۔ جب اس کو گرم کرکے پھیلانا چاہا تو یہ ناممکن نظر آیا۔ جب سادھو سے دریافت کیا گیا تو اس نے سنکر کہا کہ "یہ ہمارے ملک کا قدیم فولاد ہے جسے آگ میں جلا کر دوسرے فولاد کی طرح ریزہ کر لینا آسان بات نہیں" پھر جب سادھو کی حسب ہدایت اسے بہت گرم کرکے مسلسل کئی روز کوٹا گیا۔ تو اس کے ذرات نکلے

۱۹۳۹ عیسوی میں موسیو تھوسیات نے بھی اس فولاد کی تجارت کا ذکر اپنے سفرنامہ میں کیا ہے۔ و نیز رپورٹ مردم شماری ۱۸۸۱ء میں اس صنعت کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سو سال پہلے تک یہ تجارت اس ضلع میں کامیاب طریقہ پر جاری تھی۔ علاوہ ازیں مورخ الات نظام آباد نے لکھا ہے کہ بھیکل میں فولاد کے چھوٹے اسلحہ تیار ہوتے ہیں" لیکن آج اس کا وجود ضلع میں نہیں۔ ان بیانات کا مادی ثبوت آج بھی ہم کو ملتا ہے۔ کہ کونا سمندرم تعلقہ آرمور۔ اندلوائی و منچیپہ تعلقہ آرمور۔ یلم پیٹھ تعلقہ کاماریڈی میں میل کے چھوٹے چھوٹے ڈھیر پہاڑیوں کی شکل میں اس صنعت کی گذشتہ عظمت کے مرثیہ خوان

نظر آتے ہیں۔

کاغذ سازی۔ فن کاغذ سازی میں ضلع نظام آباد کو ایک خاص جگہ حاصل تھی۔ چنانچہ کوڑلہ کا کاغذ اپنی عمدہ ساخت اور پائداری کے سبب آج تک مشہور ہے۔ لیکن خود وہاں پر صنعت کا نام و نشان بھی نہیں رہا برائے نام دو چار کام جاننے والے باقی رہ گئے ہیں۔

چوبی کام۔ چوبی کام اور نقش و نگار روغنی چوبی اشیاء پر نرمل اور بھنگل میں ایسا اعلیٰ ہوا کرتا تھا کہ آج بھی یورپ باوجود اس ترقی کے وہاں کی قدیم صنعت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بھنگل کے میانے۔ کشتیاں کھلونے اور مجسمہ و نیز چوبی پردوں پر جو ہیبت نقش کاری مختلف رنگوں سے کیجاتی ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ بھنگل کے بعض نقاش طلب معاش میں اپنے وطن کو خیر باد کہہ چکے ہیں۔ ملک کی بے قدری نے ان کی نسلوں سے اس فن کو چھڑا دیا۔ شاذ و نادر ہی اپنے آبائی پیشے کو بادلِ ناخواستہ چلا رہے ہیں۔ اگر اہل ملک نے اس جانب فوری توجہ نہ کی تو مستقبل قریب میں۔ یہ فن بھی نیست و نابود ہو جائے گا۔

فن سنجاری۔ بالکنڈہ فن سنجاری کی اعلیٰ قابلیت میں مشہور تھا یہاں کے قلمدان جن کو چوبرجی ہشت برجی و دوازدہ برجی قلمدان کہتے ہیں صنعت سنجاری کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ گو آج بھی یہ کام یہاں ہوتا ہے لیکن حالت کسمپرسی میں بھنگل میں بھی فن سنجاری کو نمایاں ترقی تھی۔ آج کل بھی بھنگل کے سنجار مشہور ہیں۔

ف۔ کوڑلہ جاگیرات ضلع کریم نگر میں شامل ہو چکی ہے۔ اور پہلے بھنگل کے تحت تھی۔ ۱۲

خوشبویات۔ مستقر نظام آباد کا۔ سرکا مسالحہ، اور اگر بتیاں وغیرہ دکن بھر میں بہترین مانی جاتی تھیں۔ لیکن اب نظام آباد میں ایک بھی اس کا جاننے والا اور بنانے والا نظر نہیں آتا۔

پارچہ بافی۔ تعلقہ آرمور میں صنعت ریشمی پارچہ بافی نے جو ترقی پچاس سالہ عرصہ میں کی اس کا حال مولوی عبدالسلام صاحب مرحوم مورخ "حالات نظام آباد" نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ "ریشمی کپڑے آرمور میں کھتری قوم بناتی ہے ان کپڑوں کی بہترین قسمیں مستورات کی چولیاں اور ساڑیاں ہوا کرتی تھیں۔ ان پارچوں کی قیمت (۳ے) سے لیکر ڈیڑھ ہزار تک ہوتی ہو۔ بلکہ اس سے زائد قیمت کی ساڑیاں بھی تیار ہوتی ہیں"۔ ۱۳۲۳ف میں جب کہ میں آرمور کا گرداور تھا۔ تین تین ہزار کی ساڑیاں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس چھوٹی سی بستی میں پانسو سے زائد کرگھے چلتے تھے لیکن ۱۳۳۰ف کے بعد سے جبکہ ساگر مٹھ کو جاپان اور امریکہ کی صنعت نے پیش کیا تو یہاں کی تجارت پر کاری ضرب لگی۔ اب بھی یہ صنعت یہاں ہے۔ مگر روز بروز زوال پذیر ہے اس کے علاوہ کھتری قوم کو کثرت استعمال مسکرات نے تباہ کر دیا ہے۔ جس کا ثبوت انکی صورتوں اور قوائے جسمانی سے آج مل رہا ہے۔

رنگریزی کھادی پر پختہ رنگ کا چھاپا اور مختلف قسم کے بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں۔ جو پردے اور جاجم کے کام آتے ہیں۔ البتہ رنگریزوں نے ایک جدید طریقہ ۱۳۳۵ف سے یہ اختیار کیا ہے کہ باریک ٹاٹ پر مختلف رنگ کے بیل بوٹے چھاپا کرتے ہیں جس سے

وہ دور سے معمولی قالین کیطرح معلوم ہوتا ہے۔ مگر رنگ پختہ نہ ہونیکے سبب کار آمد یا عام پسند نہیں ہے۔ قصبہ بانسواڑہ میں بھی رنگ سازی کا کام ہوتا ہے اور برا نہیں ہوتا۔

بیدری کا کام۔ قصبہ لنگم پیٹھ تعلقہ یلاریڈی میں بیدری کام کرنے والے ہیں نظام آباد میں بھی یہ کام اچھا ہوتا ہے۔ صرف ایک وہ خاندان اس کام کے کرنے والے ہیں۔ بھیمگل میں بھی یہ کام ہوا کرتا تھا۔

ٹائیل یعنی بنگلوری کویلو۔ مستقر نظام آباد میں۔ سید شاہ پیران صاحب مہتمم سنٹرل جیل نے اس کارخانہ کو قائم کیا۔ اور بڑی توقعات اس سے وابستہ تھیں۔ لیکن سنٹرل جیل سب جیل بنا دیا گیا کہ قیدیوں کی کمی تھی لہذا اس کارخانہ کو ختم کر دینا پڑا۔

کارخانہ کانچ سازی۔ منور علیصاحب تاجر نے گورنمنٹ سے دس ہزار روپیہ قرض لیکر کانچ کے سامان بنانے کا کارخانہ قائم کرنا چاہا لیکن افسوس کہ نتیجہ صفر رہا۔ اس لئے نہیں کہ یہاں کام کی گنجائش نہیں تھی۔ بلکہ اس لئے کہ کام کرنا مقصود نہ تھا یا اچھے کام کرنے والے نہ تھے۔

بنگڑیوں کا کارخانہ۔ منور علی سوداگر نے (جو چوڑیوں کی تجارت کرتے تھے۔) اس کو قائم کیا تھا۔ کچھ دنوں کام چلا۔ اور بعد میں ختم ہوگیا چوڑیوں کا کام بھیمگل میں بھی ہوا کرتا تھا۔ لیکن اب نہیں ہوتا۔

کارخانہ پٹرول سازی۔ بزمانہ مسٹر دیکفیلڈ ڈائرکٹر جنرال گلمبوہ سے پٹرول بنانے کا اسکیم تیار کیا گیا۔ اور بمقام ٹیکریال قریب مستقر کامائیڈی

ایک گراں قیمت مشنری قائم کیگئی۔ لیکن ہماری بدنصیبوں کی وجہ کہ "ہر قائم مقام اپنے پیش رو کے کام کو فنا کر دینا ہی اپنی پالیسی سمجھتا ہے" اس کا وہی حشر ہوا۔ لاکھوں روپیہ برباد ہونے کے بعد بالآخر اس کو ڈسٹیلری کے کام میں لایا جارہا ہے۔ یہاں شراب تیار کیجاتی ہے جس کا نتیجہ بجز بربادی ملک کے کچھ نہیں۔ خدا وہ دن جلد لائے کہ اس بدترین صنعت کے بجائے یہاں پر مفاد ملک کی صنعت نظر آئے۔

دباغت چرم - ایک کارخانہ دباغت چرم کا مستقر نظام آباد سے قریب ۱۳۳۰ف میں قائم ہوا تھا۔ جبکو عمود دی کمپنی مدراس نے قائم کیا تھا نہ معلوم وہ کیوں ختم ہوگیا۔ کیونکہ یہ راز سربستہ بوجہ بیرون ملک کی کمپنی ہونے کے واضح نہ ہوسکا۔ اس کے پہلے بھی ایک کارخانہ دباغت چرم بمقام کنٹیشر قائم تھا۔ وہ بھی باقی نہ رہا۔

کارخانہ صابون سازی - سیف چمن سوپ کے نام سے ۱۳۴۰ف میں ایک کارخانہ مستقر پر قائم ہوا۔ اور بڑی کامیابی سے بانیاں کارخانہ نے اُس کو چلایا۔ لیکن کاریگروں کی بدعہدی نے ایک سال میں اُس کو ختم کردیا

بیڑی سازی - بیڑیوں کے کارخانہ بکثرت نظام آباد کے عرض و طول میں پھیلے ہوئے ہیں۔ چونکہ یہاں پر برگ آبنوس بہت ملتا ہے۔ اور مزدوری بھی سستی ہے۔ اس لئے بیرونی اشخاص یہاں پر کارخانہ قائم کرتے ہیں تمباکو باہر سے منگواکر استعمال ہوتا ہے کارخانہ تارا صاحب و گاندھی بیڑی رام سروپ صاحب یہ قدیم کارخانہ اور کاروبار کے لحاظ سے بڑے بھی ہیں۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ اس قیمتی تجارت میں نظام آبادی افراد کا

حصہ نہیں ہے ۔ حالانکہ آن کے ملک سے غیر استفادہ حاصل کرتے ہیں عموماً ہزار بیڑیوں کی تیاری کے لئے ۵ ر مزدوری لیجاتی ہے ۔ مزدور اور مزدورنیاں بہترین بیڑی بنانے کے ماہر ہیں ۔ فیصدی (۷۵) عورتیں بیڑی بناتی ہیں ۔ اور مسلمان عورتیں بھی گھر پہ مزدوری سے یہ کام کرتی ہیں ۔

گھریلو بافندگی ۔ کھادی ۔ کمل ۔ نواڑ ۔ دہوتیاں ۔ اور ساڑیاں عموماً ہر قصبہ و تعلقات میں دستی کرگھوں سے تھوڑے بہت تیار ہوتے ہیں ۔ صرف ایک قصبہ ارموریں (۴۵۰) دستی کرگھے چلتے تھے ۔ لیکن زمانہ کے انحطاط نے اُن کو گھٹا دیا ۔ البتہ کھادی بھنڈار ۔ دیسی کھادی کو کامیابی سے چلا رہا ہے ۔ اور بیرون ملک اُس کی اچھی مانگ ہے ۔

پتھر کے گلاس و کٹورے ۔ پچیس [۲۵] سال قبل یہ کام بیمگل میں ہوا کرتا تھا لیکن اب مفقود ہو چکا ہے ۔

محبس کی صنعت ۔ قیام صدر محبس تک شطرنجی ۔ قالین ترکی تو ال ۔ جانمازیں اور مختلف قسم کے پارچہ خصوصاً بہترین کھادی تیار ہوتی تھی ۔ و نیز فرنیچر وغیرہ بھی بنایا جاتا تھا ۔ محبس کی تخفیف کے بعد یہ صنعت ختم ہو گئی ہے ۔

کارخانہ شکر سازی

نظام شوگر فیاکٹری

نظام ساگر کے سلسلہ میں یہ کارخانہ ملک کے لئے خاص اہمیت رکھتا ہے جو صہ ۱۰ لاکھ روپیہ کے سرمایہ سے بصورت کمپنی (۲۵) روپیہ

فی حصہ (عوام کے استفادہ کے لئے اس قدر کم رقم رکھی گئی تھی) رجسٹرڈ
کروایا گیا۔ ۱۳۴۳ف م ۱۹۳۴ء میں تعمیری کام آغاز ہوا۔ لیکن بہت جلد انتظامات
کے ناقابل اطمینان ہونے کی وجہ انڈسٹریل ٹرسٹ فنڈ کے تحت زیادہ
پختہ تجربہ اور انتظامی قابلیت سے اس کو تقویت پہونچانے کی ضرورت
داعی ہوئی۔ اور ۱۶ روپے کے اضافہ کے ساتھ جملہ (لہ صہ) کے سرمایہ
سے کام آغاز شدہ مکمل کیا گیا۔ یہ فیکٹری مستقر بودھن میں قائم کی گئی۔
جو نظام آباد سے ۱۹ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جہاں پر جدید ریلوی
لائین کھینچی ڈالی گئی ہے۔ جس کا افتتاح حضرت والا شان پرنس آف برار
حضرت ولی عہد سلطنت آصفی نے اپنے مبارک ہاتھوں ۲ بہمن ۱۳۴۶ف
کو فرمایا۔

اس کارخانہ کو نظام شوگر فیاکٹری سے موسوم کیا گیا ہے جسمیں
روزانہ ایک ہزار سے بارہ سو ٹن تک نیشکر سے شیرہ نکالنے کی
گنجائش ہے اور اگر نرم نیشکر جاوے کی قسم کا پیدا ہو جائے تو
ڈیڑھ ہزار ٹن تک گنجائش نکل سکتی ہے۔ توقع ہے کہ فیاکٹری کی
پیداوار سالانہ ۲۵ ہزار ٹن شکر تک ہو جائیگی۔ یہ مقدار شکر وہی ہے
جو اس وقت ریاست دکن میں درآمد و خرچ ہوتی ہے جس کا
اندازہ قیمت (۶۰) اور (۷۵) لاکھ روپیہ کے درمیان کیا گیا ہے
جس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ اس رقم کا معتد بہ حصہ کاشتکاران
نیشکر تحت نظام ساگر کا حق ہوگا۔ اور سرکار عالی کو بھی محاصل کی صورت
میں پندرہ لاکھ روپیہ مل جائیگا۔

عسه اسفند ار ۱۳۴۸ف میں پہلی مرتبہ اس کارخانہ کی تیارہ شدہ شکر بازار میں آئی چونکہ افتتاح کے ساتھ ہی موسم جلد ختم ہوگیا۔ اس لئے ملک کے بازار میں عام نہ ہوسکی۔ اس کارخانہ سے ملک کے بڑے توقعات وابستہ ہیں۔ خداوند تعالےٰ اس کے کاروبار میں برکت عطا فرمائے۔ آمین بیرونی کمپنیاں ابھی سے سابقت کی فکروں میں لگی ہیں۔ ابتداً راجہ دھنراج گیر مینجنگ ڈائرکٹر تھے۔ جب راجہ صاحب سے کام سنبل نہ سکا تو میر لائق علی صاحب جو ضلع نظام آباد ہی کے ایک سپوت ہیں ان کے ہاتھوں حکومت نے بڑی توقعات کے ساتھ اس کارخانہ کا انتظام دیا ہے۔ اور آپ ہی کے ہاتھوں اس کارخانہ کی تکمیل کے بعد کاروبار آغاز ہوئے۔ آپکے حسن کارگذاری کا اعتراف اڈریس میں بھی بوقت افتتاح کیا گیا تھا۔ ہماری دعا ہے کہ جس طرح اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا ملا ہے اسی ناخدا کے ہاتھوں یہ منزل مقصود کو پہونچ جائے۔ آمین۔

اس کارخانہ پر مسٹر تارا پوری اکزیکیٹو انجینیر۔ اور محمد غوث الدین صاحب مہتمم فراہمی نیشکر کارگذار ہیں۔

کارخانہ جات۔ ضلع نظام آباد میں حسب ذیل گرنیاں موجود ہیں تعلقہ نظام آباد۔ فلورمل ۔ رائیس مل ۔ جننگ فیاکٹری ۔ پریسنگ فیاکٹری

عسه ۔ محمد عبد السلام مرحوم مورخ حالات نظام آباد نے ۱۳۳۱ف میں ۲۰ سال پہلے نظام آباد میں کارخانہ شکر سازی کی ضرورت بتلاتے ہوئے حکومت کو توجہ دلائی تھی۔ بلاشبہ مرحوم کی پر خلوص آرزو عملی صورت اختیار کرلی ۔ مصنف

کرلیشر - تیل کا گھانہ - سمٹ کا کارخانہ
تعلقہ آرمور - فلور مل - کارخانہ پارچہ بافی ذریعہ مشنری
تعلقہ کاماریڈی - رائیس مل - فلور مل -
تعلقہ بودھن - رائیس مل - فلور مل -
تعلقہ بانسواڑہ - رائیس مل - فلور مل -

کھاد سازی - ٹرینگ گراؤنڈ کے لئے بزمانہ مرزا محمد بیگ صاحب ۱۳۴۲ف میں خواجہ محی الدین صاحب سائنٹری انسپکٹر کو معلومات حاصل کرنے اندور اسٹیٹ روانہ کیا گیا تھا - صاحب موصوف نے کامیاب طریقہ پر معلومات بہم پہونچائے - جس کے بعد ۱۳۴۶ف میں اس کے قیام کی منظوری مجلس لوکلفنڈ نے دی - بالآخر ۱۳۴۸ف میں یہہ کام آغاز ہوا - اور کامیاب طریقہ پر جاری ہے جس میں انسانی فضلہ اور آبادی کا کچرا ملاکر بہترین کھاد بنایا جاتا ہے - اس طریقہ کو رعایا بہت ہی پسندیدہ نظر سے دیکھتے ہوئے دیہات میں بھی اس کی تقلید کر رہی ہے - یقین ہے کہ اس سے زمینات کی قوت نمو میں کافی مدد ملیگی -

سبز کھاد - نباتات سے کھاد بنانے کے لئے سررشتہ جنگلات کوشش کر رہا ہے - چنانچہ پیر کرڈ تعلقہ آرمور و لوتی بیٹھ تعلقہ نظام آباد میں ۱۳۴۲ف سے سبز کھاد کی تیاری کے عملی تجربہ ہو رہے ہیں -

نمائش

(۶)

سب سے پہلی نمائش مقامی ضلع کی ۱۳۳۳ف میں بمقام جاترا کنٹیشر

بزمانہ نواب تقی یار جنگ مرحوم تعلقدار وقت مختصر پیمانہ پر قائم کیگئی تھی
۱۳۴۷ف دن میں قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار کی سرپرستی میں
محمد طاہر صاحب صدیقی دوم تعلقدار کی توجہ سے بمقام باغ عام نہایت
شاندار و کامیاب طریقہ پر نمایش مصنوعات ملکی قائم کیگئی تھی۔ جس میں
ملک سرکار عالی کے اکثر شعبہ جات صنعتی نے حصہ لیا تھا۔ اس کا افتتاح
راجہ شامراج بہادر صدر المہام نے فرمایا۔

مدرسہ صنعت و حرفت

۱۳۱۶ف میں بر بنار تحریک عماد الملک مرحوم برز و جنگ تعلقدار وقت
نے اس مدرسہ کی بنیاد اُس عمارت میں رکھی جہاں پر سابق دفتر اول تعلقداری
جو ایک وسیع کمپونڈ اور متعدد عمارتوں پر مشتمل تھا۔ اس کے اخراجات
کے لئے صیغہ لوکلفنڈ سے پانچہزار روپیہ بطور امداد دلوائے گئے۔
سب سے پہلے مسٹر کاٹلے دی ری اور اس کے بعد مسٹر پا دھے من بعد
محمود علی صاحب مدرسہ پر مہتمم مقرر ہوئے۔ بزمانہ محمود علیصاحب مہتمم
ایک مختصر سا بورڈنگ بھی قائم کیا تھا۔
مدرسہ میں نجاری بید بافی آہنگری۔ کساری۔ اور ڈرائنگ کی مستقل
تعلیم ہوتی تھی۔ قالین بافی۔ شطرنجی بافی۔ پارچہ بافی۔ اور کاغذ سازی وغیرہ
فنون بھی سکھلائے جاتے تھے۔ ۱۳۲۴ف میں مسٹر کیلکر مہتمم کا یہاں
پر تقرر ہوا۔ اس کے بعد ضمیر الحسن صاحب ۱۳۳۶ف میں آئے اور
۱۳۳۷ف میں نواب حسن علی خان صاحب و نیز عبد الرزاق صاحب بحیثیت منتظم

کارگذار ہوئے اول الذکر کا سلسلہ ختم ہوگیا اور ثانی الذکر اس وقت
تک کارگذار ہیں۔

سنہ ۱۳۴۰ ف سے پہلے یہاں پر کوئی نصاب تعلیم فنی موجود نہ تھا۔ مسلسل
بارہ بارہ سال لڑکے فنی تعلیم پاتے اور مختلف فنون میں دستگاہ حاصل
کرتے۔ لیکن عموماً ڈرائنگ کے امتحانات کے جانب خاص توجہ کیجاتی تھی
قاضی فضل الدین احمد صاحب ڈرائنگ ماسٹر عرصہ تک فرائض تعلیمی
انتہائی حسن توجہ سے انجام دیتے رہے مہتمم محمود علی صاحب۔ اور
قاضی صاحب موصوف کی دلچسپیوں نے سنہ ۱۳۳۲ ف تک اس مدرسہ
کو کامیاب رکھا۔ چنانچہ آج سررشتہ تعلیمات میں اکثر ڈرائنگ ماسٹر
اسی مدرسہ کے فارغ کارگذار ہیں۔ (مصنف نے بھی ۱۹ سنہ ف میں ڈرائنگ
کی تعلیم پائی ہے) سنہ ۱۳۳۹ تک مدرسہ کی حالت قابل افسوس رہی سنہ ۱۳۴۰ ف
میں جب کہ یہ مدرسہ سررشتہ لوکلفنڈ سے علاقہ شاہی میں منتقل ہوا تو
صرف چار فنون کو باقی رکھا گیا۔ یعنی فن نجاری۔ بید بافی۔ آہنگری۔
کساری۔ مابقی تمام شعبہ جات ختم کردئے گئے و نیز مدرسہ تحتانیہ علاقہ
لوکلفنڈ کو بھی برخاست کر دیا گیا! (مصنف نے تحتانیہ تعلیم و نیز ڈرائنگ
کی تعلیم کے لئے حکومت کو اکثر مرتبہ توجہ دلائی کہ مدرسہ صنعت و حرفت
میں یہ دونوں شعبہ بیحد ضروری ہیں۔ چنانچہ میکنزی اسکیم ملک میں
زمانہ قریب میں رونما ہوگی) سنہ ۱۳۴۰ ف سے نصاب تعلیمی کا سہ سالہ تعین
کیا گیا۔ اور سنہ ۱۳۴۷ ف میں اس کو چار سال قرار دیا گیا۔ شرکت کیلئے
عمر ۱۲ سالہ کی قید عاید کیگئی نصاب کے لحاظ سے فنی تعلیم کے مدارج طے

کرنے کے بعد سند (یعنی ڈپلوما) دیجاتی ہے۔

دورِ جدید کے نتائج تعلیم حسب ذیل ہیں

صراحت فن	تعداد فارغ التحصیل سنہ ۴۴	سنہ ۴۵	سنہ ۴۶	سنہ ۴۸	کیفیت
نجاری	×	۳	۳	۴	نوٹ۔ سنہ ۴۷-۱۳۴۶ف
بیدبافی	×	۳	۱	×	میں نصاب چار سالہ
آہنگری	۱	۴	×	×	کی وجہ نتیجہ برآمد
کمہاری	×	۱۰	۱	۱	نہ ہو سکا

طلبا کو وظائف سال اول عہ دوم دو روپیہ سوم تین روپیہ چہارم چار روپیہ ماہانہ دئے جاتے ہیں۔ اس طرح سالانہ (اصــہ) اس مد میں خرچ ہوتے ہیں۔ حصول تعلیم کے بعد طلبا رفنی ملازمت پر اکثر و بیشتر مامور ہوتے ہیں۔ بہت کم ذاتی حیثیت سے پیشہ کو انجام دیتے ہیں۔ پیشہ کے مقابل ملازمت کو ترجیح دیجاتی ہے۔ چنانچہ میں نے ایک ایسے طالب علم سے جس نے کامل بارہ سال اس مدرسہ میں کمہاری ڈرائنگ سناری سینگ کا کام وغیرہ سیکھا تھا۔ ذاتی کام کرنے کے لئے بارہا کہا لیکن ایک طرف پست ذہنیت نے دوسری طرف افلاس کے خوفناک دیوتا نے اوس کو (عہ) کی ملازمت پر قانع بنا دیا۔ بہرحال تعلیم کے ساتھ ذہنیت کی تربیت بھی ہونی چاہیئے۔ گو عبدالرزاق صاحب موجودہ منتظم ان خیالات کو ذہن نشین

کراتے رہتے ہیں مگر ماحول طلبار کو اِس طرف رجوع ہونے نہیں دیتار فتار زمانہ ماحول کو بدلنے کے لئے تیار ہے۔ جس کے بعد مدرسہ کا اصلی مقصد ظاہر ہوگا۔

۱۳۴۷ھ ف میں طلبار کی تعداد حسب ذیل رہی۔

شعبہ	سال اوّل	سال دوم	سال سوم	سال چہارم	جملہ
نجاری	۲۰	۷	۶	۴	۳۸
بندبافی	۳	۵	۰	۰	۸
آہنگری	۴	۱	۴	۲	۱۱
کساری	۹	۰	۰	۰	۹

اسٹاف مدرسہ ۱۳۴۷ھ ف میں حسب ذیل رہا۔

نام	عہدہ	تنخواہ	نام	عہدہ	تنخواہ
عبدالرزاق صاحب	منتظم	ماعـــہ	مسٹر پا نیا	مددگار اول نجاری	ہے ســـہ /٨/
سید محمود صاحب جی		ہے ســـہ /٨/	مسٹر عیندریا	ماسٹر کساری	ســـہ
مسٹر دہن کوٹی پلی	ماسٹر نجاری	صـــہ	مسٹر مانیکم	ماسٹر آہنگری	ســـہ
ماسٹر نجاری	؍؍	؍؍	عبدالرحمن صاحب	ماسٹر ڈرائنگ	عـــہ

مسٹر باپنا سنجار یہاں ۱۳۱۶ھ ف سے کارگذار ہیں جو سب سے سینیر ہیں عبداللطیف صاحب سابق ماسٹر سنجاری بہترین فن دان تھے جنہوں نے دو چوبی تخت انتہائی صنعت کے ساتھ بارگاہ خسروی میں پیش کرنے کی عزت حاصل کی تھی۔

موازنہ۔ شاہی میں مدرسہ آنیکے بعد سے سالانہ موازنہ ([illegible]) روپیہ منظور ہوا۔

۱۳۴۷ ف میں تیاری اشیار کا خرچ ([illegible]) روپیہ ہوا تھا۔ جس سے ([illegible]) کے اشیار تیار ہوئے اور اُسی سال ([illegible]) کا مال فروخت بھی ہوگیا فی الوقت مدرسہ بودھن روڈ پر ایک کرایہ کے کشادہ مکان میں ہے۔ چونکہ قدیم عمارت بوسیدہ ہو چکی تھی۔ اسلئے اس کو چھوڑنا پڑا۔ یہہ تبدیلی مہر ۱۳۴۸ ف میں عمل میں آئی۔

بلحاظ حالات مقامی۔ خیاطی۔ رنگریزی۔ سادہ کاری۔ ریڈیو موٹر میکانیکی وغیرہ شعبہ جات کو قایم کیا جا سکتا ہے۔ جس سے اہل ملک کو کافی فائدہ پہونچے گا۔ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ منتظم عبدالرزاق صاحب کی حسن کارگذاری مے بمقابلہ پہلے کے مدرسہ کی حالت کو کچھہ بہتر بنالیا ہے۔ اگر ذمہ دار عہدہ داران مقامی و سربرآوردہ مقامی حضرات کی توجہ ہو جائے تو یہ ایک کامیاب مدرسہ ہوسکتا ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب قوت خانہ برقی بھی نظام آباد میں قائم ہو چکا ہے۔ جس کے بعد کوئی رکاوٹ ترقی میں نہیں ہے ضرورت ہے کہ حکومت نظام آباد کی بڑھتی ہوئی ترقیوں کے مدنظر اس مدرسہ پر فوری توجہ فرمائے

باب ۱۳

تجارت

زمانہ قدیم کے حالات اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ یہاں کی تجارت مسلمانوں کے قبضہ میں تھی۔ کیوں کہ کاغذسازی عطریات۔ پارچہ بافی۔ رنگ سازی۔ اور درآمد کی تجارت یہ مسلمانوں کا آبائی پیشہ تھا جس پر اُن کو ناز تھا۔ (لیکن تجارت سے آج مسلمانوں کو عار ہے ببیں تفاوت راہ از کجاست تابہ کجا۔ اس کے نتائج بھی افلاس وفاقہ کشی کے عذاب میں مبتلا ہو کر وہ جھیل رہے ہیں۔ مگر عقل نہیں آئی۔ تاہم فی زمانہ کچھ آنکھ کھلی ہے۔) نرل سے نولکھا سوداگروں کا ایک خاندان یہاں پر آباد ہونے کا پتہ چلتا ہے کیونکہ یہ ایک عالم طور پر مشہور ہے کہ قدیم قبرستان کے مقبرہ اسی خاندان کے ہیں۔ جو اپنے تنزلی واختتام کو زبان حال سے آج بھی بیان کر رہے ہیں۔ تاریخ نرل سے بھی نولکھا خاندان کا پتہ ملتا ہے ف ۱۱۶۶ھ قاضی محمد محسن یہاں کے لکھپتی اور بڑے تاجر تھے

ف۔ نرل سے ایک خاندان سادات کا اندور کو ہجرت کیا تھا۔ جو بہت متمول تھا غالباً یہ بھی خاندان نولکھا سے مشہور ہوا۔ اور اسی نے یہاں فروغ حاصل کیا۔

گنبد شاہ بی بی کی انعامی سند سے قیاس غالب ہے کہ یہ اسی سلسلہ کا گنبد ہے۔ جسکے سلسلہ خاندان میں اس وقت سید احمد الدین انعامدار موجود ہیں۔ یہ سند بنام میر ولایت علی سنہ ۱۲۷۶ھ میں مجدداً جاری ہوئی تھی اسی سند میں فتح اللہ بیابانی عرف

باوجود اس گری ہوئی حالت کے اس وقت بھی یہاں پر مسلمان تاجر کچھہ نہ کچھہ ضرور موجود ہیں۔ جن میں فی الوقت محمدؐ امین سوداگر پارچہ کا خاندان جو نظام آباد کا متوطن ہے اور سید قادر صاحب مرحوم سوداگر جن کے فرزند سید یوسف صاحب بی۔ اے ایل ایل بی وکیل اور سید محمدؐ صاحب وکیل متوطن نظام آباد گنج کی بڑی مسلم دکان ولی محمد حاجی موسیٰ سیٹھ میاں۔ آھتی تجارت جلال میاں کی ہے۔ اور تمام اپنی تجارتی کاسہ بار و سرمایہ داری میں مشہور ہیں۔

تجارتی منڈی صوبہ میدک میں اسی ضلع کو قرار دیا جاسکتا ہے خصوصاً نظام ساگر کی وجہ کثرت پیداوار۔ اور کارخانہ شکرسازی کا قیام مستقبل قریب میں تمام ممالک محروسہ سرکار عالی میں اس ضلع کو تجارتی منڈی بنا دیگا۔ درآمد و برآمد کے اعداد باب (۸) کے دیکھنے سے ظاہر ہونگے

محبوب گنج۔ میں (۸۰) دوکان تھوک فروشی کے ہیں جس کی تجارت کا سالانہ اندازہ یک کروڑ کے قریب قریب ہے یہ گنج نظام آباد کا سب سے بڑا گنج ہے بزمانہ برزدجی تعلقدار المخاطب بہ برزو جنگ ۱۳۱۶ ف میں بنا۔ جس کا افتتاح سر مہاراجہ یمین السلطنت کشن پرشاد بہادر مدار المہام ریاست نے اپنے مبارک ہاتھوں فرمایا۔ اور اسکو بادشاہ وقت کے نام سے موسوم کیا۔ اس گنج کی تیاری میں ایک لاکھ ساٹھہ ہزار کے مصارف ہوئے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۲ شاہ بیابانی کا ذکر ہے لیکن ان کے مزار کا کوئی پتہ مجھکو نہیں ملا ہونہ ف ۱۔ ملاحظہ ہو باب مشاہیر۔

یہاں پر مسلم تاجروں میں سب سے پہلے عبداللہ پسر محمد مرحوم کچی
کی دکان قائم ہوئی۔ اور اسوقت حاجی ولی محمد حاجی موسیٰ سیاں نے
کاروبار تجارت بڑے پیمانہ پر ہیں۔ مارواڑی حضرات میں سب سے
پہلے جھمر لال جی نے ۱۳۱۲ف میں یہاں پر دکان قائم کی۔ اور آج بھی
ان کے کاروبار جاری ہیں۔ یہ ابتدا سے گنج کے معلومات رکھتے ہیں
اور بلحاظ عمر و تجربہ گنج کمیٹی کے صدر ہیں مارواڑی قوم کے تجار میں
دیوان بہادر رام گوپال کے کاروبار گری۔ اور گنج میں بنکٹ لال
بدری نارائن کی دکان اڑتھ بڑے پیمانہ پر ہے۔ ملکی حضرات میں
وٹھل ریڈی گنگا ریڈی کی دکان گنج میں اعلےٰ تجارت کی حامل ہے۔
وٹھل ریڈی گنگا ریڈی دونو بھائی ہیں جو بانسواڑہ کے وطندار ہیں۔

بودھن۔ کی بڑھتی ہوئی تجارت کے مدنظر ۱۳۴۷ف میں ایک
گنج کی بنیاد قاضی زین العابدین صاحب کے زمانہ میں رکھی گئی۔

کاماریڈی۔ فرحت اللہ صاحب دوم تعلقدار کی حسن سعی سے یہاں بھی
۱۳۴۵ف میں ایک گنج قائم ہوا ہے۔

بازار ہفتہ واری۔ ۱۳۰۸ف میں جن مقامات پر بازار تھے۔
انمیں سے اکثر ٹوٹ گئے۔ برائے نام بازار تھے۔ لیکن ان میں سے
اکثر بازارات کو ازسر نو کامیاب تجارت گاہیں بنادیا گیا۔
۱۳۴۸ف کے بازارات اور انکے ایام مقررہ کی تفصیل حسب ذیل ہے

نام بازار	یوم بازار	زمانہ قیام	نام بازار	یوم بازار	زمانہ قیام
۱۔ قصبہ اندور	پنجشنبہ	نواب سہراب نواز جنگ	۲۔ نوی پیٹھ	چہارشنبہ	آغا محمود علی تحصیلدار
			۳۔ سرناپلی	״	حسب سابق

نام بازار	یوم بازار	زمانہ قیام
۴ - گندارم	چہارشنبہ	حسب سابق
۵ - بودہن	جمعہ	آغا شیخ علی رضا تحصیلدار
۶ - گوور	چہارشنبہ	حسب سابق
۷ - رودرور	شنبہ	آغا شیخ علی رضا
۸ - آرمور	”	”
۹ - کوتور	یکشنبہ	حسب سابق
۱۰ - بمگل	دوشنبہ	حسب سابق
۱۱ - بانسواڑہ	پنجشنبہ	”
۱۲ - گتیہ	دوشنبہ	”
۱۳ - بھکنور	شنبہ	”
۱۴ - اسکا ماریڈی	پنجشنبہ	محمد فرحت اللہ دوم تعلقدار
۱۵ - رنگم پیٹھ	چہارشنبہ	حسب سابق
۱۶ - سداسیونگر	جمعہ	”

ان مقامات پر مختلف مقامی ضروریات کے اشیاء اور خام پیداوار آتی اور فروخت ہوتی ہے - مولف کے اندازہ میں یہ تعداد تجارت کا اوسط ان بازاروں کا کسی حال میں چالیس ہزار سے کم نہیں ہوسکتا - اسطرح سالانہ چالیس لاکھ کی یہ تجارت گاہیں قرار دیجاسکتی ہیں

اجناس روغندار - ضلع میں روغندار اجناس کی پیداوار کا اندازہ

کی پیداوار - ۱۳۴۷ف میں حسب ذیل تھا -

نام جنس	مقدار
تل	۲۴ ہزار من
سیاہ تل	۶ - ہزار من
السی	۱۲ - ہزار من
کرڈ	ایک ہزار من
ارنڈی	۵ - ہزار من
ولایتی مونگ	(۸) ہزار من

(نوٹ) تجارتی نقطہ نظر سے دیگر پیداوار باب مالگذاری بعنوان ابواب ہراجی ملاحظہ ہوں -

نرخ اجناس - اوسط نرخ اشیاء مایحتاج کے اعداد حسب ذیل ہیں -

نام جنس	قیمت فی روپیہ ۱۳۰۸ف میں	قیمت فی روپیہ آخر ۱۳۴۲ف میں
عمدہ باریک چاول	۱۰½ اثار	(۵) آثار
موٹے چاول	۱۶½ ″	(۸) ″
جوار	۳۲ ″	(۱۰½) ″
تور	۱۰ ″	(۹½) ″
نخود	۸½ ″	(۸) ″
گیہوں	۸ ″	(۸) ″
ماش	۱۲ ″	(۷) ″
تل	۱۱ ″	(۵½) ″
گھی خالص	۱½ آثار	(۱) ″
قند سیاہ یعنی گڑ	۵ ″	(۴) ″
شکر	۴½ ″	(۳) ″

تعہدات و متاجری۔ سمیات کا تعہد ۱۳۱۸ف میں (صماعہ) کو دیا گیا تھا۔ اور ۱۳۳۴ف میں (۳۶۵ ٹھیکہ) پر یہ معاملہ مراج ہوا۔ بار برداری بیٹی۔ مارکٹ بیٹی۔ مسلخ بیٹی۔ کوپ ہائے جنگلات اور برگ آبنوس کے تعہدات کا ہراج بھی اس ضلع میں اچھی قیمتوں پر ہوا کرتا ہے۔ خصوصاً برگ آبنوس و جنگلات کی مانگ گراں قدر ہے لکڑی کے بیوپار کرنے والے سید عبدالقیوم صاحب و ضیاء الدین صاحب و چندر بہان سنگہ صاحب و محمد علی صاحب وغیرہ متاجران جنگلات ہیں۔

بنکنگ

صدر بنک مدادباہمی - بزمانہ نواب تقی یار جنگ دی ۱۳۲۳ف میں **نظام آباد** - اس بنک کا قیام عمل میں آیا جس کا مجوزہ سرمایہ دو لاکھ روپیہ قرار دیا جاکر فی حصہ ایک صد روپیہ کا مقرر کیا گیا - بفور افتتاح (مبلغ ...) کے حصص فروخت ہوگئے فی الوقت اس کا سرمایہ حصص فروخت شدہ (...) ہے - اور سرمایہ وصول شدہ کی مقدار (...) روپیہ ہے اور مد محفوظ میں (...۲۰۶۵) روپیہ جمع ہیں -

ختم ۱۳۴۷ف تک اراکین شخصی کی تعداد (۱۱۷) اور انجمن ہائے ذیلی (۷۷) اور ایک شہری بنک اس بنک کے تحت کام کررہے ہیں اس بنک کی بہترین خصوصیات یہ ہیں کہ بوقت آغاز کاروبار بنک نے (...) روپیہ کا قرض حاصل کیا تھا وہ اندرون پانچ سال ادا کرنے کے بعد اب تک اس نے قرض حاصل نہیں کیا بلکہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوا کاروبار چلایا جارہا ہے - بحالت موجودہ زیر استعمال سرمایہ کی تعداد (...) ۱۳۴۷ف میں رہی اس بنک کے اعزازی معتمد ابتدا ہی سے مسٹر کاشی راؤ صاحب وکیل ہیں - حسن کے حسن انتظام کے متعلق سررشتہ اور بورڈ بنک ہر رپورٹ میں مشکور نظر آتے ہیں - اس بنک کے قیام میں مسٹر لچھمی نارائن انسپکٹر و سید محمد مہدی المخاطب مہدی یار جنگ کی خاص دلچسپیوں کو دخل ہے

بنک بانسواڑہ ۔ تعلقہ بانسواڑہ میں بھی ایک بنک قائم ہے جس کا
سرمایہ معہ امانت ([illegible]) ہیں۔ یہ بنک ہر قسم کی انجمنوں کو قرض
دیا کرتا ہے۔

شہری بنک ۔ ۱۳۳۶ف میں مسٹر لچھمی نارائن انسپکٹر انجمن ہائے
امداد باہمی کے حسن سعی سے ایک شہری بنک کا قیام عمل میں آیا۔ ابتداً
اس کا عدم وجود یکساں رہا۔ ۱۳۴۶ف میں پھر زندگی کے آثار نمایاں
ہوئے۔ اسوقت اس کا سرمایہ (سیم لاکھے) ہے۔ اس کے میر مجلس
جلال الدین صاحب وکیل تھے فی الوقت سید شرف الدین صاحب وکیل
فرائض میر مجلسی انتہائی دلچسپی سے انجام دیے ہیں۔

امپیریل بنک ۔ ۱۳۴۷ف میں امپیریل بنک کی ایک شاخ یہاں
قائم ہوئی۔ جو اپنے کاروبار انجام دیتی ہے۔

انجمن تجارت پیداوار ۔ یہ دوکان ایک لاکھ روپیہ سرمایہ رعایا سے
محبوب گنج میں قائم ہوئی جو بحساب فی حصہ (صہ)
بتیس ہزار حصص پر مشتمل ہے۔ بوقت قیام سررشتہ زراعت نے بھی
تعاون عمل کے وعدہ کئے تھے۔ اسی امید پر کام شروع کر دیا گیا۔
اس کا افتتاح بروز دیوالی ۱۳۴۲ف محمد فرحت اللہ صاحب
دوم تعلقدار کے ہاتھ سے ہوا۔ لیکن ابتدائی کاروبار آگے نہ بڑھ سکے
قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار کے حسن سعی سے ۱۳۴۶ف میں
اس کے کاروبار آغاز ہوئے۔ نہایت کامیابی کے ساتھ
یکساں جاری ہے۔ ملک سرکار عالی کے لئے یہ ایک نمونہ کی انجمن ہوگئی

جہاں رعایا اپنی پیداوار کو محفوظ کرکے منافع حاصل کرسکیگی۔ اس غرض کے لئے مختلف اسکیم زیر غور ہیں ۔ اس دوکان کا اعزازی معتمد ناچیز مولف ہی کو مقرر کیا گیا ہے۔ اسی قسم کی ایک انجمن بالسواڑہ میں بھی قائم ہے۔

سررشتہ زراعت نے ابتک تو اس انجمن سے کوئی تعاون عمل نہیں کیا نہ معلوم آیندہ کیا صورت ہوگی۔ کوئی قابل اطمینان مینجنگ ڈایرکٹر نہ ملنے کی وجہ سے نیز سرمایہ کی کمی کے باعث حالات موجودہ یاس انگیز نظر آتے ہیں

سجارت شکر۔ کارخانہ شکرسازی کی وجہ نظام آباد کی تجارت عنقریب ملک سرکارعالی میں واحد مرکز قرار پائیگی ۔ (مفصل حالات ملاحظہ ہوں باب صنعت وحرفت کارخانہ شکرسازی۔)

باب ۱۴

طبابت وحفظان صحت

دوا خانہ انگریزی

۱۲۰۹ ف میں سب سے پہلا دوا خانہ قایم ہوا۔ اور ڈاکٹر مسٹر قمرالدین کا تقرر دواخانہ پر ہوا۔ جن کے تحت ایک کمپونڈر اور ایک چیچک برار تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دواخانہ کے قیام کے ساتھ ہی عوام نے توجہ کی کہ پہلے ہی سال مرضا کی تعداد (۲۹۱۳۷) ہوگئی اور (۲۱۲) بچوں کو ٹیکہ اندازی ہوئی۔

فی زمانہ ہر تعلقہ پر ایک سب اسسٹنٹ سرجن اور مستقر ضلع پر ایک سیول سرجن اور ایک اسسٹنٹ سرجن ایک سب اسسٹنٹ سرجن مقرر ہیں۔ اس کے علاوہ حفظان صحت کے لئے دورہ کنان اسسٹنٹ سرجن بھی ہیں۔ مستورات کے لئے ایک لیڈی سرجن مستقر ضلع کے دواخانہ پر متعین ہیں۔ جس کے ذمہ زچگی خانہ کے فرائض بھی ہیں۔ و نیز مرکز بہبودی اطفال کے لکچر و نگرانی بھی لیڈی سرجن ہی کے ذمہ ہے۔

آلات جراحی و بستر۔ ۱۳۴۵ف میں ڈاکٹر یم۔ بی۔ داور صاحب سیول سرجن کی کوشش سے آلات جراحی و نیز پلنگ وغیرہ حاصل کئے گئے۔ اس طرح تمام ضروری آلات دواخانہ میں موجود ہیں۔

عمارت۔ دواخانہ کی عمارت ۱۳۳۶ف میں (عصہ ۳ ہزار) کی لاگت سے تیار ہوئی۔ اس عمارت میں (۱۶) بستروں کی گنجایش ہے۔ اس کا افتتاح ڈاکٹر قطب الدین صاحب مرحوم نے کیا کوئی اسپشل کمرہ نہیں ہے و نیز تقریباً (۲۴) بستر مریضوں کے اکثر یہاں پر نظر آتے ہیں۔ بحالت مجبوری ورانڈے وغیرہ میں مریضوں کو رکھنا پڑتا ہے۔

زچگی خانہ کی عمارت ۱۳۴۶ف میں اور مرکز بہبودی اطفال کی ۱۳۴۷ف میں تکمیل ہوئی۔

امراض وبائی

طاعون۔ بلحاظ آب و ہوا جراثیم پلیگ نظام آباد میں فنا ہوجانے کا یقین ڈاکٹروں کو ہوچکا تھا۔ اس لئے ۱۳۱۴ف سے اس مقام پر قرنطینہ قائم کیا گیا تاکہ حیدرآباد متاثر نہ ہو۔ لیکن بارہ سال کے اندر ہی

قدرت نے انسانی خیالات کو غلط ثابت کر دیا یعنی ۱۳۲۶ف میں یہاں پر اس شدت کا طاعون آیا کہ روزانہ پچاس تک اموات کی تعداد ہو گئی اس کے بعد پھر کئی مرتبہ اس کا دورہ رہا آخری دورہ ۱۳۳۸ف میں ہوا اس کے بعد سے آجتک اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

انفلوئنزا ۔ ۱۳۲۸ف میں یہہ وبا عالمگیر رہی اور یہاں بھی کافی اثرات رہے قیامت صغرا کا نمونہ سامنے تھا۔

ہیضہ ۔ ۱۳۲۹ف میں اس کا دورہ اچانک ہوا۔ غالباً منبع آبنوشی کی بے احتیاطی نے ایک دم اس وبا کو اچھالا لیکن مسٹر ایسج شاہ جہانی تعلقدار نے رات دن محنت شاقہ برداشت کر کے ادویات کی آمیزش سے جراثیم کو دور کیا۔ اور اللہ کے فضل سے یہ وبائی مرض دور ہوا۔ روزانہ چالیس پچاس اموات تک تعداد پہونچ چکی تھی۔

ملیریا ۔ ۱۳۳۰ف تک اس مرض کو نظام آباد میں کوئی خاص اہمیت نہ تھی۔ البتہ یلاریڈی میں مچھروں کی کثرت کے باعث ملیریا کے غیر معمولی اثرات تھے اسی لئے دُودل بلاریڈی (یعنی مچھروں کی یلاریڈی) سے یہ مقام معروف تھا۔ نہر نظام ساگر کی روانی کے بعد سے مچھروں کی کثرت ہو گئی۔ خصوصاً نظام آباد میں مغرب کے بعد ان کا حملہ شروع ہو جاتا ہے اور تمام رات انسان کو کرب و بے چینی میں مبتلا رکھتا ہے ۱۳۴۵ف میں قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار نے تحریک کی کہ بنگالی تنگہ یہ ایک آبی نباتات مثل کنول کے ہے جو سطح آب پر نشو نما پاتا ہے۔ اس کا پتہ چوڑا ہوتا ہے۔ اور بالکل پودے کے مماثل اس کا پھول

بہت ہی خوبصورت اور نازک مثل مور کے پروں کے نقش ونگار رکھتا ہے۔ پتوں کا رنگ گہرا سبز اور پھول کاسنی رنگ کا اوس میں زرد ونیلا نقش ونگار۔ اور پودے میں پانی دہو ابھرے رہتے ہیں۔ اُس کی جڑیں بہت لمبی اور گنجان ہوتی ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ جہاں اس کی کثرت ہوتی ہے اِس پر دو دو آدمی کھڑے ہونیکے بعد بھی معہ وزن کے تیرتا رہتے ہیں سب سے پہلے یہ بنگال میں نمودار ہوا۔ اِسی لئے اس کا نام بنگالی تنگہ ہوگیا) زیر نہر مواضعات میں بکثرت ہوگیا ہے اِس سے نہ صرف ملیریا کے مچھروں میں اضافہ ہورہا ہے۔ بلکہ پیداوار کے لئے بھی مضرت کا باعث ہوگیا ہے اور نہر کے لئے بھی نقصان دہ ہوجائے گا۔ اس کے فنا کرنے کے لئے تاوقتیکہ بنگال کی تقلید میں تعطیل دیکر ملازمین سرکار رعایا کو تعاون کا موقع نہ دیا جائے۔ اِس کا فنا ہونا ناممکن ہے" چنانچہ ۱۳۴۶ف میں یہ تحریک (۵) سال کیلئے منظور ہوئی۔ اور ہر سال ماہ اردی بہشت میں ۲۹ و ۳۰ تاریخ ضلع نظام آباد کے لئے تعطیل عام دیدی جاتی ہے جس میں تمام عہدہ دار ملازمین رعایا زراعت پیشہ دخوش باش بموجب نظام العمل تمام ضلع میں پھیل جاتے ہیں۔ اور رعایا کے ساتھ ملکر اپنے ہاتھوں سے کام کرتے ہیں۔ اس طرح تین سالہ سعی عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں بنڈی مقدار کو فنا کردیا گیا۔ خدا کرے کہ اس خوبصورت بلا سے جلد نجات ملجائے۔

اس کے علاوہ افسر حفظان صحت بھی اپنی اسکیموں کو بروئے کار لاتے ہیں

بڑھ رہے ہیں۔ خیال ہے کہ ڈرینیج کی تیاری کے بعد مستقر نظام آباد میں تو امن ہو جائے گا۔ خدا کرے کہ ایسا ہو۔ لیکن نہر کی وجہ کثرت آب جو تمام ضلع کو مرطوب بنا رہی ہے۔ آخر اس کے نتائج کیا ہونگے؟

اسمار سیول سرجن متعینہ دواخانہ نظام آباد۔

نمبر شمار	اسمار سیول سرجن	سنہ	نمبر شمار	اسمار سیول سرجن	سنہ
۱	ڈاکٹر قمر الدینصاحب	سنہ ۱۲۷۰ف	۱۰	ڈاکٹر رضا خانصاحب	سنہ ۱۳۲۶ف
۲	،، محمد اسمعٰیل صاحب	سنہ ۱۳۰۲ف	۱۱	،، ڈیویٹ صاحب	۔
۳	،، سید محی الدینصاحب	سنہ ۱۳۰۶ف	۱۲	،، قطب الدین صاحب	۔
۴	،، جے رام صاحب	۔	۱۳	،، قاضی احمد صاحب	۔
۵	،، مبری صاحب	۔	۱۴	،، گرڈے صاحب	۔
۶	،، محی الدین شریف صاحب	۔	۱۵	،، نیکٹ چند صاحب	۔
۷	،، شافرہ صاحب	سنہ ۱۳۲۱ف	۱۶	،، کریم عباس صاحب	۔
۸	،، نائڈو صاحب	۔	۱۷	،، یم بی داور صاحب	۔
۹	ڈاکٹر لطیف سعید صاحب	سنہ ۱۳۲۶ف	۱۸	،، ریاض علیصاحب	۔

ڈاکٹر یم۔ بی داور کا تقرر جدید مہر سنہ ۱۳۴۳ف میں ہوا۔ لیکن وہ بہت جلد عوام میں ہر دلعزیز ہو گئے۔ کیونکہ انتہائی احساس فرض کا ثبوت وہ دیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر موصوف کے اکثر اپریشن دیکھنے کا مجھ کو اتفاق ہوا۔ اس لئے کہ میں تقریباً ڈیڑھ ماہ دواخانہ میں زیر علاج تھا۔ فیصدی ۹۵ کامیاب نظر آئے۔ مرضار دواخانہ کے ساتھ آپکا

عــہ۔ درمیانی سلسلہ نہ ملسکا۔ ڈاکٹر محمد اسمعٰیل صاحب انچارج مجلس بھی تھے۔

سلوک بہت اچھا دیکھا گیا۔ دواخانہ کی چمن بندی بھی انہیں کی حسن توجہ کا ثبوت ہے۔ ڈاکٹر داور صاحب کے تبادلہ کی وجہ ڈاکٹر ریاض علی سینا نے سیول سرجنی کا جائزہ لیا۔ یہ بھی خوش اخلاق ہمدرد انسان ہیں۔ ۱۳۴۲ف میں سیاسی قیدیوں کی وجہ نظام آباد کا جیل غیر معمولی انتظام کا طالب ہو گیا تھا۔ قیدیوں کی تعداد ہزار تک پہونچ گئی۔ بحیثیت مہتمم جیل ڈاکٹر صاحب موصوف کے حسن انتظام سے سیاسی قیدیوں کا انتظام اچھا رہا۔ باوجود اس مصروفیت کے آپ عوام کی جانب بھی ہمہ تن متوجہ رہتے ہیں۔ اور انتہائی ہمدردی سے پیش آتے ہیں اسسٹنٹ سرجنوں میں ڈاکٹر خلیل۔ ڈاکٹر جبٹ کر۔ ڈاکٹر ددراموہی ڈاکٹر یم۔ ایس گنیش نے نظام آباد میں انتہائی ہر دلعزیزی حاصل کی خصوصاً دو آخر الذکر ڈاکٹروں کو جراحی میں خاص مہارت تھی۔ ان کو اب تک نظام آباد کی پبلک یاد کرتی ہے۔ لیڈی ڈاکٹر کا تقرر ۱۳۳۴ف میں ہوا۔ ۱۳۳۸ف میں مس قیا لنسیکا لیڈی ڈاکٹر آئیں۔ مس صاحبہ نے ایسے بہترین اخلاق و ہمدردی کا نمونہ پیش کیا کہ ہر انسان آپکا گرویدہ و زیر بار احسان نظر آتا تھا۔ افسوس کہ دی ۱۳۴۴ف میں اس نوجوان خاتون کا اچانک انتقال ہو گیا۔ جس پر نظام آباد کا بچہ بچہ متاسف نظر آتا ہے۔ ۱۳۴۷ف میں مسز اطہر لیڈی سرجن یہاں پر آئیں یہ ایک مسلم خاتون ہیں۔ جو بحد خلیق و ہمدرد فرض شناس ہیں۔ پردہ کا خیال رکھتی ہیں۔ صرف فرائض کے وقت باہر نکلتی ہیں۔

ڈاکٹر مس فیانسی کا ڈاکٹر یم یس گنیش

لنگنا چپراسی۔ بیالیس ۴۲ سال سے فرائض تیمارداری انجام دیتے ہوئے یہ ایک اچھا جراح ہوگیا ہے۔ اور تمام نظام آباد اس کا گرویدہ ہے لنگنا کا ایک لڑکا امتحان ڈاکٹری میں کامیابی اور تقرر کے بعد مجنون ہوگیا۔ دوسرا لڑکا اعلےٰ تعلیم پارہا ہے۔ باوجود ذات کا بھوی ہونے کے لنگنا کے اولاد کا صاحب تعلیم ہونا اور خود لنگنا کا منکسر المزاج۔ اطاعت گذار رہکر "ایاز قدر خود بشناس" کے مقولہ پر کاربند رہنا۔ قابل ذکر ضرور ہے۔

خانگی ڈاکٹر۔ ڈاکٹر۔ صوبہ دار ڈاکٹر۔ ابھنکر بھی خانگی پراکٹس کرتے ہیں۔ اول الذکر نظام آباد میں سینیر ہیں۔

دار المجذومین۔ ۱۳۱۹ف میں بمقام کنٹشر نظام آباد مستقر سے ڈیڑھ میل فاصلہ پر ویلسن مشن کا قیام عمل میں آیا۔ اور ڈچپلی کی آب وہوا کے مدنظر ۱۳۲۱ف میں بزمانہ نواب سہراب نواز جنگ قیام دارالمجذومین کی تحریک ہوئی اور ۱۳۲۵ف م ۱۹۱۶ عیسوی میں اس کا قیام عمل میں آیا۔ سرکار عالی نے علاوہ بیش قرار امداد کے (۷۰) یکر اراضی بلا قیمت و معافی محاصل میشن مذکور کو عطا فرمائی ۱۹۲۱ عیسوی میں (۵) وارڈ بیماروں کے لئے تھے۔ اور خانگی مرضار کیلئے دو۔ ایک بہترین عمارت دواخانہ کے لئے وسط میں ہے۔ سرکار کی جانب سے فی مریض ۶ ماہانہ کے حساب سے ایک کثیر رقم کی امداد میشن کو ملتی ہے۔

اس دواخانہ کی ابتدا (۱۷) بیماروں سے ہوئی تھی ۱۹۳۱ عیسوی میں (۳۶۳) تک یہ تعداد پہونچ گئی جسمیں (۱۲) خاص نظام آباد کے

متوطن تھے ۔ اور سنہ ۴۰ف میں (۳۹۰) مریض تھے ۔ روز بروز اس
میں اضافہ ہوتا جارہا ہے ۔ اور منجانب سرکار و لوکلفنڈ و نیز مخیر حضرات
کی جانب سے کافی امداد ادارہ کو مل رہی ہے ہندوستان کا یہ واحد
دواخانہ سمجھا جاتا ہے ۔

میرے خیال میں اس دواخانہ کے زیر علاج مجذومین کا ضلع
ہذا کی رعایا سے میل جول بلاشبہ نظام آباد کے حق میں نہایت
ہی خطرناک ثابت ہوگا ۔ آئندہ نسلیں اس کا اندازہ کرینگی ۔
میں نے بحیثیت رکن کمیٹی لوکلفنڈ اس مشن کی مجذوم نوازی کو
انتہائی جذبہ خدمت خلق کے نظر سے دیکھکر قدر کرتے ہوئے
اس متعدی مرض کے عوام میں نہ پھیلنے کی انسدادی تدابیر کے
لئے برسوں آواز بلند کی ہے ۔ جس کا ریکارڈ سررشتہ لوکلفنڈ میں
موجود ہے میرا اعتراض سنہ ۱۹۳۱ء کی رپورٹ مردم شماری کی
بنا پر تھا ۔ جسمیں نظام آباد کو مرض جذام کا سب سے زیادہ متاثر
مقام قرار دیا گیا ہے ۔ کہ ہر (۹۲۶۹) نفوس میں جذامی (۲)
تھے ۔ لیکن اب اس مرض کا تناسب فی لاکھ نفوس (۱۹) ہوگیا
ہے ۔ نہ معلوم آئندہ اس کا کیا حشر ہوگا ۔ف اس مشن میں اہلیان
ادارہ کی سچی اور مخلصانہ ہمدردی ایسے مریضوں کے ساتھ جسکو دنیا کے

ف ۔ میری اعتراض کا ذکر اس موقع پر اس لئے ضروری خیال کیا گیا ۔ کہ آئندہ آنے
والی نسل مجھ پر الزام نہ دے کہ بحیثیت رکن کمیٹی میں نے عوام کی نمائندگی
کا حق ادا نہیں کیا (الاعظم ۴۳ ف ملاحظہ ہو ۔

ہر مذہب نے مردود ٹھہرایا ہے۔ بلاشبہ عیسائیوں کی انتہائی خدمت مخلوق خدا کا بہترین نمونہ ہے۔ درآں حالیکہ حکومت کے معاہدہ کے لحاظ سے ہر شخص یہاں آزادی سے اپنی مذہبی عبادت کا مجاز ہے پھر بھی عیسوی مشن کے خدمات دلوں کی گہرائی میں اپنا اثر چھوڑے بغیر نہیں رہتے ہیں۔[1]

فی زمانہ حکومت کی توجہ سے برقی روشنی و واٹر ورکس و نیز وسیع رقبہ و مکانات رہائش مرضا رنے یہاں خاص صورت پیدا کر دی ہے اور اس کی سالانہ رپورٹ اردو میں طبع ہونے لگی ہے[2] ورنہ اسکی رپورٹ شائع ہی نہیں ہوتی تھی۔ ایک رپورٹ شائع ہوئی تھی۔ تو وہ بھی انگریزی صرف یادداشت کی صورت میں یہاں کا طریقہ علاج انجکشن کے ذریعہ ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ مرضا رکو انتہائی صفائی

---

[1] ۔ ۱۳۴۳ ف میں جبکہ ڈاکٹر ۔ کرنے جلسہ سالانہ میں کہا کہ ہم تبلیغ مذہب نہیں کرتے۔ تو میں نے جواباً کہا تھا کہ اگر آپ تبلیغ نہیں کرتے تو فرائض میں کوتاہی کے مترادف ہوگا۔ کیونکہ آپکی مخلصانہ خدمت مخلوق اور انتہائی ہمدردیاں آپ کے مذہبی تبلیغ کو دل کی گہرائیوں میں جگہ دینے کی ضامن ہیں لہذا میرا اعتراض تبلیغی نقطہ نظر سے نہیں ہے۔ بلکہ تاثرات مرض کے پیش نظر حکومت کے مقابل اعتراض ہے۔

[2] ۔ یہ بھی مولف کی تحریک کا نتیجہ ہے۔ ملاحظہ ہو رویداد ہائے لوکل فنڈ ۱۳۴۲ف و ۱۳۴۳ف۔

وردزانہ جسمانی ورزش کے ذریعہ چاق وچوبند رکھنے کی کوشش کیجاتی ہے۔
پہلا اور دوسرا درجہ قابل علاج سمجھا جاتا ہے۔ درجہ آخر نا قابل علاج و
غیر متعدی ہے۔ اس لئے ایسے مریضوں کو نہیں لیا جاتا۔ اسی طریقہ علاج
کو ملک سرکار عالی کے تمام دواخانوں میں رائج کر دیا گیا ہے عملی تعلیم
حاصل کرنے سرکاری ڈاکٹر و طلبا ریہاں آتے ہیں۔

مطب یونانی

۱۲۸۵ف میں یونانی دواخانہ کا قیام عمل میں آیا۔ اُس وقت سے
حکیم برہان الدین صاحب کارگزار تھے۔ اس کے بعد حسب ذیل اطبا رہے
حکیم عبداللہ صاحب
〃 عبدالسلام صاحب
〃 عبدالستار صاحب ۱۳۲۱ف
〃 سید احمد صاحب مرحوم ۱۳۲۴ف
〃 محمود الرحمٰن خانصاحب .... ۹ شہریور ۱۳۳۸ف کو جائزہ لیا
۱۳۴۷ف میں دواخانہ یونانی کا مرجوعہ (۵۰۵۷۷) رہا اس سے
موجودہ طبیب کی کارگذاری دیونانی طبیب کی ہر دلعزیزی پر روشنی
پڑتی ہے۔ موجودہ دواخانہ کی عمارت دیگر اضلاع ملک سرکار عالی
میں سب سے پہلے اسی ضلع میں تعمیر ہوئی۔ یہ تعمیر حکیم حافظ
محمود الرحمٰن خانصاحب طبیب یونانی کی انتہائی کوشش اور مرزا
احمد بیگ صاحب میر مجلس لوکل فنڈ کے حسن توجہ کا نتیجہ ہے۔ ایک

خوشنما عمارت دواخانہ اور ایک رہائشی مکان طبیب۔ قدیم عمارت اول تعلقداری کی افتادہ زمین پر تعمیر ہوئی ہے۔ جہاں فی الوقت واٹر ورکس بنایا جارہا ہے۔ اس عمارت کا افتتاح ۱۹ اردی بہشت ۱۳۴۵ف بدست حکیم محمد منیرالدین صاحب صدر مہتمم طبابت شاندار طریقہ پر ہوا۔ حکیم حافظ محمود الرحمن خان طبیب یونانی۔ خوددار۔ ہمدرد مرضا اور اچھے نباض طبیب سمجھے جاتے ہیں۔ جسکا ثبوت مرجوعہ کے اعداد سے مل سکتا ہے۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ طامع نہیں ہیں۔

حکیم محمد ظفر خانصاحب۔ برادرزادہ حکیم اجمل خانصاحب مرحوم ۱۳۲۵ف میں اپنے عزیز مرزا اسلیم بیگ صاحب کے ہاں یک ہفتہ کیلئے بطور مہمان تشریف لائے تھے۔

خانگی مطب۔ حکیم ضیاءالاسلام صاحب لکھنو کے طبیب ہیں۔ آپکے والد نورالاسلام صاحب باوجود نابینا ہونے کے حاذق حکیم ہیں۔ تقریباً چھہ سال سے یہاں مطب کرتے ہیں۔

مصری اطباء

سنہ ۱۳۰۰ف میں ضلع نظام آباد کے مصری اطباء کی تعداد تقریباً تین سو تھی صرف تعلقہ نظام آباد میں (۹۷) اور آرمور میں (۱۳۱) حکیم تھے۔ سنہ ۱۳۱۲ف سے حکیم سداسیو راؤ صاحب نظام آباد کے مشہور مصری طبیب کا مطب کامیاب طریقہ پر چلتا رہا۔ منجانب لوکلفنڈ امداد بھی دیجاتی تھی۔ سنہ ۱۳۲۹ف میں حکیم صاحب کا انتقال ہوگیا۔ اس کے

بعد آپ کے شاگرد حکیم بھیم راؤ صاحب ۱۳۴۳ ف تک مصری حکمت کرتے تھے۔ صاحب موصوف کے انتقال کے بعد سے کوئی خاص مطب نہیں ہے۔ مختلف اشخاص گھروں میں خانگی علاج کرلیا کرتے تھے۔

ہومیوپیتھک

برہان الدین صاحب وکیل مرحوم کو اس سے دلچسپی تھی۔ اب آپکے فرزند وحید الدین صاحب وکیل اس طریقہ علاج سے عوام کو فایدہ پہونچاتے ہیں۔ یہ بالکل شوقیہ مشغلہ ہے۔ اور محبوب خان صاحب محافظ دفتر بھی اس علاج میں دلچسپی لیتے ہیں۔

زچگی خانہ۔ موجودہ کتب خانہ کی جو عمارت ہے۔ وہاں پر ۱۹۱۱ء میں منجانب ویلسن میشن ایک زنانہ دواخانہ عوام کے چندہ سے تعمیر ہوا تھا۔ جو ۱۹۲۸ء میں بوجہ عدم گنجایش برخاست کیا گیا۔ اس سے متعلقہ زمین کو نرساگوڑ صاحب ساہو نے خریدا۔ چونکہ ملک سرکار عالی ہونے سے بیع و شریٰ فاسد تھی۔ اس لئے نرساگوڑ صاحب نے اس قیمتی اراضی کو زچگی خانہ کے لئے وقف کردیا۔ اور اس کی تعمیر کے لئے کثیر رقم بھی دینے کا وعدہ کیا۔ تعمیر کے آغاز کے بعد جشن سیمین کی یادگار کا خیال جب ساہو موصوف کو آیا تو جو کچھہ رقم لوکل فنڈ سے تعمیر میں شریک ہوئی تھی۔ وہ واپس کردیکر سالم عمارت کی تعمیر اپنے ذمہ لے لی۔ اور جشن سیمین کی یادگار میں عقیدت مندانہ پیش کش کردیا۔ اِس عمارت و زمین کی قیمت کا اندازہ

پچاس ہزار روپیہ ہے۔ اس طرح مسٹر نرساگوڑ نے بہت ہی سستے
داموں حیات جاوید کو خرید لیا۔ اس عمارت میں (۸) بستر ہیں
اور یہ عمارت دواخانہ کے تفویض ہے۔ اس عمارت کا سنگ بنیاد
بہمن ۱۳۴۳ ف بیگم کرنل نارمن واکر ناظم طبابت نے اپنے ہاتھوں
رکھا اور ۱۳۴۶ ف میں اسی خاتون کے ہاتھوں اس کا افتتاح ہوا
اس عمارت کی تعمیر و تکمیل مسٹر یم۔ بی داور سیول سرجن کے زمانہ
میں ہوئی۔ بیگم داور جب تک یہاں رہیں۔ اپنے شوہر کے ہمراہ
ہمیشہ بیماروں کی خبر گیراں رہیں۔ اس زچگی خانہ کی تعمیر میں محمد علی صاحب
صفوی کی دلچسپیاں بھی شامل رہیں۔ جنہوں نے بحیثیت معتمد لوکل فنڈ
زچاؤں کی کثیر تعداد کو لقمہ اجل سے بچانے کمیٹی میں تحریک پیش
کی اور اس کو کامیاب بنا کر چھوڑا۔

مرکز بہبودی اطفال سب سے پہلے محمد علی صاحب صفوی معتمد
لوکل فنڈ نے اس مرکز کے قیام کے لئے ۱۳۴۲ ف میں توجہ کی۔ لیکن
بحیثیت رکن کمیٹی میں نے اس سے اختلاف کیا۔ اس لئے تحریک مسترد
ہوگئی۔ چونکہ یادگار جشن سیمین کے لئے میں دار الاقامہ سے بہتر کوئی
یادگار کو نہیں سمجھتا تھا۔ اور اسی کے لئے بحیثیت ایک رکن جشن
میں نے انتہائی کوشش فراہمی رقم کے لئے باشتراک عمل عہدہ داران مقامی کی گئی۔

۵۷۔ جشن سیمین کو مستقل یادگاروں میں منانے کیلئے سب سے پہلی تحریک جو ملک کے
سامنے پیش کیگئی۔ وہ ناچیز مولف کی تھی۔ ملاحظہ ہو اخبار پیام ۱۷ صفر ۵۴ھ
اور سب سے پہلے نظام آباد میں دار الاقامہ کی ضرورت کو ظاہر کیا گیا تھا۔ اور

اسی دارالاقامہ کی منظورہ رقم سے قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار نے اپنے زمانہ میں اس مرکز کی ضرورت کو مقدم قرار دیا۔ مرکز بہبودی اطفال کے لئے قاضی صاحب نے راجہ صاحب سرنایلی سی گڑھی کی افتادہ زمین (جو وسط آبادی میں ہے) حاصل فرماکر اس پر ایک خوشنما عمارت اور زنانہ کلب تعمیر کروایا۔ جس کا افتتاح بتاریخ ۲۱ آذر ۱۳۴۷ف سر اکبر حیدر نواز جنگ بہادر صدر اعظم نے فرمایا۔ یہ مقام وسط آبادی میں ویران پڑا تھا۔ راجہ صاحب سرنایلی نے اپنے حسن عقیدت شاہانہ کے ثبوت میں اس قیمتی زمین کو عنایت فرمایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وسط آبادی کا منظر نہایت خوش نما ہو گیا۔ اس مقام کا انتخاب مولوی شیخ محمد صاحب وکیل و رکن کمیٹی لوکلفنڈ کا مرہون منت ہے تو اس مرکز کا قیام قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار وقت کی خاص یادگار ہے۔

نل۔ مستقر ضلع نظام آباد کو جدید طریقہ آبرسانی سے حصول منفعت کا موقع سب سے پہلے ملا۔ کیونکہ ممالک محروسہ کے تمام اضلاع میں سب سے پہلے آبنوشی کے نل کا انتظام یہاں پر ہوا۔ یہ نل رگھوناتھ تالاب سے نکالا گیا۔ جو پہاڑی قلعہ کے دامن میں ایک مرتفع مقام پر واقع ہے اس کام کو مسٹر برزوجی انجہانی نے نظام آباد کے دو مخیر ہستیوں کے

اس کی ضرورت کے تحت سب کچھ کیا گیا۔ لیکن افسوس کہ اختلاف رائے نے آج تک دارالاقامہ کی شدید ضرورت کو نظام آباد کے لئے باقی رکھا۔ اور بغلبہ آراء کرسی صدارت کی تحریک کامیاب ہو گی۔ ملاحظہ ہو روئیداد ۲۱ دی ۱۳۴۶ف۔

اشتراک عمل سے انجام کو پہونچایا۔ رانی چیلم جان کا بانی زمیندارہ
سرنابلی نے ۱۳۰۹ ف میں ایک گراں قدر عطیہ پچیس ۲۵ ہزار کا دیا۔
اور مسٹر نرسا گوڑسا ہونے بیس ۲۰ ہزار روپیہ بغرض توسیع نل ۱۳۱۲ ف
میں عطا فرمایا۔ لوکلفنڈ نے (۱۷) ہزار مد محفوظ سے خرچ کرکے اسکی
تعمیر کو مکمل کیا۔ بلاشبہ یہ کارنامہ ان ہرسہ ہستیوں کے نام کو صفحہ ہستی
سے نہیں مٹا سکتا۔ کیونکہ پانی پلانے کا ثواب ہر مذہب میں لامتناہی ہے۔
نہر نظام ساگر کے وجہ اِس تالاب کا رتبہ کم ہو گیا۔ اور نظام آباد
کی بڑھتی ہوئی ترقیوں کے تحت جدید اسکیم ڈرینج اور واٹر ورکس
کی ضرورت کو محسوس کرکے مرزا محمد بیگ صاحب نے تحریک پیش
کی۔ پہلے تو خیال ہوا کہ تالاب ماسانی سے پمپ کے ذریعہ واٹر
ورکس قائم کیا جائے لیکن مصنف کو اصرار تھا کہ قدرتی ذرایع
حاصل کرنے میں زاید خرچ بمقابلہ مصنوعی ذرائع کے کم خرچ سے
زیادہ بہتر ہے میری نحیف آواز پر غور مکرر کے بعد منجیہ تالاب سے
(جو نظام آباد سے ۹ میل فاصلہ پر ہے۔) فراہمی آب کا انتظام کیا
جا رہا ہے۔ منجیہ کی نشاندہی مولوی شیخ محمد صاحب وکیل نے کی تھی
کیا عجب کہ قریب تر زمانہ میں جدید انتظام آبرسانی مزید سہولت
آب کا باعث ہو جائے۔ فروردی ۱۳۴۸ ف میں سابقہ عمارت
اول تعلقداری (جو بعد میں دفاتر تحصیل و بندوبست کے کام میں
لائی جا رہی تھی) کو توڑ کر اِس مقام پر عمارت واٹر ورکس کی تعمیر
ہو رہی ہے۔ اسلئے کہ یہ وسط آبادی کا بلند تر مقام ہے۔ آبرسانی

کیلئے سات لاکھ اور ڈرینج کے لئے تین لاکھ کے اخراجات کی بطور اندازہ منظوری ہوئی ہے۔

باب ۵

ٹپہ خانہ

ضلع نظام آباد کے حدود ارضی میں مستقل تعداد ٹپہ خانجات (۳۵) ہے۔ سنہ ۱۳۴۰ف میں (۳۱) تھی۔ سنہ ۱۳۴۸ف میں مزید اضافہ ہوا سنہ ۱۳۴۱ف میں ٹپہ ٹکٹ کے فروخت کی آمدنی ۱عسہ ہوئی۔ ف

سنہ ۱۳۴۰ف " ٹپہ خانہ کی جملہ آمدنی للعہ

سنہ ۱۳۴۷ف " " " " للعہ

تعداد ٹپہ خانہ - ضلع ہذا میں (۸۷) ٹپہ خانہ سرکار عالی ہیں۔ اس تعداد میں نصف اضلاع کریمنگر، میدک کے بھی شامل ہیں، جو صوبہ میدک ورنگل کے مہتمان ٹپہ کی زیر نگرانی ناظر ٹپہ ضلع نظام آباد کے تحت فرائض انجام دیتے ہیں۔ جنکی درجہ واری تعداد حسب ذیل ہے۔

ہیڈ آفس ، سب آفس ، برانچ آفس مفوضہ اہلکاران سررشتہ ۷

برانچ آفس مفوضہ ایجنٹ ومدرسین ۱۴۱۔

ہر مہتمم ٹپہ کے تحتی ٹپہ خانہ جات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ف ۔ داخلہ از رپورٹ نظم ونسق ضلع بابتہ سنہ ۱۳۴۱ف

تفصیلی ٹپہ خانہ تحت مہتمم ٹپہ صوبہ میدک

۱	نظام آباد	۱۳	بالنسواڑہ	۲۶	رامکا پیٹھ	۳۹	ماسائی پیٹھ
۲	ایٹپلی	۱۴	بیرکور	۲۷	لیچھا پیٹھ	۴۰	یلدرتی
۳	رودرور	۱۵	دیشائی پیٹھ	۲۸	پوتاریڈی پیٹھ	۴۱	نظام ساگر
۴	چینتہ کنٹہ	۱۶	مرزا پور	۲۹	بہوم پلی	۴۲	اچم پیٹھ
۵	کلڑی	۱۷	میلارم	۳۰	کلوالنٹہ	۴۳	کلہر
۶	موسرہ	۱۸	وڑکی	۳۱	کوٹ گیر	۴۴	بیتالم
۷	نوی پیٹھ	۱۹	بمندیپلی	۳۲	پوتنگل	۴۵	جلرگی
۸	سرناپلی	۲۰	بودھن	۳۳	تگلے پلی	۴۶	رام پور کلاں
۹	کمپال	۲۱	رامایم پیٹھ	۳۴	مرزاپلی	۴۷	کوریکلی خورد
۱۰	دودھ گاؤں	۲۲	اکنا پیٹھ	۳۵	چندم پیٹھ	۴۸	بنولہ
۱۱	بالکنڈہ	۲۳	دوباک	۳۶	سورارم	۴۹	کارخانہ شکر بودھن
۱۲	رنجل	۲۴	تما پور	۳۷	منگل پرتی		
		۲۵	مرنڈڈی	۳۸	وڈیارم		

تفصیل ٹپہ خانہ جات تحت مہتمم ٹپہ صوبہ ورنگل۔

(۱) اندلوای (۲) وریلی (۳) سرکنڈہ (۴) آرمور (۵) بہکنور (۶) بی بی پیٹھ (۷) دودم کنڈہ (۸) ملاریڈی (۹) ڈچپلی (۱۰) بمگل (۱۱) جکران پلی (۱۲) ارگل (۱۳) دیلپور (۱۴) بالم (۱۵) یرگٹلہ (۱۶) لنگا پور (۱۷) موڑتاڑ (۱۸) چوٹ پلی (۱۹) کمرپلی (۲۰) دونکل (۲۱) یرگل (۲۲) کلی کوٹ (۲۳) نرکہوڑہ (۲۴) کاماریڈی (۲۵) گمبی راؤ پیٹھ (۲۶) لنگم پیٹھ

(۳۱) کشن داس بیٹھ (۳۲) گندھاری (۳۳) راما ریڈی (۳۴) اڈلور (۳۵) سداسیونگر (۳۶) گندویٹ (۳۷) پتنگل (۳۸) متابا۔

حصۂ پنجم متفرقات

باب ۱۶

معابد و مقابر

رپورٹ ۱۲۸۱ف کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضلع ہذا میں اُس وقت (۱۰۲۴) مساجد اور (۵۳۹) مفادر۔ اور (۲۱) منٹھ جملہ (۱۵۸۴) معابد تھے۔ ف

۱۳۴۷ف میں ایسے معابد جن کو سرکار نے معاش عطا کی ہے (۱۷۸۲) کی تعداد ہے۔ جسمیں مساجد کی تعداد ½ دیولوں کے مقابل ہے اور بلا معاش معابد (۲۶۱) ہیں۔ اس طرح جملہ تعداد معابد و مساجد وغیرہ (۲۰۴۳) ہے۔ بمقابلہ مساجد کے منادر میں اضافہ ہوگیا ہے اور مساجد ویران و شہید ہوگئے اس لئے اُنکی تعداد میں کمی واقع ہوگئی ہے ضلع ہذا میں جاترا اور اعراس کی تعداد (۶۱) ہے۔ تختہ ذیل میں صرف اُن جاترا اور اعراس کی تفصیل بتلائی جاتی ہے۔ جس میں ایک ہزار سے زاید مجمع ہوتا ہے۔

ف۔ یہ تعداد نو تعلقات کی ہے۔ پانچ تعلقات میں مزید اضافہ سلطنت آصفیہ کی رواداری کا بین ثبوت ہے۔

تختۂ جاترا

نام تعلقہ	نام موضع	نام جاترا	تاریخ جاترا	نام تعلقہ	نام موضع	نام جاترا	تاریخ جاترا
نظام آباد	نظام آباد	جنندا بالاجی	یکم بہادون تا ۱۵ بہادون	بودہن	جانکم پیٹھ	نرسیوا سوامی	پونم ماگھ سدی
〃	کنیٹشر	نیل کنٹھ سوامی	۱۲ پوس ماگھ	〃	کندکرتی	رام لونی	چیتر سدی
آرمور	موڑتاڑ	سری دینکٹیشور سوامی	یکم پہالگن	〃	گور	〃	〃
〃	بمیگل	سری نرسیوا سوامی	پونم کارتیک	بانسواڑہ	تماگر	اُم پربھو	۱۴ پوس سدی
〃	〃		〃 دیساکھ سدی	〃	گوداوری کلاں	سری ماروتی	۳ پہالگن
〃	کشٹا پور	راما سوامی	سہ ماگھ سدی	〃	بانسواڑہ	بیتال سوامی	پونم جیٹھ
کاماریڈی	راما ریڈی	رزما سوامی	۳ جیسٹھ شدی تا ۴ جیسٹھ بدی				

تختۂ اعراس

نام تعلقہ	مقام	نام عرس	تاریخ
نظام آباد	کنیٹشر	کمال شاہ بیابانی قدس سرہٗ	۱۹ر جمادی الاول
〃	شیخا پور جاگیر	حضرت مخدوم عطار اللہ قدس سرہٗ	۲۹ر شوال
〃	قلعہ	سید شاہ امان اللہ حسینی قدس سرہٗ	۱۷ر جمادی الاول
آرمور	بالکنڈہ	سید شاہ ملتانی باشاہ قدس سرہٗ	۲ر شعبان
〃	بابا پور	سید شاہ بابا نہڑا بدال قدس سرہٗ	۱۴ر رجب
بودہن	بودہن	سید جلال شاہ بخاری قدس سرہٗ	۱۵ر صفر
〃	جلال پور	بڑا پہاڑ	

ان جاترا اور اعراس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے عرس و جاترا بہت سے ہوتے ہیں جو فی الوقت ناقابل ذکر ہیں۔

مساجد مستقر

مسجد کوٹ - اندرون احاطہ کوٹ ایک مسجد سنگ بستہ شکستہ ہے۔ قراین سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مسجد نظام آباد کی سب سے قدیم مسلم عبادت گاہ ہے۔ کیونکہ سید محمد شہید قدس سرہٗ کا مزار قدیم ہے اور میری تحقیق میں ملک کافور کا زمانہ اُن کی شہادت کا معلوم ہو رہا ہے۔ اسی لحاظ سے اس مسجد کو میں سب سے قدیم قرار دیتا ہوں۔

جامع مسجد - یہ ایک قدیم عمارت ہے۔ اسناد الغامی غوث الدین وضیاء الدین فیض منتخب نشان ۱۳۴۱ ۱۲۹۶ ف کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۰۵۲ھ میں یہ مسجد تیار تھی۔ کیونکہ ایک سند شاہ جہاں نے بربنا سفارش شاہزادہ عالمگیر بانگ وصلواۃ کے لئے انعام در وجہ مدد معاش بنام ملا علی عطا فرمائی ہے (سند کو مولف نے انعامدار موصوف کے خاندان سے لیکر بچشم خود دیکھا ہے) ملا علی کے پیشتر ملا فاضل کے نام اس انعام کا بحال رہنا۔ اسی سند سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس سند پر مراد بخش ابن شہاب الدین کی مہر ثبت ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس قدیم عمارت کے شکست ہونے کے بعد ۱۳۱۴ف میں اس کی چھت تعمیر ہوئی۔ اور ۱۳۱۸ف میں مقامی مسلمانوں کے چندہ سے اس کی توسیع کی گئی جسمیں شیخ محمد صاحب وکیل و دھوندے خانصاحب وغیرہ مقامی گتہ داروں نے کافی حصہ لیا۔ مولوی محمد اکبر صاحب پیش امام

جامع مسجد نے ۱۳۴۷ ف میں ایک ملحقہ زمین کو نظام آباد کے مخیر حضرات کی امداد سے خرید کر اس کو مزید وسعت دی ۔ مولوی محمد عثمان صاحب پیش امام جامع مسجد کی انتھک کوششوں سے اِس زمین پر دار الاقامہ کی عمارت تعمیر ہو رہی ہے ۔ جس میں چوبی کام خود دار الاقامہ کے لڑکوں کے ہاتھوں ہوا ہے ۔ اس عمارت کو غور سے دیکھا جائے تو مسلم فاتحوں کی رواداری کا انتہائی ثبوت ملتا ہے کہ مسجد کے عقب میں ایک قدیم دیول موجود ہے ۔ درمیان میں صرف ایک چھوٹا سا راستہ ہے ۔ ہر ملت اپنے معابد میں فریضہ عبادت آزادی سے ادا کرتی ہے ۔ اگر مسلم فاتح دراصل متعصب ہوتے تو یہ صورت ہرگز نہ ہوتی اِس مادی شہادت سے اِس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ہندوں نے مسلمانوں کی حکومت کو اِس قدر اطمینان کی نظروں سے دیکھا اور اُن کی رواداری پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے خدا کی عبادت گاہ بنانے میں کوئی اعتراض نہیں کیا اور مسلمانوں نے باوجود فاتح ہونے کے مفتوح کی عبادت گاہ کو باقی رکھکر اپنی بے تعصبی کا ثبوت دیا ۔ جس کی ہزاروں مثالیں ہندوستان کے طول و عرض میں مل سکتی ہیں ۔ یہ تعصب کے قصے تو "باہمی پھوٹ ڈالو ۔ اور حکومت کرو" اصول کے تحت ہیں ۔ عبرت حاصل کروائے عقلمندو ۔ جامع مسجد میں بتاریخ ۱۴ اردی ۱۳۴۴ ف روز جمعہ حضرت والاشان ولی عہد بہادر نے نماز جمعہ ادا کی ۔ یہ عجیب سما تھا ۔ جب کہ والاشان بارگاہ رب العزت سبحانہ تعالےٰ میں سر بسجود دعا مانگ رہے تھے ۔ اُسی طرح جیسے کہ ایک غلام اپنے مالک سے مانگتا ہے ۔

بعد فراغت فریضہ جمعہ منجانب مسلمانان نظام آباد عقیدت کے
پھول پیش کرنے کی عزت اس ناچیز مصنف نے حاصل کی۔ اور بعد
شرف قبولیت نذر عقیدت حضرت والا شان ولی عہد دکن سپہ سالار
آصفی کے ساتھ وفاداری و جاں نثاری کا عہد کرتے ہوئے اپنے شاہ
ذی جاہ خلد اللہ ملکہٗ اور خانوادہ آصفی کیلئے بارگاہ رب العزت میں
دست بدعا ہوا۔ دوران تقریر میں تقریباً پاؤ گھنٹہ حضرت والا شان
بہادر تلوار پر سہارا لئے ہوئے دست بدعا رہے۔ اس عمل سے مسلمان
نظام آباد کے قلوب مسخر ہو رہے تھے۔ اس مسجد کو اسوقت تو
کوئی معاش نہیں ہے۔ ۱۳۳۸ف سے جدید اسکیم کی تحت ایک عالم
پیش امام مواجبی (صعہ + صعہ) مقرر ہوئے جس پر سب سے
پہلے مولوی محمد موسیٰ صاحب فارغ التحصیل دیو بند کا تقرر ہوا تھا۔
اس کے پہلے عبدالعزیز صاحب مواجبی صعہ پیش امام تھے اور ۱۳۱۷ف
میں عبدالکریم بیگ مواجبی (صہ) پیش امام مقرر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ
اس مسجد کو کثیر معاش تھی۔ جس کو مدد معاش قرار دیکر غصب کرلیا گیا۔
جب کہ یہ قدیم مسجد ہی تو اس کو معاش کا نہ ہونا قرین قیاس بھی نہیں
بیرون کمپونڈ مسجد سے ملی ہوئی جو مزار ہے وہ داد دبادشیا محذوب قدس سرہ کی
ہے۔ جنکا انتقال ۱۲۱۶ف میں ہوا اس مزار کو گادی بیچھیا ساہونے
تعمیر کرایا جو آپ کا بے حد معتقد تھا۔
مسجد کمان گڑھی یہ ایک تاریخی مسجد ہے اُسکی صرف دیواریں
کھڑی تھیں۔ بانگ صلوٰۃ کا ذکر ہی نہ تھا۔ ۱۳۴۲ف میں عبدالرحمان صاحب

فرزند بسم اللہ شاہ مرحوم کی انتہائی کاوشوں رات دن ٹکا دو کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک خوشنما مسجد قدیم دیواروں پر کھڑی ہوگئی۔ صاحب موصوف نے تیاری مسجد کے بعد معاش کے لئے بھی مختلف کاروائیاں کیں۔ اس مسجد کا مجدد عبدالرحمن صاحب ہی کو کہا جا سکتا ہے جو کتبہ محراب پر نصب تھا۔ وہ بالکل چھیل دیا گیا ہے۔ اس لئے پڑھا نہیں جاتا۔

مسجد کوثر علی اس کی تاریخ تعمیر ۱۱۴۲ھ ہے۔ اسکو قاضی شیخ محی الدین عرف حاجی میراں ولد قاضی محمد محسن صاحب نے تعمیر کیا اور قاضی محمد جعفر ابن قاضی محمد محسن نے اس کی ترمیم کی اور اس میں شاندار حوض بنایا جو بعد میں باولی بن گئی اور بالآخر ۱۳۳۲ف میں بند کر دیا گیا۔ اس کے اسناد متولی مسجد محمد علی صاحب النعامدار کے قبضہ میں ہیں۔ کوثر علی صاحب ملازم سرکار تھے اُن سے اِس مسجد کی خدمت کا تعلق تھا۔ اس لئے وہ اُن کے نام سے موسوم ہوگئی۔ اور آج تک موسوم ہے۔

مسجد گنج ۔ اس کو کچھیوں کی مسجد بھی کہتے ہیں۔ ۱۳۲۷ف میں مسلم تاجران گنج نے اِس مسجد کا سنگ بنیاد نواب فضیلت جنگ مرحوم وحضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے ہاتھوں رکھوایا۔ اور نہایت شاندار مسجد تعمیر کی۔ اِس تعمیر میں حاجی ولی محمد دکا کا آدم جی۔ اور حسین بھائی صاحبان تاجران گنج نے خاص طور پر حصہ لیا۔

مسجد اسٹیشن ۔ سید احمد اللہ صاحب المخاطب احمد نواز جنگ تعلقدار وقت نے ۱۳۲۹ف میں اِس کے لئے تحریک کی۔ جس کی منظوری

سنہ ۱۳۳۱ف میں آئی۔ سید احمد صاحب قادری المخاطب احمد یار جنگ تعلقدار نے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور مسٹر گوبند نائک تعلقدار وقت نے دلچسپی لیکر اس کو مکمل کروایا۔ نواب تقی یار جنگ مرحوم کے زمانہ میں مسجد مکمل ہو گئی۔ اور سنہ ۱۳۳۳ف سے بانگ و صلواۃ کا آغاز ہوا۔

مسجد قلعہ۔ سید شاہ پیران صاحب مہتمم مجلس کے حسن سعی کا عملی نتیجہ سنہ ۱۳۲۰ف [۱۳۲۹] میں بصورت تعمیر پختہ ظاہر ہوا۔ اس کے پہلے یہاں پر ایک سفال پوش مسجد تھی۔

مسجد اوپر ٹیکڑی۔ یہ مسجد دہایہ کی تنگ تھی۔ حمید الدین صاحب و میر ولایت علی صاحب انعامدار و عبدالرحمن صاحب کے انتھک کوشش نے اس کو بامداد سرکار و بامداد مخیر حضرات سنہ ۱۳۳۴ف میں مکمل کر دیا جو ایک پختہ و خوشنما عمارت کی صورت میں آج نظر آتی ہے۔

مسجد دھارو گلی۔ یہاں پر علم استادہ ہوا کرتا تھا۔ لال محمد صاحب مرحوم نے عبدالرحمن صاحب وکیل کی سرپرستی میں مسلمانان محلہ کی امداد سے سنہ ۱۳۴۰ف میں اس کو عبادت گاہ معبود حقیقی بنا دیا۔ جہاں پر روزانہ مولوی حامد حسین صاحب درس تفسیر دیا کرتے ہیں۔

مسجد ہتکائی۔ پہلے سفال پوش تھی۔ عزیز علی شاہ صاحب مرحوم کی آمد کے بعد اس کی تعمیر و توسیع ہوئی۔ سنہ ۱۳۴۶ف میں شاہ صاحب کی حسن توجہ سے پختہ عمارت کی صورت اختیار کرلی۔

مسجد محلہ اسلامیہ۔ یہ بھی ایک سفال پوش مسجد تھی۔ اہلیان محلہ کی حسن توجہ سے سنہ ۱۳۴۴ف میں بلند کر دی گئی۔

شہید شدہ مساجد۔ محلہ کوٹ میں ایک مسجد اور جانب مغرب بیرون کوٹ پتھر کی مسجد اور مقبرہ محمد محسن مرحوم میں ایک مسجد شہید ہو چکے ہیں۔

جامع مسجد کاماریڈی۔ یہ جامع مسجد نہایت شاندار اور بلند ترین زینہ پر بنائی گئی ہے اس ضلع میں ایسی بلند زینہ مسجد کوئی نظر نہیں آتی۔

جامع مسجد آرمور۔ بالکل ہی مختصر ناقابل ذکر۔

جامع مسجد لودھن۔ یہ قدیم عمارت سابق میں دیول تھی۔ سنہ ۹۰۰ھ شاہ تغلق کے زمانہ میں مسجد بن گئی پہلے بھی عبادتگاہ تھی بعد بھی عبادتگاہ رہی لیکن افسوس کہ فی زمانہ یہ عبرت گاہ آثار قدیمہ ہے۔ جس کی تفصیل باب دوم میں ملاحظہ ہو سکتی ہے۔

مسجد عثمانیہ بودھن (جامع مسجد)۔ وسط آبادی قدیم میں ایک وسیع رقبہ پر ۱۳۱۷ف میں تعمیر ہوئی ہے۔ یہاں فی زمانہ نماز جمعہ ہوا کرتی ہے۔

قدیم مساجد۔ مسجد عالمگیر، مسجد مشائخان یہ دونوں قدیم مساجد ہیں۔

عیدگاہ۔ قدیم عمارت مختصر تھی سنہ ۱۳۱۵ف میں غلام محی الدین صاحب راما یم پیٹھ نے تقریباً گیارہ ہزار چندہ دیا تھا مابقی سرکار نے اس طرح تین ہزار بطور امانت محفوظ تھے۔ کیونکہ قدیم عیدگاہ کے اطراف قبور کی کثرت ہو چکی تھی۔ اور توسیع آبادی کی وجہ عیدگاہ اندرون شہر واقع ہو گئی تھی۔ لیکن مقام کے انتخاب میں اختلاف تھا اس لئے تعمیر ملتوی رہی بالآخر بزمانہ نواب تقی یار جنگ بہادر مرحوم تعلقدار وقت حکیم سید احمد صاحب طبیب یونانی و شیخ محمد صاحب وکیل کی حسن سعی سے سنہ ۱۳۳۲ف میں موجودہ عیدگاہ کی توسیع کر دی گئی۔ لیکن نظام آباد کی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے یہ بھی غیر مکتفی ہے سنہ ۱۳۴۵ف میں مصنف نے حیات جاوید حاصل کرنیکا نسخہ خواجہ محی الدین صاحب

انسپکٹر صفائی و عفار شریف صاحب داروغہ صفائی کو بلایا۔ جسپر فوری توجہ کیجا کر سایہ دار درخت لگادیے گئے۔ جو مستقبل قریب میں تمام عیدگاہ کو سایہ دار بنا دینگے۔ عیدگاہ کے خطابت کیلئے کریم الدین خطیب کے خاندان میں معاش بحال و جاری ہے

مقابر

قبرستان۔ نظام آباد میں یوں تو مختلف مقامات و سمات میں قبرستان ہیں لیکن قدیم و وسیع قبرستان عیدگاہ کا ہے۔ اس قبرستان کو ۱۳۱۱ف میں بند کر دیا جا کر قلعہ کے خالی حصہ میں ایک وسیع رقبہ تدفین کے لئے مختص کر دیا گیا تھا۔ لیکن گنجائش قربت شہر کے مدنظر ابھی سلسلہ تدفین قدیم قبرستان میں جاری ہے۔ قبرستان محصور نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں نے جیل سینڈ سے اس کو محصورہ کر لیا تھا لیکن آب و ہوا کے خرابی و تکلیف کے خیال سے مرزا محمد بیگ صاحب جو مہتمم قاطع جیل سینڈ سے اس کو فنا کر دیا۔ اور ساتھ ہی حصار کے لئے تحریک کی۔ مولوی علی الدین احمد صاحب ناظم امور مذہبی نے بہمن ۱۳۴۶ف میں بوقت دورہ اسکی منظوری لطف فرمائی۔ اور قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار نے اس کی تعمیر کا کام ایک کمیٹی کے ذمہ فرما دیا۔ محمد یوسف علی صاحب صیغہ دار ضلع کی انتہائی کفایت شعاری و حسن تدبیر سے ۱۳۴۷ف میں یہ کمپونڈ بجائے ڈھائی تین ہزار کے ایکہزار روپیہ میں مکمل ہوگیا۔

سید محمد شہید قدس سرہٗ۔ آپ شہداء کے درجہ میں شمار کئے جاتے ہیں قدیم حصار کوٹ نظام آباد کے شمالی باب الداخلہ پہ ایک مزار ہے۔

آپ کا سلسلہ رفاعیہ کہا جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ آپکی تاریخ شہادت کا پتہ نہ ملا لیکن نظام آباد کے تمام مزاروں میں آپ کا زمانہ قدیم کہا جاتا ہے[۱]۔ چنانچہ ۱۱۳۵ھ کی ایک سند سے پتہ چلتا ہے کہ سید میران کے نام حمید خان کے حکم سے سید محمد شہید و قریش محمد خان شہید کے روضتین کی خدمت کیلئے معاش بحال ہوئی ہے۔ غوث الدین و ضیاء الدین کے خاندان میں اِس مزار کے عود و گل کا انعام بحال ہے۔ جس کا منتخب نشان ۱۲۹۶ف ہے۔ اِس خاندان کے جانشیں لطف الدین ولد غوث الدین داماد ضیاء الدین اس وقت موجود ہیں۔

سید شاہ امان اللہ حسینی قدس سرہٗ۔ آپ کا مزار قلعہ نظام آباد کے شمال مغرب گوشہ میں ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ پہلے کوئی گنبد نہ تھا۔ صرف حصار تھا۔ ۱۳۴۰ف میں مسٹر نرسا گوڑ نے اپنی حسن عقیدت سے گنبد تعمیر کروادیا۔ تاریخ حسینی محترم جلال شاہ صاحب سجادہ مزار نے فارسی میں لکھی ہے جس کا قلمی نسخہ محررہ ۱۳۴۹ھ میں نے دیکھا ہے۔ اِس تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ صاحب مزار سید شاہ اسحاق قدس سرہٗ کے فرزند ہیں آپ ۸۹۰ھ میں بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے بارہ سالہ عمر میں خلافت حاصل کی اور ۹۳۰ھ میں نظام آباد براہ کرنول تشریف لائے۔ تعمیر دیول حلقہ رگھوناتھ داس کا زمانہ اور آپ کا زمانہ قریب کہا جاتا ہے۔ آپ کا سلسلہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رح

---

[۱] ۔ کیا عجیب کہ ملک کافور ۷۰۹ھ میں جب اندور کو فتح کیا تو اُسی وقت آپ کی شہادت بھی ہوئی ہو۔ کیونکہ مسلمانوں کا پہلا قدم اسی زمانہ میں سرزمین اندور پر نقش ہوتا ہماری تحقیق سے ظاہر ہے۔ (مصنف)

سے ملتا ہے موجودہ سجادہ نشین آپ کی ساتویں پشت میں ہیں۔

سید افضل شاہ بیابانی - قدس سرہٗ - آپ کا مزار کنٹشر میں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ہے - اس مزار کی عمارت بھی مسٹر نرسا گوڑ نے سن ۱۲۵۱ھ میں بنوادی ہے - آپ کا سلسلہ چشتیہ کہا جاتا ہے۔

شاہ کمال بیابانی قدس سرہٗ - آپ کا مزار کنٹشر میں واقع ہے اس مقام پہ مذہب ہنود - اسلام - عیسائی کے معابد قریب قریب ہیں جس سے ملک دکن کی رواداری کا پتہ چلتا ہے - آپ کا زمانہ ۱۲۳۹ھ کا کہا جاتا ہے - سن ۱۲۴۲ھ میں آپ واصل بحق ہوئے - سن ۱۲۴۳ھ میں ایک برہمن نے کا آپ کا مقبرہ تعمیر کیا - آپ کا سلسلہ چشتیہ نظامیہ سے ہے آپکے عرس کیلئے جاگیر پور گاؤں وارد وصادر وغیرہ کیلئے سن ۱۲۵۶ھ میں آپ کے سجادہ نشین حضرت نور شاہ قدس سرہٗ کو عطاء ہوئی آپ کے بعد خورشید علی شاہ قدس سرہٗ سجادہ نشین ہوئے محترم منصور علیشاہ سن ۱۳۰۷ف میں سجادہ نشین ہوئے - سالانہ عرس ہوتا ہے کاش عرس و وارد وصادر کے مصارف سے طالب العلم طلباء کے لئے (جو حصول تعلیم کیلئے مواضعات و تعلقات سے نظام آباد آتے ہیں - اس مقام پر ایک دار الاقامہ قائم کر دیا جاتا - تو شل ہر دو مذاہب کے دار الاقاموں کے مسلم طلباء کے لئے بھی سہولت ہو جاتی - اور پیشہ ور فقراء کیلئے عرس کے رسومات پر جو روپیہ صرف ہوتا ہے - اس سے بلحاظ معنیٰ ایصال ثواب کے بجائے صاحب مزار کو مسلم طلباء کی تعلیم سے ثواب جاریہ حاصل ہو

سید بابا شاہ منتھ قدس سرہٗ جمگل کے قریب یہ مزار ہے کہا جاتا ہے کہ

محمود بہمنی کے زمانہ میں عمارت کو پختہ کیا گیا ہے۔ عود وگل کیلئے بابا پور جاگیر
بحال تھی۔ جو شریک خالصہ کرلیا گیا کر سالانہ سات سو روپیہ کے معمولات خدام
کے نام ہیں عرس زیر نگرانی تحصیل ہوتا ہے فقرا اس مقام کا احترام
بہت کچھ کرتے ہیں۔ اور اپنی اصطلاح میں "یاوسیلان" اس مقام کو کہتے ہیں
خواجہ مخدوم عطاء اللہ قدس سرہٗ۔ غیجا پور رفخرآباد اسٹیشن سے
پانچ میل پر واقع ہے تقریباً تین سو سال کا زمانہ آپ کا ہے۔ آپ کا
سلسلہ خاندان چشتیہ سے ملتا ہے۔ ایک جاگیر غیجا پور تقریباً تین ہزار کی
عرس کے لئے مقرر ہے۔ اس خاندان میں شاہ نصیرالدین و محمد امین الدین
وشاہ سعیدالدین قابض جاگیر و سجادہ نشین ہیں۔

سلسلہ مہدویہ ۔ حضرت سید علی صاحب قدس سرہٗ بمقام موضع
مدک پلی مدفون ہیں۔ جو نظام آباد سے سات میل کے فاصلہ پر ہے جہاں
پختہ سڑک اور ریلوے موٹر بس روزآنہ جاتی ہے اور حضرت سید نور محمد صاحب
قدس سرہٗ بمقام منجیہ تالاب کے جانب جنوب مدفون ہیں یہاں بھی عمدہ
سڑک اور ریلوے بس روزانہ جاتی ہے۔

ہر دو حضرات سلسلہ مہدویہ کے قابل احترام بزرگ ہیں۔ اکثر مہدوی
حضرات اس مقام پر زیارت کیلئے آیا کرتے ہیں۔

شنا بی بی قدس سرہا۔ اعظم رنہ مستقر نظام آباد کے جانب مشرق وسط
بازار میں ایک گنبد ہے۔ یہ گنبد اور عیدگاہ کی گنبد ہر دو میں اناث کے
تعویذ کے نشان میں نے دیکھے ہیں (اگر میرا حافظہ غلطی پر نہیں ہے)
سنہ ۱۳۳۰ ف میں کسی نے عیدگاہ کے گنبد سے زنانہ تعویذ نکالکر مردانہ تعویذ رکھدیا۔

اس کی نسبت میں نے بزمانہ صیغہ دار مذہبی ایک رپورٹ بھی لکھی ہے
بہرحال ان ہر دو گنبدوں کو میں نولکھا خاندان کے سمجھتا ہوں۔ بازار کی
موقوعہ گنبد میں ایک قبر کی جگہ بھی خالی موجود ہے۔ جس سے میرے بیان
کا ثبوت ملتا ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو باب دوم سنہ ۱۲۰۱ ام
تاریخ نزل و باب تجارت) اس سلسلہ میں احمد الدین صاحب انعامدار
موجود اور قابض معاش ہیں۔

منادر مستقر

دیول کنٹیشر۔ اس دیول میں شنکرجی کا لنگ ہے جو نیل کنٹھ لیشور کے
نام سے موسوم ہے۔ یہ قدیم دیول کی عمارت مختصر سے کمپونڈ کے ساتھ تھی
سنہ ۱۳۳۲ ف میں مسٹر نرساگوڑ نے دس ہزار کے صرفہ سے اس کے ملحقہ عمارات
و کمپونڈ تیار کیا یہاں بھی شاندار جاترا ہوا کرتی ہے۔
دیول سارنگ پور۔ یہ دیول صحرائی مقام پر غیر آباد تھی سنہ ۱۳۳۴ ف میں
نرساگوڑ صاحب نے تمام متعلقہ عمارات کو دس بارہ ہزار خرچ کرکے بنوا دیا۔
مشہور ہے کہ اس مندر میں ہنومان جی کی مورتی کو رام داس مہاراج نے
اپنے ہاتھوں سنبھلایا ہے۔ اور رام مٹھ کا تعلق اس سے ہے۔ رام مٹھ
کے تمام گرو مہاراجوں کی سمادھیں یہاں پہ ہیں۔ (دیکھو واقعات رام مندر)
دیول ششنبو گڑھی۔ یہ ایک قدیم مندر کس مپرسی کے عالم میں تھا جس
میں شنکرجی کا لنگ ہے۔ جس کو سنہ ۳۵ ف میں نرساگوڑ صاحب نے سم
دو بیگہ کے صرفہ سے محصور کرکے خوبصورت بنا دیا۔ اس دیول کے بازو
وہ ایک دھرم سالہ بنانا چاہتے تھے۔ چونکہ محلہ مسلمانوں کا قبرستان اس سے

ملحق تھا۔ اس لئے عذرداری کی اور تصفیہ ہوا کہ قبرستان کو محصور کردینے کے بعد اپنے اعتراض کو اٹھا لیا جائے۔ جس پر نرسا گوڑ نے (صما) کی لاگت سے کمپونڈ بنا دیا۔ اس کے بعد بھی جب عام مسلمانوں کو دھرم سالہ کی تعمیر پر اعتراض رہا تو آپ نے اس عمارت کو مدرسہ نسواں کے لئے بیادگار جشن سیمین وقف کر دیا۔

سنتا چاری کا مٹھ۔ جامع مسجد کے عقب میں ایک قدیم مندر ہے جسمیں دتا تری مہاراج کی مورتی ہے۔ یہاں پر سالانہ اچھاد ہوتا ہے۔ اس مٹھ کے بانی سنتا چاری تھے۔ اس مٹھ کو سرکار سے کافی معاش ہے۔ مورتی مادھوا چاری وناگاری جد سنتا چاری نے بٹھلایا تھا۔ اس وقت سنتا چاری عرف تاتا چاری مہنت ہیں۔

رام مندر۔ یہ بھی نظام آباد کا ایک قدیم مندر ہے اسکا زمانہ تین سو سال کا کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سمرتھ رام داس سوامی کی پیدائش شک ۱۵۳۰م سنہ ۱۶۰۸ء بمقام موضع جام تعلقہ عنبر ضلع اورنگ آباد گوداوری کے کنارے ہوئی۔ جب کہ داس موصوف نے علم حاصل کرلیا تو ان کی والدہ نے بلوایا آپ دوران سفر میں بمقام سارنگ پور ٹھیرے اُس وقت امساک باران کی وجہ برہمن پوجا پاٹ کر رہے تھے۔ داس موصوف نے سارنگ پور میں ہنومان جی کی مورتی کو بٹھلایا۔ اور پوجا کی جس کی وجہ بارش ہوئی۔ اندور کے تمام لوگ آپ کے پاس پہونچکر آپ کو لائے۔ اور موجودہ مندر کے مقام پر آپ کو ٹھرایا۔ یہاں پر آپ نے مندر کی تعمیر کے بعد رام کی مورتی کو بٹھلا کر اپنے چیلے ادھو سوامی کو مقرر کیا۔ یہ زمانہ شک ۱۵۶۹م سنہ ۱۶۴۷ء
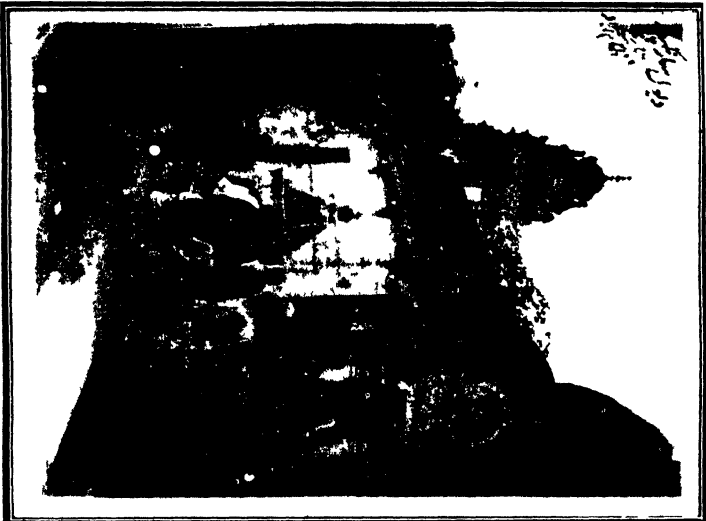
موجودہ مہنت سمیر داس
راجہ اطام آباد

کا کہا جاتا ہے عہ اس کے بعد سے مسلسل اس مٹھ پر بارہ مہنت گدی نشیں ہوئے۔ موجودہ مہنت سری سمرتھ داسس ہیں۔ جب رام سوامی کا انتقال تیر ۱۳۴۰ ف میں ہوا۔ تو انتظامات زیر نگرانی سرکار سے لیئے گئے۔ بعد میں بر ہمنان نظام آباد نے بورگاوں علاقہ بھیٔ کے گیتاواسوامی سمرتھ داس کا انتخاب کر کے گدی نشیں کیا اور صدر سے منظوری حاصل کی۔ کیونکہ قدیم رواج یہاں کا یہ ہی ہے۔ کہ نامزدہ مہنت کا انتخاب بحیثیت چیلہ کیا جاکر سرکار سے منظوری لیجاتی ہے۔ بعد منظوری وہ تمام انتظامات و انعامات پر قابض و متصرف ہوجاتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مہنت برہما چاری (یعنی بلا شادی شدہ) ہو۔ کہا جاتا ہے کہ اس مندر میں قدیم زمانہ کا خزانہ تھا۔ جس کے متعلق سینہ بسینہ روایات چلے آتے ہیں لیکن اسوقت وہ لاپتہ ہوگیا ہے۔ تغلب کے زمانہ کا تعین نہیں کیا جاتا کہ کس زمانہ میں وہ برباد ہوگیا ہے موجودہ مہنت صاحب روشن خیال تعلیم یافتہ ہیں قدیم طریقوں کو جو بے معنی رسم و رواج کے تحت تھے۔ آپنے مسدود کر دیا۔ اس پر عوام میں کچھ ناراضی پھیل گئی

اس مندر کو (۲۸) مواضعات میں انعام ہے و نیز ضلع ناندیڑ کے مواضعات میں بھی معاش بحال ہے جس کا محاصل تقریباً دو ہزار سالانہ ہے۔ اس کے علاوہ سالانہ (مالیہ عہ) نقدی بھی ملا کرتا ہے رام نومی کا سالانہ اچھاؤ نو دس روز بڑے شاندار طریقہ سے کیا جاتا ہے اس مندر کے صحن میں ایک شاندار ٹین کا شیڈ ۱۳۴۲ ف میں سمہاء۔

عہ۔ تاریخ رام داس سوامی بزبان مرہٹی۔

کی لاگت سے تیار ہوا جس میں تاتیا صاحب رنجل نے ایک ہزار کا سامان دیا۔ و نیز چند پختہ حصہ عمارت ضروریات بود و باش کیلئے بھی بنائے گئے ہیں۔

بالاجی کا مندر۔ یہاں پر بالاجی کی مورتی ہے جس کے پوجاری کشتما چاری ولد نرسہوا ن چاری ہیں۔ اس کو بھی (۴ مار) سالانہ کی معاش ہے۔ مندر کی عمارت بہت ہی وسیع و شاندار ہے۔ اِن کا زمانہ بھی ڈہائی تین سو سال کا کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کو نکوجی گوسائیں نے بنایا تھا۔

دہرم سالہ گنج۔ بزمانہ نواب سہراب نواز جنگ اِس عمارت کا سنگ بنیاد ساہوان گنج نے ۱۳۲۴ف میں رکھا۔ اور کافی خرچ چالیس ہزار سے اُس کی تعمیر کروائی۔ یہاں پر ایک کتب خانہ سناتن دہرم کا اور ایک رسی ہے

نندی گٹہ۔ جانب مغرب قلعہ ایک مرتفع مقام پر یہہ مندر واقع ہے۔ قدرتی مناظر کا یہہ حامل ہے تین بڑے بڑے پتھروں نے یہاں پر ایک قدرتی عمارت بنادی ہے۔ یہاں پر سانپ جی۔ دہنوان جی کی مورتیاں ہیں۔ اور نندی بھی ہے۔ لچھما تائی طوائف نظام آباد اس کی تعمیر میں اپنا بہت روپیہ صرف کی کیونکہ وہ اس کی پرستار تھی۔

بالاجی کا جھنڈا۔ بالاجی کا جھنڈا دکن کے حصص سے گھومتا ہوا یہاں یکم بھادوں کو پہونچتا ہے اور بمقام کوٹ پندرہ روز مٹھ بالاجی میں کھڑا کیا جاتا ہے۔ جس میں اطراف واکناف سے معتقدین آتے ہیں۔ پندرہ روز اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تقریباً اٹھ دس ہزار

کا اجتماع ہوتا ہے۔

گرجا۔ ویل سن مشن نے ۱۹۰۰ء میں بمقام کنٹیشر ایک گرجا تعمیر کیا۔ اور ایک دواخانہ زنانہ بھی بمقام نظام آباد ۱۹۰۱ء میں رعایا نظام آباد کے چندہ سے تعمیر کروایا تھا۔ جو عرصہ تک کامیاب طریقہ پر کام کرتا رہا۔ اب مختصر دواخانہ کنٹیشر میں ہے آبادی کا دواخانہ ۱۳۲۳ف میں منتقل ہوگیا۔ دواخانہ کے مقام پر اب کتب خانہ عثمانیہ کی عمارت ہے۔

گردوارہ۔ قدیم سے ایک گردوارہ تھا ۱۳۴۰ف میں مقامی سکھوں نے اس کو پختہ بنالیا ہے۔ یہ جامع مسجد کے جانب مغرب لب سڑک واقع ہے۔

آریہ سماج۔ آریہ کی عبادت گاہ ۱۳۲۶ف میں ایک کرایہ کے مکان میں بمقام گلی کمان دلیسیانڈیہ قائم ہوئی تھی۔ ۱۳۴۲ف میں اس مکان کو خرید لیا گیا ہے یہ ایک سفال پوش مکان ہے۔

باب ۱۷

شعور عامہ

مسلم بیداری۔ ۱۳۱۹ف میں جبکہ جنگ بلقان کے مظالم آشکار ہورہے تھے۔ ممبران یونین کلب کے احساس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تقریباً سات ہزار روپیہ ترکی کو امداداً (تاج الدین محمد صاحب خزانہ دار ومعتمد یونین کلب کے حسن عمل سے) روانہ کئے گئے۔ اس کے بعد جنگ طرابلس کے موقع پر اس ناچیز مصنف نے مسلمانوں کے سامنے اپنا دامن پھیلایا (اس لئے کہ کوئی ادارہ اسوقت موجود نہ تھا۔ جو اس جانب متوجہ ہوتا) اور

تقریباً تین ہزار روپئے خلافت کمیٹی کے توسط سے ترکی کو روانہ کیا گیا۔
۱۳۳۲ف میں انجمن اصلاح المسلمین قائم ہوئی جس نے مسلمانوں کی بے حسی میں کچھ حرکت پیدا کر دی۔ ۱۳۳۷ف میں مولانا شوکت علیصاحب مرحوم نظام آباد کے دورہ پر تشریف لائے اور خلافت کمیٹی کے لئے دامن پھیلایا۔ (مرحوم کا قیام کاشانہ ہی میں رہا۔) اسوقت بھی مسلمانوں میں کچھ بیداری پیدا ہو گئی۔
۱۳۴۰ف میں بسلسلہ تعلیم القرآن پہلی مرتبہ قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر اور مولوی ابو محمد مصلح صاحب نظام آباد تشریف لائے۔ ترجمان القرآن کی تحریک پر حضرات ممدوح کی تقریر ہوئی۔ جس نے مسلم کو بے خواب کر دیا۔ ۱۳۴۲ف میں جب کہ انجمن اسلامیہ نے دوسرا جنم بدلا اور مولوی محمد موسیٰ صاحب پیش امام جامع مسجد نظام آباد آئے تو ان کی آواز حق نے مسلم شعور کو سیماب بنا دیا۔ گہری نیند سے مسلمان جو بیدار ہو گئے تو جگانے والے پر ٹوٹ پڑے اس لئے کہ انہوں نے اسلام کی حقیقی تعلیم کو سنا دیا تھا۔ سونے والوں نے کہا ہم اپنے باپ دادا کی تعلیم پر ہیں۔ بہرحال شدید مخالفت کا یہ زمانہ گذرا اس اثنا میں مولوی حبیب الرحمن خان صاحب شروانی صدرالصدور ہندوستان سے بلدہ تشریف لائے تھے۔ آپ کی صدارت میں ایک جلسہ بہمن ۱۳۴۲ف کو ہوا(۱) انجمن اسلامیہ کے معتمد کی پر خلوص سعی اور مولوی اکبر صاحب و مولوی حافظ عثمان صاحب کی حق و صداقت

---

(۱) اس صدارت کو منظور کرانے کی سعی حکیم محمود الرحمن خانصاحب کی تھی مصنف

بھری آوازوں نے حواس باختہ مسلمانوں کے حواس کو برقرار کر دیا تھا۔ کہ ۱۳۴۶ف میں قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر کی صدارتی تقریر (جو بضمن بیت المال بمقام جامع مسجد ہوئی) اور اندھرا کانفرنس کے مشاہدات نے مسلمانوں کو چونکا دیا۔ اس کے بعد ہی انجمن اتحاد المسلمین کی تحریک سے لسان الامت نواب بہادر یار جنگ بہادر کی آواز کو سمجھنے کا شعور مسلمانوں میں پیدا ہو گیا۔ پھر مولوی حافظ عثمان صاحب جیسی شخصیت نے اسلام کی سچی و بے تعصب تعلیم (جس میں دنیا و دین ہر دو ہیں) اُن کے سامنے پیش کرنا شروع کر دی درس تفسیر جس کی ابتدا مولوی موسیٰ صاحب نے کی تھی بہت سے مسلمانوں کی اصلاح کا باعث ہوئی۔ اور یہ سلسلہ مولوی اکبر صاحب و مولوی حافظ عثمان صاحب کے زمانہ میں کمی و زیادتی کے ساتھ جاری رہا۔ اور جاری ہے مولوی حامد حسین صاحب نے (جنہوں نے مولوی موسیٰ صاحب کے درس تفسیر میں شرکت کی تھی) اس سلسلہ کو مسجد دہارہ وگلی میں جاری کر دیا۔ جو آج تک جاری ہے اسطرح نظام آباد میں مسلم بیداری کی بسم اللہ ہوئی۔ اور آج مسلمان درس بیداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

ہندو بیداری۔ ۱۳۲۲ف میں ہندو سماج کے لئے مسٹر گوڑے راجچندر راؤ وکیل نے برہمنوں میں سنسکرت کی تعلیم کا شوق پیدا کرایا اور ایک پاٹ شالہ قائم کیا اس کے بعد باپو راؤ صاحب وکیل و کالے راجچندر راؤ صاحب وکیل نے بیداری قوم کیلئے اپنی انتہائی

کوشش صرف کی۔ جس کے مخلص کارکن مسٹر ہری راؤ صیغہ دار بھی تھے
لیکن قوم بیدار نہیں ہوئی۔
۱۳۴۷ھ ف میں جب کہ اندھرا کانفرنس کا اجلاس نظام آباد میں ہوا
جس کے صدر مسٹر نرسنگ راؤ اڈیٹر اخبار رعیت تھے۔ اس کانفرنس
میں تقریباً پانچہزار کا اجتماع تھا۔ نظام آباد کے ہندو مخیر حضرات نے
اس کو کامیاب بنانے میں دل کھول کر حصہ لیا۔ (مسلم جماعت نے کوئی
حصہ نہیں لیا بجز مورخ کے جو بحیثیت ترجمان رعایا نظام آباد شخصی طور
پر اپنی شرکت کو ضروری سمجھتا تھا) اس کانفرنس میں جھنا پیٹر کی تحریک
و مسٹر کاشی ناتھ راؤ کیپال کر وکیل کی تائید سے پہلی مرتبہ اُردو زبان
میں تقاریر کا رزولیوشن بغلبہ آرا منظور ہوا۔ اور پہلی مرتبہ ہم نے
اُردو میں تقریر کی عـــه کہا جا سکتا ہے کہ اس کانفرنس کے بعد سے
اہل ہنود میں بیداری کے آثار نظر آنے لگے جو روز بروز ترقی پذیر ہیں

ہر دو فریق کی بیداری کے متعلق میری ذاتی رائے

نظام آباد کی ہندو مسلم ذہنیتوں کا میں عرصہ سے مطالعہ کر رہا ہوں
میرا نتیجہ فکر یہ رہا کہ یہاں ہر دو فریق کے جذبات بالکل ٹھنڈے ہیں
اس پر مجھکو تعجب تھا۔ جب میں نے تاریخ کی ورق گردانی شروع کی تو

عـــه۔ اس کانفرنس میں مجھکو شرکت سے باز رکھنے کیلئے اکثر مخلص حضرات نے انتہائی
کوشش کی لیکن میں اس بنا پر شرکت کیلئے مجبور تھا۔ کہ عرصہ سے رعایا نظام آباد کی
ترجمانی کر رہا تھا۔ اور پلیٹ فارم سے کوئی آواز بلند نہیں کر سکتا تھا۔ اور سمجھ رہا تھا

اس نتیجہ پر پہونچا کہ نظام آباد کی سرزمین میں انسانی خون جذب نہیں ہوا ہے۔ (کیونکہ یہاں پر کوئی قابل ذکر معرکہ کا پتہ تاریخ سے نہیں ملتا) تو اس مقام کی اب و ہوا کے اثرات میں جمود لازمی ہے۔ برخلاف اس کے تعلقہ آرمور۔ و تعلقہ بودھن کا دوران خون بمقابلہ نظام آباد کے بہت تیز ہے۔ اسلئے وہاں کی زمین نے خون پیا ہے۔ پس یہہ کہا جاسکتا ہے کہ نظام آباد کی سرزمین خود ایک امن پسند حصہ ہے۔ جہاں کے رہنے والے شر و فساد سے دور باہم میل جول کے حامل۔ امن پسند ہیں۔ اگر کبھی کوئی بیرونی اثرات نے خلل اندازی کی اور انتشار پیدا ہوگیا۔ تو وہ ایک ہنگامی صورت ہے۔ اُس سے نظام آباد کی خصوصیات متاثر نہیں ہو سکتے۔

مسلم ادارے

انجمن اسلامیہ ۔ امرداد ۱۳۳۲ ف میں محترم عبدالرحیم صاحب بانی انجمن اصلاح المسلمین رائچور نے یہاں پر قیام انجمن کی تحریک کی جس پر مسلمانان نظام آباد نے لبیک کہا۔ اور اس انجمن کے اعزازی صدر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۶ ۔ یہ کانفرنس مشترکہ پلیٹ فارم ہے لیکن اسمیں شرکت کے بعد ثابت ہوا کہ یہاں پر اکثریت کی ذہنیت فرقہ پرستی کی ہے گو صدر کانفرنس نے انتہائی کوشش سے اس تحریک کو کامیاب کیا۔ اور میرے استعفا کو مسترد کر دیا لیکن عام رجحان نے مجھ کو بالکل مایوس کر دیا تھا۔ اس لئے اس سے کنارہ کشی اختیار کرنی پڑی ۔ مصنف

نواب تقی یار جنگ مرحوم و معتمد یہ خاکسار مصنف دہا تین سال تک اس انجمن نے عام مسلمانوں میں مذہبی اصلاح کی ایک نئی روح پیدا کر دی۔ اس کارکردگی میں میر ولایت علیصاحب انعامدار نظام آباد کی عملی زندگی شریک حال تھی۔ میر صاحب کے تبادلہ اور معتمد کی تن آسانی نے چار سال بعد اس کو معطل کر دیا۔

۱۳۴۱ف میں اس انجمن کے لئے ایک مخلص کارکن جلیل احمد صاحب کو معتمدی کے لئے چن لیا گیا۔ جن کے ہاتھوں اس انجمن کو ارتقا نصیب ہوا۔ یہ عجیب خوش قسمتی تھی کہ نہ صرف معتمد ہی مخلص ملا۔ بلکہ نائب معتمد (محمد علی صاحب) بھی پُر خلوص کام کرنے والا ملا۔ جو باوجود نظام آباد کے متوطن نہ ہونے کے باوجود ملازم سرکار ہونے کے نہایت خاموشی سے اپنے فرائض ۱۳۴۳ف سے اس خوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں کہ حسابات کو دیکھکر ہر دو کے متعلق جزائے خیر کے لئے دعا نکلتی ہے۔ اِن ہر دو حضرات کے اخلاص عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ آٹھ سال سے یہ انجمن اِس اعلے طریقہ پر اپنے فرائض حقیقی انجام دے رہی ہے کہ دوسری انجمن اس کی مثال مشکل ہی سے پیش کر سکتی ہے۔ انجمن نے تمام صدقات و خیرات مسلمانان نظام آباد کو منظم کر لیا ہے۔ تمام مستحقین کی فہرست انتہائی جانچ کے بعد تیار ہوتی ہے۔ جن کو ماہانہ وظائف بتوسط میر محلہ گان پہونچا دئے جاتے ہیں دارالاقامہ میں (۷۴) نادار و یتیم لڑکوں کو رکھکر اُن کے کھانے پہننے کا انتظام کرتے ہوئے۔ اُن کو صنعت و حرفت کی تعلیم دلائی
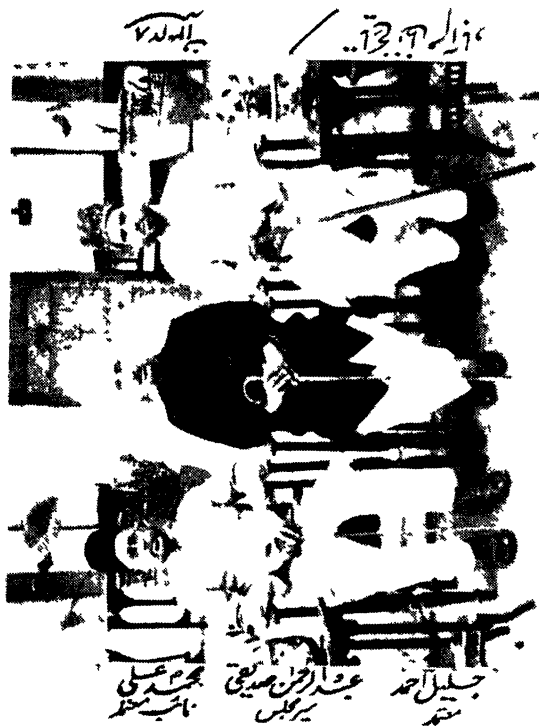
۲۰ ذوالحجہ ۱۳۲۱
بالمدرسہ
جلیل احمد
معتمد
عبدالرحمن صدیقی
میر مجلس
محمد علی
نائب معتمد

سالار امر صوبہ دکن

جاتی ہے جسمیں۔ سنجاری۔ لوہاری۔ کساری۔ ڈرائنگ۔ خیاطی۔ صحافی
کی بہترین دست گاہ حاصل ہوتی ہے اور ساتھہ ہی ساتھہ دینی تعلیم
کا خاص طور پر انتظام ہے۔ لڑکوں کے کردار کو سنوارا جاتا ہے آئینی
تقریر کی عادت مطالعہ اخبارات کا شوق پیدا کرایا جاتا ہے۔ اور
فنون سپہگری بھی سکھائے جاتے ہیں۔ سب سے اعلیٰ و افضل کام جو
اس انجمن نے کیا ہے وہ قیام بیت المال ہے۔ محترم جلیل احمد صاحب
کی انتھک کوششوں سے ۱۳۵۶ھ سے نظام آباد میں بیت المال قائم
کر لیا۔ جو نہایت کامیابی سے چل رہا ہے۔ عاملین بیت المال مسلمانان
نظام آباد کا سالانہ محاسبہ نہایت جانچ کے ساتھہ شرعی احکام کے
تحت کر کے زکواۃ کا تعین کرتے ہیں۔ زکواۃ نہ دینے والوں پر
اخلاقی اثرات ڈالے جاتے ہیں۔ اس انجمن کے میر مجلس ۱۳۴۶ف
سے عبدالرحمن صاحب صدیقی وکیل ہائیکورٹ ہیں۔ جن کی حسن سعی
و توجہ کامل ضبط و نظم کی سختی انجمن کے لئے بہترین ثابت ہو رہی ہے
اور آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ انجمن اپنے لئے ایک منفعت
بخش جائیداد کی اسوقت مالک ہے مولوی محمد موسیٰ صاحب فارغ
التحصیل دیوبند و پیش امام جامع مسجد پہلے بیدار کرنے والے تھے فی
زمانہ سب سے زیادہ روشن خیال حالات حاضرہ کو سامنے رکھکر احکام
مذہبی کے روشنی میں کام کرنے والی ہستی مولوی حافظ محمد عثمان صاحب
فارغ التحصیل دیوبند کی ہے جس کو انجمن کا حساس ہی خواہ کہا جا سکتا ہے
مدرسہ دینیات ۔ قدیم زمانہ میں یہاں اکثر مکتب تھے۔ لیکن فی زما

قلعہ میں بہلول شاہ صاحب کا ایک دینی مدرسہ۔ اور محلہ بہولانگ میں
ایک مدرسہ تحت انجمن اسلامیہ۔ اور ایک مدرسہ جامع مسجد میں
جہاں پر عربی۔ فارسی۔ اُردو حساب کی تعلیم دیجاتی ہے کامیاب طریقہ
پر چل رہا ہے۔ جہاں نہ صرف دار الاقامہ کے بچوں کو تعلیم دیجاتی ہے
بلکہ بیرونی مسلم لڑکوں کی تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ اس کے علاوہ درس
تفسیر بالقرآن جامع مسجد میں مولوی حافظ عثمان صاحب اور دھاروگلی
کی مسجد میں مولوی حامد حسین صاحب روزانہ دیا کرتے ہیں۔ متعدد
حفاظ مدرسہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اور بعض لڑکے مدرسہ دیوبند کو
فارغ التحصیل ہونے کیلئے جا چکے ہیں۔ جن میں سے ایک طالب علم کا خرچ
سردر خانصاحب گتہ دار برداشت کرتے ہیں۔ اسی انجمن کا ایک
کامیاب کتبخانہ عام بھی تھا۔ جو افادہ عامتہ الناس کے لئے عثمانیہ
جوبلی کتب خانہ میں منتقل کیا گیا ہو اس انجمن کے تحت ہر محلہ میں میر محلہ کا تقرر
مقرر ہیں جنکے مکانات پر بورڈ لگے رہتے ہیں۔ ان میں تغیر و تبدل بھی
ہوتا رہتا ہے۔ ان کی مجلس مشاورت کے بعد مجلس انتظامی سے منظوری
ہوتی ہے حسابات کی جانچ سالانہ صیغہ حساب سرکار عالی کے کسی ذمہ دار
شخصیت سے خانگی طور پر کرائی جاتی ہے۔ اور رپورٹ شائع ہوتی ہے
بہر حال اس انجمن کی تفصیلی کارکردگی کو ظاہر کرنے کے لئے ایک مستقل
رسالہ کی ضرورت ہے بیت المال کی مطبوعہ رپورٹ سے معلومات حاصل کئے جا سکتے ہیں

صدائے احتجاج ۔ قواعد اراضیات تحت شہر نظام ساگر کی
ترتیب جبکہ ۱۳۳۸ف میں ہو رہی تھی۔ تو اس کے خلاف منجانب رعایاء

رسالہ ماہانہ مشیر اہل دہ بابتہ دی ۱۳۲۹ف میں (جو مصنف کے زیر ادارت
شائع ہوتا تھا) قواعد کی خامیوں کے متعلق صدائے احتجاج مفاد ملک
کے لئے بلند کیگئی لیکن اس کو صدا بصحرا سمجھا گیا۔ مہر ۱۳۴۲ف میں
رعایا کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک پمفلٹ موسوم "تین سال" شائع
کرکے ارکان حکومت کے سامنے پیش کیا گیا و نیز بارگاہ خسروی میں
بھی واقعات گزران نے کی عزت حاصل کیگئی۔ ارکان حکومت نے
جب اس پر بھی توجہ نہیں کی تو آذر ۱۳۴۶ف میں دوسرا پمفلٹ
"اور تین سال" شائع کیا گیا۔ چونکہ میری نہ پیشین گوئیاں ظاہر ہو چکی
تھیں۔ اور رعایا کی بڑھتی ہوئی پریشانیوں کو ذمہ داران نظم و نسق
بچشم خود دیکھ رہے تھے۔ اس لئے بجائے مجبور قواعد نافذہ کی اصلاح
میں وہ سب کچھ حکومت کو کرنا پڑا جس کو میں نے پیش کیا تھا۔
اسی سلسلہ میں حکومت کی جانب سے مجھکو زبانی ہدایت فرمائی گئی
کہ میں اس قسم کی ترجمانی سے احتراز کروں تو اس کا جواب ۱۳۴۶ف میں
میں نے تحریری دیا کہ اپنے ملک و مالک کے مفاد کے لئے میں بحیثیت
وکیل رعایا اور سرکار کے درمیان ترجمانی پر مجبور ہوں۔ تا وقتیکہ میری
زبان بندی نہ کر دیجائے ۱۱ آذر ۱۳۴۷ف میں جب کہ سر اکبر
حیدر نواز جنگ بہادر صدر اعظم باب حکومت بحیثیت دورہ نظام آباد
تشریف فرما ہوئے۔ اور ٹاؤن ہال میں اڈریس پیش کئے گئے۔ تو
اسی جوش ترجمانی رعایا میں۔ میں نے منجانب رعایا بکمال جوش آزادانہ
حالات عرض کرنے کی اجازت سر موصوف سے چاہی۔ میری استدعا

کو مسترد کردینے کیلئے اعلیٰ ارکان حکومت نے (جو جلسہ میں اُسوقت موجود تھے) رائے دی لیکن باوجود ارکان حکومت کی نفی کے صدارت کی اعلیٰ فراست نے مجھکو اجازت عطا فرمائی جس کے بعد میں نے رعایا کمبل پوش کی ترجمانی کا حق ادا کیا۔ اِس اڈریس کے جواب میں سر ممدوح نے رعایا کے ہر مطالبہ کو حق بجانب سمجھکر اُن ضرورتوں کی تکمیل کی توقع ذمہ داران سررشتہ جات متعلقہ سے ظاہر فرمائی ف

بہمن ۱۳۴۷ ف آندھرا کانفرنس منعقدہ نظام آباد میں بحیثیت ترجمان رعایا میں نے شرکت کی اور اصلاحات قواعد بند ولبست کے متعلق رزولیوشن منظور کروا یا گیا۔

۱۳۴۷ ف میں جب کہ وئسرائے بہادر حیدرآباد آرہے تھے اور معلوم ہوا تھا۔ کہ وفاق کی دستاویز پر مہر شاہی حاصل کرنے کیلئے یہہ دورہ ہے تو منجانب رعایا حیدرآباد دکن (عید الفطر کی مسرتوں کو مسلم طبقہ نے رنج و غم سے بدل کر ایک وفادارانہ محضر مسلم رعایا دکن نے) بارگاہ خسروی میں پیش کیا۔ بہرحال اس قسم کی جسقدر حرکتیں مفاد ملک کے لیئے مجھہ سے ظاہر ہوئیں۔ وہ تمام ارباب کرسی کی نظروں میں کھٹک گئیں۔ اور ۱۳۴۷ ف میں پیشہ وکالت سے معطل کرا دینے کی تحریک پر بصیغہ راز مہر قصارت ثبت کردی گئی۔ چونکہ قانون کلاء کے تحت میرا پوزیشن پاک و صاف تھا۔ اس لئے مجلس وضع قوانین

ف نہ معلوم وہ کیا اسباب تھے۔ کہ اس اڈریس کو اور اُس کے جواب کو ملک کے اخبارات میں شائع کرنے سے باز رکھا گیا۔ ملاحظہ ہو۔ اخبار بمبئی کرانیکل ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۷ء

نے اس تحریک کو قانوناً بے معنی سمجھا ف۱

ان واقعات کی روشنی میں جب میں نے نتائج عطائے [illegible]
غور کیا تو اپنے موکلین کے حقوق کا تحفظ میرے وجود سے ناممکن نہیں
تو مشکل ضرور نظر آیا۔ پس مالی منفعت کے لئے انصاف کا خون میرے
ضمیر نے گوارہ نہیں کیا۔ اور بہتر صورت یہ معلوم ہوئی۔ کہ جب حکماً
کرسی کی تمنا پوری نہیں ہوسکتی تو میں خود ہی اُس کی تکمیل کا اقتدار
رکھتا ہوں۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ رعایا کے تمام مطالبات
حکومت کے زیر غور آچکے تھے۔ اور مجھ سے بہتر کام کرنے والے
نوجوان تعلیم یافتہ منظر عام پر نظر آرہے تھے۔ اُن کے لئے جگہ خالی
کر دینا میرا فرض تھا۔ پس اردی بہشت ۱۳۲۷ف سے فرائض وکالت
ملتوی کر کے تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور تمام مجالس
سرکاری و نیم سرکاری کی رکنیت سے بھی مستعفی ہو کر بہترین کام
کرنے والے نوجوانوں کے لئے اپنی نشست خالی کر دی۔ جس کا
نتیجہ یہ ہوا کہ ہر چہ از دوست میرسد نیکوست۔

ف۔ صیغہ راز کی کارروائی کے متعلق صحیح علم تو نہیں ہو سکتا۔ ہر وہ شخص جس
کے خلاف رپورٹ بصیغہ راز ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اُن سب الزامات کو
مندرج تصور کرتا ہے جس کے متعلق اُس پر تہدید ہوتی رہی ہو (نہ کہ کھٹکنے
والے ضمیر کی آواز پر اعتراف جرم جیسا کہ کرسی کا تصور ہوتا ہے) چونکہ مجھکو
میرے ضمیر نے اعتراف غلطی کے لئے کبھی ملامت نہیں کی۔ بلکہ آج تک وہ
حق و صداقت کے لئے مطمئن ہے۔ مصنف۔ ف۲ بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو ص ۲۱۳ پر۔

میرے اطمینان قلب کے لئے یہ صورت انتہائی مسعود و محمود ثابت
ہوئی اسلئے کہ اُس خالق حقیقی تعالیٰ کو بھول کر متفرق خداوندان کرسی
کے دربار مارا مارا پھیر رہا تھا۔ پھر ایک مرتبہ اپنے مالک حقیقی کے در پہ
پہونچ گیا۔ اور یقین کامل ہو گیا۔ کہ رازق حقیقی کرسی (پنج) نہیں بلکہ
ایک صاحب عرش و کرسی تعالیٰ سبحانہ ہے۔ جو دَآبَّةَ الْاَرْضِ کو بھی
رزق عطا فرماتا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۵ آج تک یَرْزُقُ
مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۵ پر ایمان کامل ہے۔ خداوند تعالے آخر دم
تک استقامت عطا فرمائے فی الحقیقت یہ سب کچھہ میرے رب
کا فضل ہے۔ ورنہ میں تو ڈگمگا گیا تھا۔ چونکہ میں اپنے عیوب کو
فطرت انسانی کے تحت محسوس نہیں کر سکتا۔ اور نہ دلوں کا حال
جانتا ہوں لیکن اس قدر ضرور محسوس کرتا ہوں کہ گرداب عیوب میں
پھنسا ہوا ہوں۔ پس میرے ساتھہ جو کچھہ ہوا وہ عین سیاست ہے
اسلئے کرسی کی سیاست سے مجھکو ہرگز گلہ نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اس
کرسی پر میں بھی ہوتا تو شاید حکومت کی تمنا میں اس سے کچھہ زیادہ

ف۔ اسمیں شک نہیں کہ یہہ میرے قوت فیصلہ کی انتہائی غلطی تھی۔ جس کو میں
نے بعد میں محسوس کیا۔ میرا فرض تو یہ تھا کہ میں اپنی جگہ پہ کھڑا ہوا حق و صداقت
کا اعلان کرتا رہتا۔ لیکن میں نے فتنہ کے مقابل گوشہ نشینی کو ترجیح دی۔ بلکہ قید
و بند سے مخوف ہو کر۔ اگر یہ خوف میرے دل میں ہوتا تو میں اپنے وطن سے
یکہزار میل کا سفر طے کر کے بہ سلسلہ تحریک خاکساری لکھنو جیل میں داخل ہوتا۔
مصنف

ہی زور آزمائی کرتا۔ ناظرین مجھ پہ الزام لگا سکتے ہیں۔ کہ تاریخ میں مصنف کا یہ قصیدہ وہ بھی خودستائی کی صورت میں!! لیکن آنیوالی قوم ان واقعات سے بھلائی یا برائی اخذ کر سکتی ہے۔ چونکہ میرا ضمیر ارشاد باری کی تعمیل کے لیے مجھکو مجبور کر رہا ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

ترجمہ:۔ جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر۔

پس انعامات الٰہی تعالےٰ کا اظہار ان اوراق میں میں نے ضرور سمجھا جو کہ باوجود گوشہ نشینی میرے تمام کام بلا منت کشِ ارباب متفرق واحد رب العٰلمین کے رحم و کرم سے جاری و ساری ہیں میں رمق برابر بھی اس میں کمی نہیں پایا بلکہ انتہائی اطمینانِ قلب کی زندگی حاصل ہے۔ ھذا من فضلِ ربی۔ وما توفیقی اِلّا باللہِ۔ پس مجھ کو امید ہے کہ ناظرین ان صفحات کو بجائے خودستائی کے اظہار احسانات باری تعالیٰ سمجھینگے۔ اور ہر کس و ناکس حق و صداقت کو ظاہر کرنے میں رزق کے لئے خائف نہ رہیگا۔ بہمن ۱۳۴۲ ف میں سررشتہ تعلیمات کی اصلاحات کے لئے ایک رسالہ موسوم بہ "سررشتہ تعلیمات کے لئے صراط مستقیم" شائع کر کے حکومت اور ذمہ داران سررشتہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ مہر ۱۳۴۳ ف نظام آباد میں نواب علی نواز جنگ کے استعفاء کو نامنظور کرنے کیلئے ایک کامیاب جلسہ منعقد ہوا۔ اور منظورہ رزولیشن بارگاہ خسروی میں گذرانا گیا [ف]

ف۔ یہ سب سے پہلا سیاسی جلسہ نظام آباد کیلئے تھا۔ اس جلسہ کا اعلان مصنف نے کیا تھا لیکن اسکی صدارت کو بخوف حکومت کسی نے قبول نہیں کیا بالآخر جلسہ عام نے مجبوراً معلن ہی کو کرسی پر بٹھا دیا مصنف

انجمن اتحاد المسلمین نظام آباد ۔ ۱۳۴۷ف میں عبدالرؤف صاحب بی۔اے۔ ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ بحیثیت نمائندہ صدر انجمن مرکزی یہاں آئے اور اس انجمن کی بنیاد ڈالی محمد علیخان صاحب بی۔اے ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ اس انجمن کے معتمد مقرر کئے گئے خان صاحب موصوف بلحاظ اپنی سیاسی قابلیت کے اس کو بڑی حد تک کامیاب بنا رہے ہیں۔ چونکہ انجمن اتحاد عثمانیہ یونیورسٹی کے صدارت پر خانصاحب موصوف کا انتخاب ۱۳۴۵ف میں ہوا تھا۔ جس کو کامیاب طریقہ پر آپ نے ایسے وقت چلایا جبکہ پہلی مرتبہ یونیورسٹی میں سیاسی شعور پیدا ہوا تھا۔ جس کا اعتراف مجلہ عثمانیہ میں بھی کیا گیا ہے۔ لہذا یہ فخر نظام آباد کو حاصل ہے اس کا سپوت یونیورسٹی میں سب سے پہلے سیاسی شعور کا علمبردار تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ متعدد سیاسی رزولیوشن اصلاحات کے تحت منظور ہوئے۔

جماعت خاکساران ۔ ۱۳۴۷ف میں میر ولایت علیصاحب انعامدار نظام آباد سالار اکبر دکن کی تحریک و توجہ دہانی پر اس جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ جس میں سید محمد اسحاق صاحب مالک جوبلی رسٹورنٹ نظام آباد نے سب سے پہلے دلچسپی لی۔ اور ضلع کی سالاری کا قرعہ اس ناچیز مصنف کے نام پڑا۔ عرصہ ایکسال میں اس جماعت نے ہر ملت و مذہب میں اپنی انتہائی رواداری اور بے پناہ خدمت خلق سے اعتماد کامل حاصل کرلیا۔ جس کی وجہ سے مسٹر باپوراؤ وکیل نے اس تحریک میں شرکت کی اور رامچندر ریڈی صاحب

بھی بحیثیت معاون شریکِ تحریک ہو گئے[1] باوجود موقتی تحریک رضاکاری انجمن اتحاد المسلمین کے خاکساروں کی تعداد اکیسو سے زاید ہو گئی۔ حکومت مقامی نے بھی اس جماعت پر اپنے اعتماد ذاتی کا اظہار فرمایا۔ اِس جماعت کا نشان بیلچہ (پھاوڑا) ہے اور اس تحریک کے چوبیس اصول (۲۴) نکات قابل ذکر ہیں۔

خاکسار کے چوبیس اُصول

(علامہ مشرقی کی زبان قلم سے)

۱۔ کسی مسلمان کے خلاف نہ ہو۔ ۲۔ سب ہمسایہ طاقتوں سے رواداری رکھے۔ ۳۔ مجاہدانہ اور سپاہیانہ قابلیت پیدا کرے۔ ۴۔ اپنے مقرر کردہ سالار کے حکم کو خواہ کتنا ہی تکلیف دہ کیوں نہ ہو، بلا حیل حجت ماننے۔ ۵۔ اللہ اور اسلام کی راہ میں ہر وقت اپنا مال و جان حتیٰ کہ فرزند و زن قربان کرنے طاقت پیدا کرے۔ ۶۔ پابندی وقت کرے۔ ۷۔ خدا کے سوا کسی طاقت سے خوف نہ کھائے۔ ۸۔ روئے زمین کی بادشاہت اور اسلام کا اجتماعی غلبہ پیش نظر ہو۔ ۹۔ روحانی جذبات کو پیدا کرے شیطانی اور نفسانی جذبات کو کچل دے۔ ۱۰۔ خدمت خلق کرے اور اُس خدمت کی اجرت نہ لے۔ ۱۱۔ نماز قائم کرے اور باقی ارکانِ اسلام پر مضبوطی سے جما رہے۔ ۱۲۔ قطار میں کھڑے ہو کر مسلمانوں کی

---

[1] اس تحریک میں ہر وہ شخص شریک ہو سکتا ہے۔ جو اللہ کو ایک جانتا ہے۔ اور جزا و سزا کا قائل ہے۔ خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتا ہو۔

اونچ نیچ کو عملاً برابر کرے۔ ۱۳۔ فوج کی طرح مارچ اور سپاہیانہ قواعد کرے۔ ۱۴۔ تمام عقلتوں اور سستیوں کو دور کرے۔ ۱۵۔ نبی کی سنّت سمجھ کر بیلچہ کا اوزار اپنے پاس رکھے۔ ۱۶۔ خاکی وردی بنائے اور اس پر "اُخوت" یعنی بھائی چارہ کا سُرخ نشان لگائے۔ ۱۷۔ آپس میں جب ملے فوجی سلام کرے۔ ۱۸۔ حتی الوسع خاکسار سے سودا لے۔ ۱۹۔ مسلمان سے مذہبی عقیدوں کے متعلق بحث نہ کرے۔ ۲۰۔ مسلمان سے سیاسی عقیدوں کے متعلق بحث نہ کرے۔ ۲۱۔ ہر مسلمان کو ایک لڑی میں پروئے جانے کی ہر موقعہ پر تبلیغ کرتا رہے۔ ۲۲۔ خاموشی اختیار کرے۔ ۲۳۔ سننے اور کرنے والا ہو اکہنے اور نہ کرنیوالا نہ بنے۔ ۲۴۔ ہر مسلمان کو مرکزی اجتماع میں شامل ہونے کیلئے عملاً تیار کرے۔

خاکسار تحریک کے چودہ نکات

(۱) ہم خاکسار نسل انسانی کے تمام فرقہ وارانہ جذبات اور مذہبی تعصبات کو اپنے نیک اور نفع رساں عمل سے کچل کر (لیکن مذہب کو برقرار رکھ کر) ایک مساوی، غیر متعصبانہ، رواداراانہ مگر غالب نظام پیدا کرنے کے درپے ہیں جسمیں سب اقوام سے سچا سلوک اور ان کی بجا پرورش ہو اور جس کی بنیاد نیکی، سعی و عمل اور بے پناہ عدل پر ہو۔ (۲) قرنِ اوّل یا قرون اولے کا عملی اسلام ہی صحیح اسلام ہے، خاکسار سپاہی رسول خدا صلعم کے طریق عمل کے سوا کسی شئے کو دین اسلام تسلیم نہیں کرتا۔ (۳) مولوی کا آجکل کا بتایا ہوا راستہ غلط ہے خاکسار سپاہی

اِس غلط مذہب کو صفحہ زمین سے مٹانے اور اس کی جگہ نبوی اسلام پھر رائج کرنے کیلئے اُٹھا ہے۔ (۴) مولوی کا گروہ قرون اولےٰ میں نہ تھا۔ اِس لئے خاکسار سپاہی اُس کی جگہ اماموں کا منظم گروہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جو قوم پر شرعی حکومت کرے۔ (مولوی کے لئے "مولانا" کے القاب کو اسلامی لُغت سے نکالدیا جائے۔ کیونکہ اس کے معنی "ہمارا خدا" ہیں۔ اس کی جگہ شیخ فاضل یا ادر القاب استعمال کئے جائیں۔ (۵) خاکسار سپاہی مسلمانوں کے کسی فرقہ کے عقاید کو نہیں چھیڑتا اس اعتقادی آزادی کو ہر مسلمان کا مذہبی حق سمجھتا ہے لیکن سب فرقوں میں اتحادِ عمل پیدا کرنے کیلئے کھڑا ہے۔ (۶) خاکسار سپاہی قرآن حکیم یا حدیث شریف کے ہر رائج یا غیر رائج حصے پر نبوی عمل کرنا ہر مسلمان کا مذہبی حق سمجھتا ہے۔ اور ان کو حکومت وقت کی قانونی یا سیاسی گرفت سے آزاد کرانے کے لئے ہر قربانی کرنے کو تیار ہے (۷) خاکسار سپاہی ہر قوم (ہندو مسلم، سکھ، پارسی، عیسائی، یہودی، اچھوت وغیرہ) کے مذہبی اور معاشرتی جذبات کے احترام، اُس کے مخصوص تمدن (کلچر) اور روایات کے قیام اور عام رواداری کے لئے کھڑا ہے اور اس طرزِ عمل کو ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے ایک ہزار سال تک قائم رہنے کا راز یقین کرتا ہے۔ (۸) خاکسار سپاہی ہر قوم کو اُس کے جائز شہری حقوق دلانا اور ان کے داخلی اور خارجی مفاد کی حفاظت کرنا اپنی تنظیم کا پہلا فرض سمجھتا ہے۔ خاکسار سپاہی تالیف قلوب کو مدنظر رکھکر ہر قوم کو اپنا حلیف اور رفیق تسلیم کرنے کیلئے تیار ہے۔

اور اُن کو ایسا بننے کی دعوت دیتا ہے۔ ۹۔ خاکسار سپاہی کا نصب العین روئے زمین کی بادشاہت اور اپنے نیک عمل کے ذریعے سے قوم کا اجتماعی اور سیاسی غلبہ ہے۔ ۱۰۔ خاکسار سپاہی کا نصب العین ہندوستان میں صرف ایک بیت المال کا قیام ہے جو ادارہ علیہ ہندیہ نے قائم کر دیا ہے تمام علیٰحدہ علیٰحدہ بیت المالوں کے قیام کی بہ زور مخالفت ہے۔ خواہ اس میں کتنی ہی قربانی کیوں نہ کرنی پڑے۔ اس بیت المال کا مقصد آئندہ کئی برس تک صرف روپیہ جمع کرنا ہے جس میں سے کچھ خرچ کرنا نہیں (۱۱) خاکسار سپاہی کا یقین ہے کہ وہ دنیا میں صرف اپنے ہر قوم اور ہر شخص سے نیک سلوک اور صاف معاملات سے غالب آ سکتا ہے کسی اور طریقے سے نہیں یہ اخلاقی بزرگیاں کم و بیش ہر مذہبی کتاب میں مشترک طور پر موجود ہیں۔ (۱۲) خاکسار سپاہی قوم کی اقتصادی حالت کو درست کرنے کیلئے ہر خاکسار کی تجارت کو بڑھانا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ خواہ اس میں کتنی ہی تکلیف کیوں نہ کرنی پڑے۔ وہ یقین کرتا ہے کہ اس کے بغیر منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ ۱۳۔ معاون خاکسار کی تعریف آج سے یہ ہے کہ ایکماہ میں چھ پیسے یا ایکسال میں ایک روپیہ کے حساب سے ادارہ علیہ ہندیہ کے بیت المال میں ہمیشہ براہ راست بھیجتا رہے اور جب ادارہ علیہ تمام معاونین کو کوئی عام حکم دے۔ تو اُس پر پورا عمل کرے خواہ اِس وقت اس میں کتنی ہی قربانی کیوں نہ کرنی پڑے۔ خاکسار سپاہی کو یقین ہے کہ اس سے کم کام کرنے والا تحریک کو غلبے کی منزل تک نہیں پہنچا سکتا۔ اور نہ

اُس کا معاون ہونا مفید ہے (۱۴) ہم لیڈروں دشمن کے تنخواہ دار دل خلاف قوم ایڈیٹروں اور اخباروں، غلط پروپیگنڈا کرنے والے شخصوں دشمن سے ملے ہوئے منافقوں، ہندوستان کی مختلف یا مسلمانوں کی مختلف فرقوں یا انجمنوں یا گردہوں میں منافرت پھیلانے والے شریر کے خواہ وہ کسی قوم اور مذہب کے ہوں جانی دشمن ہیں اور اُن سے انتہائی انتقام لینے کے لئے کھڑے ہیں خواہ اس میں ہمیں انتہائی قربانی کرنی پڑ

اچھرہ - لاہور - اعلان نمبر ۲۲۶ — عنایت اللہ خان المشرقی

۱۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء بوقت ۱۲ بجے دوپہر — بہ حیثیت اِدارہ علیہ ہندیہ

نوٹ :- خاکسار تحریک کی مکمل تشریح کے لئے قول فیصل قیمتی ۲ ر دستور العمل قیمتی ار پتہ بالا سے طلب کیا جاسکتا ہے ۔

جماعت رضا کاران - تحت انجمن اتحاد المسلمین ایک جماعت رضاکاران ۱۳۴۷ ف کے آخیر میں قائم ہوئی - جو نتیجہ تھا اسد علی صاحب جوہر و محمد برہان صاحب تاجر کے حسن سعی کا جسکے سالار قاضی لطف العلی صاحب ہیں

جماعت حزب اللہ - ایک مختصر سی جماعت محلہ مسجد اوپر ٹیکری میں قائم ہوئی ہے - جس کے سالار عبد الواحد صاحب اور معاون شیخ بھکن صاحب تاجر ہیں ۔

اکھاڑہ جات - انجمن اسلامیہ کا قدیم اکھاڑہ بحالت کس مپرسی بے عمل ہو چکا تھا - جس کو معین الدین صاحب عابد نے باوجود اپنے تعلیمی انہاک کے اچھے طریقہ پر کامیاب بنایا - جس میں مختلف فنون سپاہ گری کی تعلیم دیجاتی ہے - جو مسجد کوتر علی کے احاطہ میں قائم ہے

جس کا معائنہ قاید ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر نے اظہار پسندیدگی سے کیا۔ ۱۳۴۷ف میں ایک بمقام مسجد اوپر ٹیکری حمید الدین صاحب کے سعی عمل سے قائم ہوا ہے۔

ہندو ادارے

ہنومان ویایام شالہ۔ یہ قدیم اکھاڑہ مسٹر راجیشور راؤ صاحب کا قائم کردہ تھا۔ اور اس کی رجسٹری بھی تحت قواعد ہو چکی تھی۔ بہت دنوں چالو رہا اور پبلک عدم دلچسپی کے باعث عرصہ سے بند ہے۔

سیوا سمیتی۔ مسٹر کاسی ناتھ راؤ کپال کر وکیل نے اہل ہنود کے تنظیم کیلئے اس انجمن کی بنیاد ڈالی اور ایشونت راؤ صاحب دیسکلہ کو صدر نشین منتخب کرکے خود معتمد منتخب ہوئے۔ اس ادارہ کا مقصد باہمی اتفاق و ارتباط پیدا کرنا تھا جس کی مختلف شاخیں قائم تھیں خصوصاً گنیش اچھاؤ کے زمانہ میں تمام منڈلوں کا اتحاد دستا جاری تھہ میں منایا جا رہا ہے۔ اس ادارہ کے رضا کار مختلف اوقات میں کام کرتے نظر آتے ہیں۔ خصوصاً آندھرا کانفرنس میں انہوں نے خوب اچھا کام کیا۔

جنرل گنیش منڈل۔ نظام آباد میں متعدد منڈل ہیں ۱۳۴۵ف میں کاسی ناتھ راؤ کپال کر وکیل کی جوان کوشش اس منڈل کو قائم کرکے (جو رقم جائے پانی میں بیکار صرف ہوتی تھی۔ اس کو مسدود کرتے ہوئے) اصلاحی کام کر رہی ہے۔

کمار سبھا۔ یہ رضا کاروں کی ایک جماعت ہے جو ۱۳۴۶ف میں قائم ہوئی ہے

مدارس مذہبی۔ ملاحظہ ہو باب تعلیمات۔

انجمن وطنداران۔ ۱۳۴۷ف میں مسٹر کاشی ناتھہ راؤ کیپال کر وکیل کے مشورہ سے ملک سرکار عالی کے پٹیل پٹواری اور وطنداروں کے لئے ایک انجمن کی بنیاد ڈالی۔ جس کے مقاصد وطنداروں کی ہر جہتی ترقی ہے۔ مقامی عہدہ داران وقت سررشتہ مال نے اس انجمن کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا۔ اس لئے یہ اپنے کاروبار کو وسعت نہ دے سکے۔ اس انجمن کے میر مجلس مسٹر دلیشوناتھہ راؤ دیسپانڈیہ نظام آباد ہیں

انجمن کاشتکاران۔ ۱۳۴۳ف میں بمقام موضع تھانہ کلاں۔ (علی ساگر) رعایا کاشتکار موضع نے میری تحریک پر لبیک کہکر اس انجمن کو قائم کیا۔ اور ایکسال میں (۶۲) ممبروں نے نو ہزار کی مالی منفعت حاصل کی جس کو عہدہ داران ملک نے انتہائی تعجب سے بہت ہی غور و تامل کے بعد جانچ کرکے اس کی بہتری کو تسلیم فرمایا۔ اس انجمن کے معتمد راناکے رام اور میر مجلس جینیا صاحبان تھے۔ ۱۳۴۵ف میں باہمی رقابت رعایا سے اس انجمن کو شکست فاش ہوگئی۔

ص۔ ۱۳۴۴ف میں جمعبندی کے موقع پر نظام آباد کے پٹیل پٹواری نے بعض دفتری شکایات کو میرے سامنے پیش کیا تھا۔ اگلی سال میں نے انکو باہمی تنظیم کے ساتھ رعایا و سرکار کے معاملات میں سچائی و فرض شناسی سے کام کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن وہ اس پر کاربند نہ ہوسکے خدا کرے کہ مسٹر کاشی ناتھہ راؤ وکیل کی یہ سعی ملک کے لئے مشکور ہوجائے جس سے طنداروں اور رعایا ہر دو کی اصلاح ممکن ہے۔

درآن حالیکہ ہر موضع نے اس تحریک کو پسند کیا اور اپنے موضع میں رائج کرنے کے متمنی ہوئے۔ چنانچہ ۱۳۴۴ف میں تعلقہ بودہن کے چار مواضعات میں انجمنیں قائم ہوئیں۔

تنظیم دیہی۔ اس تحریک کی ابتدا سب سے پہلے تعلقہ بودہن کے ایک موضع ایڑپلی میں ہوئی۔ اور نظام آباد میں محسن سعی محمد فرحت اللہ صاحب دوم تعلقدار موضع میٹرلج پلی میں بڑی کامیاب طریقہ پر جاری ہوئی اور ہے اس کے بعد مختلف مواضعات میں دیگر عہدہ دار اس کو کامیاب بنانے کو کوشش کر رہے ہیں لیکن تحریک کا اصلی مقصد ہنوز ظاہر نہیں ہوا ہے موضع کلکرڑی تعلقہ نظام آباد میں بھی اچھا کام ہو رہا ہے

انجمن ترقی نوجوانان۔ ۱۳۴۷ف میں نوجوانان نظام آباد نے ایک انجمن قائم کی جس کے محرک فریدالدین حسین متعلم مدرسہ فوقانیہ نظام آباد تھے۔ اس انجمن کے صدر محمد علی خانصاحب بی اے۔ ایل ایل بی وکیل اور معتمد فریدالدین صاحب ہیں۔

انجمن ہائے امداد باہمی

اس ضلع میں (۱۰۵) انجمنیں زرعی کاروبار اتحادی کو ([illegible]) کے سرمایہ سے چلا رہی ہیں۔ ۱۳۴۰ف میں صرف ایک صدر بنک جس کا سرمایہ ([illegible]) تھا۔ اور (۸۸) انجمن زرعی جس کا سرمایہ ([illegible]) جو (۱۷۷۲) اراکین پر مشتمل تھیں اپنے کاروبار جاری رکھے ہیں۔

۱۳۴۷ف میں اس سررشتہ کی کارگذاری نقشۂ ذیل سے ظاہر ہو سکتی ہے

صدر بنک		انجمن ہائے زرعی		انجمن ہائے دفاتر		انجمن ہائے صنعتی		شہری بنک		تجارت پیداوار		تنظیم دیہی	
تعداد	سرمایہ	تعداد	سرمایہ	تعداد	سرمایہ	تعداد	سرمایہ	تعداد	سرمایہ	تعداد	سرمایہ	تعداد	سرمایہ
۲	[illegible]	۱۵	[illegible]	۲	[illegible]	۱	[illegible]	۲	[illegible]	۲	[illegible]	۷	۰

مسٹر لچھمی نارائن انسپکٹر انجمن ہائے امداد باہمی کو ان انجمنوں کے قیام سے کافی دلچسپی رہی۔ کیونکہ مسٹر موصوف نے تقریباً بارہ سال نظام آباد میں فرائض منصبی کی انجام دہی میں گذارے ہیں۔ اس لئے رعایا ر نظام آباد ان سے بہت ہی مانوس رہی۔

دفتر مددگار ناظم - ۲۶ر خورداد ۱۳۴۱ف کو یہاں پر دفتر سمت کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے قبل مولوی عبدالوہاب صاحب مددگار ناظم سمت اطراف بلدہ کے تحت یہ ضلع تھا۔ اس ضلع پر مددگار صاحبان کا سلسلہ حسب ذیل رہا۔

سلسلہ نشان	نام	عہدہ	زمانہ کارگذاری
۱	قدوس حسین صاحب بی ایس	مددگار ناظم سمت نظام آباد	۲ر تیر ۱۳۴۳ف لغایۃ شہریور ۱۳۴۳ف
۲	ریاض الدین صاحب	″	۱۲ر شہریور ۱۳۴۳ف ″ ۱۵ر تیر ۱۳۴۴ف

۳	غوث الدین صاحب بی بی بیس	”	۱۶ امرداد بہشت تغایۃ ۱۱ امرداد ۱۳۲۵ ف
۴	محمد سمیع صاحب ” ” ” ف	”	۱۲ امرداد ۱۳۲۹ ف سے کار گذار ہیں

باب ۱۸

عمارات عامہ

قلعہ۔ گو فی الوقت یہہ کوئی پبلک عمارت نہیں ہے لیکن تاریخی حیثیت سے اس کا تعلق عوام سے ضرور ہے اسلئے اس کا ذکر اس باب میں بے موقع نہیں نظام آباد کی جانب مغرب ایک بلند پہاڑی پر جس کی بلندی تقریباً تین سو فٹ ہے ایک خوبصورت عمارت واقع ہے جس میں داخلہ کیلئے پہلا دروازہ بصورت کمان سنگ بستہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ حدود عمارت کا باب الداخلہ تھا۔ دوسرا باب الداخلہ مرتفع مقام پر معہ فصیل ہے جس کے اطراف خندق ہے ان دونوں دروازوں کے درمیان ڈیڑھ فرلانگ کا فصل ہوگا۔ باب داخلہ پر ایک خوبصورت عمارت سنہ ۱۳۰۱ ف کے بعد کی تعمیر ہے جہیں سنٹرل جیل کا دفتر تھا۔ و نیز یہ عمارت گیسٹ ہاؤز عہدہ داران پولیس کے کام میں بھی آتی ہے۔ اس دروازہ سے فصیل کا سلسلہ ہے باب الداخلہ سے ڈہائی تین سو قدم کے بعد پہاڑ کی چڑھائی شروع ہو جاتی ہے۔ اور عمارات کا سلسلہ بھی آغاز ہوتا ہے۔ دوسرا دروازہ

ف۔ محمد سمیع صاحب کے احساس فرائض منصبی و صداقت بیانی رعایا کو ہمیشہ پسند رہی۔ مولف

معہ فصیل دوم کے دوسرا باب الداخلہ ہے۔ اس کے بازو بھی ایک عمارت
جیل کے دواخانہ کی جدید تعمیر شدہ ہے۔ یہاں سے سیڑھیوں کے ذریعے
تیسرا دروازہ عمارت میں داخلہ کا ہے جس سے گذرنے کے بعد ایک وسیع
میدان ہے جس کے جانب جنوب ایک سنگی ستون تقریباً پچاس فیٹ
بلند ہے جو برج سے لگا ہوا ہے ستون اندر سے خول ہے۔ کہا جاتا ہے
کہ اس میں تیل ڈالکر روشن کر دیا جاتا تھا۔ جس کی روشنی میلوں سے نظر
آتی تھی۔ اس میدان کے جانب شمال و مغرب ایک دروازہ ہے جسکے
ہر دو جانب ہاتھی کے دو مجسمہ سنگ سیاہ کے تراشیدہ ہیں جو فن سنگ تراشی
قدیم کی داد طلب کرتے ہیں(۱) اس دروازہ میں داخل ہونے کے بعد کچھ
دشوار گذار راہ طے کر کے ایک وسیع ہال میں داخلہ ہوتا ہے۔ یہ وسیع ہال
اس قلعہ کی قدیم عمارت ہے۔ جو نہایت ہوادار روشن مقام ہے۔
اس عمارت کو دیکھنے کے بعد فوری خیال ہوتا ہے کہ یہہ تعمیر مغلیہ فن تعمیر
کا عکس ہے۔ ورنہ ہندو ایسی عمارتوں کے بنانے کے عادی ہی نہ تھے۔
چنانچہ اس کے متعلق میری تفصیلی رائے باب دوم میں ظاہر ہو چکی ہے
یہاں پر مزید بحث غیر ضروری ہے۔ اس وسیع ہال کے جانب غرب
ایک تنگ و تاریک حجرہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہہ ہی مقام نشست
مورتی کا تھا۔ اس کو اصلی مندر یا دریا ہال کا مندر کہا جا سکتا ہے۔
اس حصہ کے سوائے باقی عمارتیں جدید تعمیر کی شہادت دیتی ہیں۔

---

(۱)۔ اگر یہ عمارت دیول کی ہوتی تو بجائے ہاتھی کے گائے کے مجسمہ ہوتے ہاتھی کے
مجسمہ فوجی قوت کے مظہر ہیں۔

جس کو جیل کی ضروریات کے تحت تعمیر کیا گیا ہے۔ البتہ جنوب کا کچھ حصہ
بھی قدیم معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جدید ترمیمات نے اس کو قدیم نہیں رہنے
دیا۔ اس قلعہ کے جانب جنوب ایک وسیع تالاب ہے ۱۳۰۹ف میں
اس کو آبنوشی کے نل کا خزانہ بنایا گیا تھا۔ (۱۳۴۰ف سے یہہ وسیع
تالاب نہر کی وجہ چھوٹا ہو گیا ہے۔) اس تالاب میں یک سمادہ بھی ہے۔
قلعہ کے جنوبی برج سے مغرب، جنوب شمال و نیز نظام آباد کی آبادی
کے مناظر قابل دید ہیں یہاں سے ڈچپلی کا مندر اور دارالمجذومین کے
عمارات بھی نظر آتے ہیں۔ قلعہ کے اطراف ایک زبردست خندق ہے۔
جس میں رگھوناتھہ تالاب سے پانی لیا جاتا ہوگا۔ اسوقت تو یہہ خشک
ہے۔ باب دوم میں نظام آباد کی عمر کو پانسو سال سے زاید قرار نہ دینے
کیسے واقعات نے مجبور کر دیا ہے۔ اس لئے اس عمارت کو اس سے
زاید عمر کا قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اس قلعہ کی کوئی مستند تاریخ اسوقت تک ہاتھہ نہیں آئی ہے۔
چونکہ اس قلعہ کے جانب جنوب ایک وسیع تالاب رگھوناتھہ تالاب
کے نام سے موسوم ہے اس لئے اکثر یہ خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ اس
تالاب اور عمارت کا بانی رگھوناتھہ داس تھا۔ لیکن کوئی اس بات
کو نہیں بتلا سکتا کہ رگھوناتھہ داس آخیر تھے کون۔ تالاب میں ایک
سمادہ (قبر) پختہ سنگ بستہ موجود ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ
اس قبر کا تعلق تالاب و قلعہ سے کچھہ نہ کچھہ ضرور ہے۔ بہر حال اس
عمارت پر متفکرانہ نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ عمارت قلعہ کی ہے۔

گو بحالت موجودہ اس میں ہمکو شاہی محلات کے نشان نظر نہیں آتے لیکن عمارت میں فوجی اغراض کی تکمیل کے اسباب ضرور مہیا ہیں۔ جو مندر کے لئے نہیں ہوا کرتے البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ کسی وقت اس عمارت سے مندر کا کام بھی لیا گیا ہو۔ چنانچہ سنہ ۱۲۰۲ف تک اس مندر میں مورتیاں موجود تھیں۔ جس کو بوقت فراری زیبدار سرنا پلی اپنے ساتھ سرنا پلی لے گئیں۔ اور اس وقت اندوائی کے مندر میں وہ موجود ہیں۔ (دیکھو باب دوم آرمور ارام مندر کی تاریخ تین سو سال کی مل رہی ہے۔ تعجب ہے کہ ہمرتبہ داس کے واقعات میں بھی اس قلعہ کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ افسوس ہے کہ کوئی کتبہ اس وقت تک اس عمارت کے متعلق دستیاب نہ ہوسکا۔ تاکہ اس عظیم الشان عمارت کے تعمیر کنندہ کا نام آج روشن ہوتا۔

سنہ ۱۲۷۵ف کے بعد ہی ضلعبندی میں اس عمارت کو سنٹرل جیل کیلئے مختص کیا گیا اور اس کی تعمیر و ترمیم کیگئی۔ آج تک اس کا سلسلہ برابر جاری ہے سنہ ۱۳۲۷ف میں جب کہ سنٹرل جیل شکست کیا جاکر اس کو سب جیل قرار دیا گیا تو اس پر ویرانی چھا گئی۔ کیونکہ فوج باقاعدہ کی آبادی جو اندرون قلعہ تھی۔ برخاست ہوگئی۔ اور عملہ و عہدہ داروں کے برخاست ہونیکی وجہ مکانات رہائش خالی رہ گئے۔ و نیز ایکہزار قیدیوں کے بجائے صرف چالیس پچاس قیدی یہاں پر رہنے لگے۔ جس سے اس عمارت کی جاروب کشی بھی ممکن نہ تھی۔ سنہ ۱۳۲۸ف سے سیاسی قیدیوں کی کثرت نے پھر اس مقام کو

آباد کر دیا ہے۔ اس مقام کی خوش گوار آب و ہوا کا کیا پوچھنا ہے۔
۱۳۱۶ف میں جبکہ مہاراجہ سر یمین السلطنت کشن پرشاد بہادر صدر المہام وقت بجین دورہ نظام آباد تشریف لائے تھے تو اس مقام کا معائینہ فرمانے کے بعد اپنے اڈریس میں جن خیالات کا اظہار فرمایا اُس کا مطالعہ بلا شبہ صاحبان بصیرت کیلئے باعث عبرت ہے۔

"میں نے محبس ضلع اندور کو دیکھا۔ ایک مرتفع پہاڑی پر ہے"
"یوں تو اگر غایر نظر سے دیکھا جائے تو دنیا کی ہر چیز میں تغیرات و تبدلات"
"کا اثر پایا جاتا ہے۔ لیکن انقلاب زمانہ کا بیّن ثبوت اس محبس سے"
"بھی ملتا ہے۔ جو کسی زمانہ میں مندر تھا۔ پھر قلعہ بنا ۱ف۔ اب قیدیوں کا"
"مسکن ہے ۲ف۔

زانقلاب زمانہ چہ گویمت آشاد
کہ ہمچو ماہ بہر ماہ بیش و کم گردد

"اس مقام کے خوشگوار آب و ہوا کا اندازہ اس واقعے سے ہوتا ہے"
"کہ قیدیوں کے وزن میں اضافہ ہوگیا"۔ اس قلعہ پر چڑھنے کو سیڑھیاں نہ تھیں۔ بڑی دشواری و انتہائی مشقت سے منازل طے کرنا پڑتا تھا۔ ۱۳۲۵ف میں مسٹر ہن کن صدر ناظم پولیس اضلاع کی توجہ سے سیڑھیوں کی تعمیر ہوئی۔ جس کی وجہ سے چڑھائی میں سہولت ہوگئی

جامع مسجد قدیم بودھن ۔ ملاحظہ ہو باب دوم

۱ف۔ اس سے ہمکو اختلاف ہے پہلے مندر تھا۔ بعد قلعہ بنا۔ بلکہ ہم قلعہ کو مقدم قرار دیتے ہیں۔ مصنف

۲ف۔ ۱۳۴۰ف میں چوتھی تبدیلی سیاسی قیدیوں کے مسکن کی بھی ہوئی ہے

دبول ڈیچیلی - ملاحظہ ہو باب دوم۔

دواخانہ مجددفنین - ملاحظہ ہو باب ۱۲ طبابت۔

مذہبی عمارات ضلع - ملاحظہ ہو باب ۱۶ معابد و مقابر۔

عمارات سرکاری - ملاحظہ ہوں ابواب سررشتہ جات متعلقہ۔

کلاک ٹاور - سنہ ۱۳۱۶ف میں جینیم جانکابائی انجہانی والیہ سرنایلی نے بارہ ہزار کے صرفہ سے بمقام محبوب گنج اس کی تعمیر کروائی - جس سے آجتک عوام الناس استفادہ حاصل کرتے ہیں - اسپر جانکابائی کلاک ٹاور لکھا ہوا تھا - جس کو مٹا دیا گیا۔

دارالبلد (ٹاون ہال) - محمد علی صاحب صفوی مددگار مال نے سنہ ۱۳۴۱ف میں امتحان عمال دیہی کے موقع پر مجھ سے تبادلہ خیال فرمایا کہ بچت فیس امتحان سے ہم ایک ٹاون ہال کیوں نہ تعمیر کرادیں جس میں سررشتہ تعلیمات بھی اپنے امتحانی ضروریات کی تکمیل کرسکے - اور لوکلفنڈ بھی میں نے اس کی تائید ان الفاظ میں کی کہ نواب تقی یار جنگ تعلقدار وقت نے بھی ایک وقت خیال ظاہر فرمایا تھا کہ باغ عام میں ایک ٹاون ہال بنانا چاہئے "کیا عجیب کہ یہ کام آپ کے ہاتھوں پورا ہوجائے - اس کے بعد ہی صاحب موصوف نے مرزا محمد بیگ صاحب تعلقدار کے سامنے تحریک پیش کی مرزا صاحب موصوف نے مالی نقطہ نظر سے اس تحریک کو درخور التفات نہ سمجھا - لیکن صفوی صاحب کے مستقل ارادہ نے انتہائی کوشش سے اس کو کامیاب بنا ہی لیا - سررشتہ تعلیمات سے رقم کی منظوری حاصل کی - لوکلفنڈ سے کچھہ بچت نکالی۔

اور ایکسال کے اندر ہی مرزا محمد بیگ صاحب کے ہاتھوں ۱۹ اردی سنہ ۱۳۴۲ ف اس عمارت کا سنگ بنیاد باغ عام میں رکھوا دیا۔ صفوی صاحب کا اسکیم اس عمارت کو ٹین کے شیڈ سے بنانے کا تھا۔ لیکن سید دلدار حسین صاحب اکز کیٹو انجنیر کی ہمت و دلچسپی بھلا اس کو کیسے پسند کرتی۔ سید صاحب موصوف نے اپنی ذاتی دلچسپیوں کو اس عمارت کا شریک حال بنا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے حیدر آباد فرخندہ بنیاد کے جنوبی ہند کے کسی ضلع میں اس قدر وسیع و خوبصورت ٹاون ہال نظر نہیں آتا۔ اس کا نقشہ بالکل ہوائی جہاز کا سا ہے۔ وسعت کا یہ حال ہے۔ پانسو کرسیاں رکھی جا سکتی ہیں۔ نشست ایک ہزار سے زاید کیلئے کفایت کرتی ہے۔ اس کا فرش مکمل تیار کروایا گیا ہے۔ اور کئی درجن کرسیاں و دیگر فرنیچر سے آراستہ ہے۔ اس عمارت کا پیش ہال مسٹر دین شاہ جی متاجر آبکاری نظام آباد کا رہین منت ہے۔ جہاں پر بطور یادگار فوٹو بھی لگا دیا گیا ہے۔ بہر حال محرک کے خلوص نیت اور سید صاحب و مرزا صاحب کی دلچسپیوں نے اس عمارت کو مکمل کر دیا بتاریخ ۱۲۔ دی سنہ ۱۳۴۴ ف بوقت چار ساعت شام حضرت والاشان ولی عہد بہادر پرنس آف برار نے اپنے مبارک ہاتھوں اس کا افتتاح فرمایا۔ اور اس ناچیز نے سپاس گذاری کا فرض ادا کیا۔

(نوٹ) ۔ بہمن سنہ ۱۳۴۳ ف میں اس ہال کو مکرم ہال سے موسوم کرنے کے لئے بارگاہ خسروی میں میں نے بحیثیت رکن معروضہ گذرانا تھا۔

مسافر خانہ ۔ قاضی معزز یار جنگ مرحوم نے سنہ ۱۳۱۴ ف میں قریب اسٹیشن

تاریخ
نظام آباد

ایک عظیم الشان عمارت رفاہ عام کیلئے بنائی ہے اِس عمارت میں
کئی حجرہ ہیں۔ اور وسیع کمپونڈ ورانڈے۔ جس میں تقریباً پانسو سے
زاید مسافر ٹھیر سکتے ہیں۔ لیکن فی زمانہ اِس عمارت کا انتظام بلدیہ کے
سپرد ہے۔ فی کمرہ یومیہ ۲ر کرایہ لیا جاتا ہے وراِنڈے کیلئے کوئی کرایہ نہیں ہے

مارکیٹ ۔ نظام آباد میں مارکٹ گوشت وسبزی و مچھلی وغیرہ کی تعمیر زمانہ
برز وجنگ آنجہانی ولیاقت جنگ مرحوم اُس مقام پر ہوئی تھی جہاں
اسوقت بودھن روڈ و اعظم جاہی روڈ کا چوراہا ہے۔ مرزا احمد بیگ۔
تعلقدار وقت نے سابقہ مارکٹوں کو موجودہ آبادی کے لحاظ سے غیر
موزوں وناکافی سمجھتے ہوئے مشرقی آبادی کیلئے برکت پورہ میں اور
مغربی آبادی کیلئے بازار جمعرات عقب دواخانہ ۱۳۴۴ف میں
نہایت سلیقہ سے جدید مارکٹ تیار کروائی ۔ دی ۱۳۴۵ف سے
اِن مارکٹوں میں کاروبار جاری ہوئے۔ جس کا افتتاح محمد بہادر
صاحب ناظم عدالت کے ہاتھوں ہوا۔ سابقہ مارکٹ کو شکست کر دیا گیا
صرف ایک سبزی مارکٹ کو ہراج کیا گیا۔ جہاں پر اس وقت ملگیات
جدید تعمیر ہوئے ہیں۔ جس کا نام احمدی بازار ہے۔

مکتب خانہ ۔ ملاحظہ ہو باب تعلیمات

دہرم سالہ ۔ ملاحظہ ہو باب معابد

پل ۔ ملاحظہ ہو باب تعمیرات

آبنوشی ۔ ملاحظہ ہو باب طبابت وحفظان صحت ۔

قوت خانہ برقی ۔ نظام ساگر کے بند کا کام ختم ہونے کے بعد وہاں

کے قوت برقی کے انجن بیکار ہوچکے تھے ۔ سررشتہ آبپاشی، اس کو فروخت
کرنے کی فکر میں تھا ۔ ۱۳۴۲ف میں مرزا محمد بیگ صاحب تعلقدار وقت
نے نظام آباد میں برقی قوت کی ضرورت کو محسوس کرکے مجلس لوکل فنڈ
میں تحریک پیش کی ۔ اور کئی نشستوں میں اس مسئلہ پر مباحث ہونیکے
بعد یہ تحریک منظور ہوئی کیونکہ نظام آباد کی مختصر آبادی اور عوام کی
فلاکت کے مد نظر خریداران برق کی تعداد یاس انگیز تھی ۔ انتہائی
سعی و حکمنہ کوشش کرنی پڑی ۔ مولف کو بھی بحیثیت رکن کمیٹی لوکل فنڈ
ذمہ دار گردانا گیا تھا ۔ دوسو خریدار فراہم کئے گئے ۔ خطیب محمد حسین صاحب
ناظم برقی اضلاع کی انتہائی کوشش اور دلچسپی نے دیکھتے ہی دیکھتے
چھ ماہ کے عرصہ میں اس قوت خانہ کو مکمل کردیا ۔ اور ۱۴ر فروردی
۱۳۴۳ف کو حضرت ولی عہد بہادر پرنس و پرنسس آف برار
نے مکرم جاہ بہادر کو آغوش میں لئے ہوئے اپنے مبارک ہاتھوں
نظام آباد کی تاریک شب کو منور کردیا ۔ خدمت مہتممی برقی پر
حسب ذیل حضرات کارگذار رہے ۔ کے ہمنتا ۔ مخدوم حسینی صاحب
افضل علی صاحب ۔ ضیاء الدین صاحب ۔ حبیب عثمان صاحب ۔ روشنی
کیلئے مقررہ نرخ (مے) فی یونٹ ۶ر۶ر ہے اور گرنیوں کیلئے
ار یونٹ تک لیا جاتا ہے ۔

مستقر نظام آباد کی سڑکیں ۔ اسٹیشن کی سڑک اور گنج کی سڑک
نواب برزو جنگ آنجہانی کے زمانہ میں تعمیر ہوئی بازار جمعرات
کی مغربی سڑک جو شمال سے جنوب کو جاتی ہے ۔ نواب سہراب نواز جنگ کے

والاشان حضرت ولی عہد بہادر سلطنت آصفیہ

زمانہ میں بنائی گئی۔ اور اس جانب کی جدید آبادی بھی آپ ہی کے زمانہ میں قائم ہوئی۔ و نیز بہولانگ کنٹنمنٹ روڈ بھی آپ کے ہی زمانہ میں تیار ہوئی۔ جمعرات بازار کی سڑک اور بازار نواب احمد نواز جنگ کے زمانہ میں تعمیر ہوئے۔ اور سڑک خلیل پورہ بھی آپ ہی کے زمانہ کی ہے۔ سڑک ندی بہولانگ تا دفاتر کی تعمیر نواب نقی یار جنگ بہادر کے زمانہ کی ہے۔ لیکن اس کو مسٹر ایرچ شاہ کے زمانہ میں پختہ کیا گیا۔ قلعہ سے بودھن کی سڑک کی تعمیر نواب نقی یار جنگ مرحوم کے زمانہ میں ہوئی۔ مرزا محمد بیگ صاحب تعلقدار کے زمانہ میں کوٹ کی عقبی سڑک اور ورنی کی سڑک و نیز اسٹیشن کی سڑکوں کی مثل اندازی ہوئی۔ کوٹ کی عقبی سڑک کا افتتاح فروردی ۱۳۴۲ف میں عبداللطیف خاں صاحب صوبہ دار کے ہاتھوں ہوا۔ کوٹ کی خندق بھی اسی زمانہ میں بھروادی گئی۔ محلہ بہولانگ کے چوراہے کی توسیع کیلئے مرزا محمد بیگ صاحب تعلقدار کے زمانہ میں منظوری ہوچکی تھی قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار و محمد طاہر صاحب معتمد بلدیہ کے حسن سلیقہ نے اس کو ۱۳۴۲ف میں بیحد خوشنما بنادیا گنج سے بڑے بازار کو ایک وسیع سڑک کی ضرورت عرصہ سے محسوس کیجارہی تھی محلہ اسلامیہ کے موجودہ سڑک کو وسیع کرنے کا خیال تھا۔ مہر ۱۳۴۲ف میں مصنف نے ٹپہ خانہ سے راست سڑک قائم کرنیکی تحریک کی۔ اولاً مرزا محمد بیگ صاحب نے اُس کی مخالفت کی بالآخر رخ کو بدلکر اس کا نقشہ بنایا گیا۔ جو منظور ہوچکا۔ اور قریب تھا کہ کام آغاز ہو۔ مجلس بلدیہ نے منظورہ

نقشہ پر نظر ثانی کی اور اس کے پیچ و خم کو بد وضع خیال کر کے راہ مستقیم کو پسند کیا۔ (جس کی تحریک سب سے پہلے مولف نے کی تھی وہی پیش نظر آئی) اوایل ۱۳۴۲ ف میں اس سڑک کا کام نہایت ہی تیزی کے ساتھ اراکین بلدیہ کی انتھک تفہیم و ترغیب سے انتہائی کفایت میں مکمل ہوا محمد طاہر صاحب معتمد بلدیہ کے دلچسپیوں نے اس سڑک کے نقشہ کو بہتر سے بہترین بنا دیا۔ اور اس سڑک کو حضرت والا شان ولی عہد بہادر کے اسم گرامی سے موسوم کیا جا کر "سڑک اعظم شاہی" "اعظم روڈ" نام منظور کیا گیا نہ صرف نظام آباد کی سڑکوں میں یہ سڑک شاہ راہ بن گئی بلکہ اس کی وجہ سے زمانہ قریب میں نظام آباد کا بازار عام اضلاع پر فوقیت لے جائے گا۔

مرزا محمد بیگ صاحب نے اس سڑک کو دیکھکر یہ الفاظ کہے کہ "اس قدر کم صرفہ میں اور آسانی سے قاضی صاحب و مجلس بلدیہ نے جس طرح اس سڑک کو بنالیا مجھ سے ناممکن تھا"

جدید آبادی۔ اسٹیشن کی جانب سیول آبادی نواب برز د جنگ کے زمانہ کی ہے۔ قدیم آبادی سے اسٹیشن روڈ کی دو طرفہ آبادی اور پھولانگ کنٹشر روڈ کی آبادی نواب سہراب نواز جنگ کے زمانہ کی ہے۔

خلیل پورہ۔ اور جمعرات بازار کی آبادی بزمانہ احمد نواز جنگ قائم ہوئی کنٹشر کی آبادی کا آغاز مسٹر ایرج شاہ چینائی کے زمانہ میں ہوا۔ محلہ برکت پورہ ۱۳۴۲ ف سعید پورہ ۱۳۴۳ ف میں مرزا در پورہ ۱۳۴۲ ف میں بزمانہ تعلقداری مرزا محمد بیگ صاحب آباد ہوئے۔

عـہ حاشیہ صفحہ ۲۳۰ ملاحظہ ہو۔

مزدور پورہ تمام گنج و نیز گرنیوں کے مزدور پیشہ کی آبادی کے لئے آباد کیا گیا ۔ تاکہ پاک صاف آب و ہوا میں اُن کی صحت اچھی رہے اور گنج و گرنیوں سے اُن کو قربت حاصل ہو ۔ اس مقام کی نشاندہی شیخ محمد صاحب وکیل نے کی ۔ اور اپنے پٹہ کی زمین بھی اس غرض کیلئے دی تمام ڈیولپمنٹ کے کام انتہائی مستعدی و جفاکشی سے زیر اہتمام عبدالملک صاحب مہتمم لوکل فنڈ حسب ہدایات مرزا محمد بیگ صاحب انجام پائے ۔

باب ۱۹

تفریح گاہیں

یوں تو سرزمین نظام آباد نظام ساگر کی وجہ سے ہر طرف سرسبز و شاداب نظر آتی ہے ۔ لیکن بطور خاص نظام آباد کے مقامات نظام ساگر ۔ علی ساگر ۔ منچپہ ۔ ماسانی اور خلاص پور کے تالاب قابل ذکر ہیں ۔

ع ۔ مستعد پورہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ حصہ زمین مختلف اشخاص کے قبضہ میں انتہائی بے ترتیبی کے ساتھ تھا ۔ مرزا محمد بیگ صاحب نے اس جانب توجہ کی مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی مجھے بحیثیت رکن کمیٹی صاحب موصوف نے خواہش ظاہر کی میری فہمائش پر تمام قابض اراضی نے رضامندی کا اظہار کر لیا میرے مرتبہ پلانس اور نقشہ جات کو میر مجلس صاحب و قابضین نے منظور کر لیا ۔ بوقت سنگ بنیاد میں نے مرزا صاحب سے اس محلہ کا نام مستعد پورہ رکھنے کی خواہش کی ۔ لیکن قابضین کی مستعدی کو دیکھکر مستعد پورہ تجویز کیا ۔ اور اُسکے ساتھ برکت پورہ بھی نامزد کر دیا گیا ۔

نظام ساگر بہ حیثیت تفریح گاہ

نظام آباد سے ۱۵ میل کے فاصلہ پر نظام ساگر واقع ہوا ہے۔ جہاں ریلوے موٹر بس روزانہ دوڑتی ہے۔ بند کے مشرقی کنارے پر خوبصورت گلگشت ہے ساگر کا سماں بڑا ہی جاذب نظر ہے۔ اس کے متعلق خواجہ معین الدین صاحب عابد کا ایک شاعرانہ مضمون یہاں پر نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ ناظرین اس سے محفوظ ہوں۔ ساگر کے مسحور کن منظر سے لطف اندوز ہوتی ہوئی ہوائیں گنگناتی ہوئی وجد کرتی ہوئی رقص کرتی ہوئی پانی کی موجوں پر سے گذرنے لگتی ہیں۔ آئینہ کیطرح شفاف، پارہ کیطرح بے تاب اور چلبلی موجیں ان ہواؤں کو چھو لینے کی فکر میں اوپر اٹھ اٹھ کر گرتی ہیں۔ ان کی اس ناکامی پر گلگشت کے کنارے ڈالیوں پر جھولتی ہوئی کلیاں کھل کھلا کر ہنس پڑتی ہیں۔ کنارے سے دور۔ بہت دور۔ تالاب کے درمیان میں ایک جزیرہ ہے پرندوں کا پر امن اور پر سکون مسکن۔ دنیاوی گندگیوں سے پاک انسانی باغرض قدموں سے بے لوث ۔ جہاں پر نورانی صبح کو آسمانی فرشتے روحانیت کی بارش برساتے خداوند قدوس کی حمد کے آسمانی نغمے گاتے آتے ہیں۔ اور معصوم پرندوں کی علی الصباح تسبیح میں شریک ہو جاتے ہیں۔ جہاں ہر شام کو جبکہ ساگر کا پانی سورج کی زرد زرد شعاعوں کے سبب پگھلا ہوا سونا معلوم ہوتا ہے۔ حوریں گاتی ہوئی ۔ اشنان کو آتی ہیں۔ کتنا پیارا ہے۔ حوروں کا پنگھٹ!! نظام ساگر کا جزیرہ!! بند کے مغربی کنارے پر ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس کی خوبصورت

چوٹی پر ایک خوشنما عمارت تعمیر کیگئی ہے جس کی اونچی چھت پر کھڑے ہوکر جدھر نظر ڈالو مادرِ ماہنر اکا سندر بیٹا نظام ساگر طویل باہیں پھیلائے ہوئے دیو قامت پہاڑوں کی آغوش میں مچلتا ہوا نظر آئے گا۔

ہیڈ سلوس (یعنی نظام ساگر کا وہ مقام جہاں سے نہر نکلتی ہے) اپنے بہ شور مچاتے۔ سر پٹکتے اور منہ سے بخارات کا دھواں چھوڑتے ہوئے آبشاروں کی وجہ سے خاص کیفیات کا حامل ہے۔

علی ساگر - سنہ ۱۳۴۲ف میں اِس کا سنگ بنیاد سید دلدار حسین صاحب اکزکٹو انجینیر نے اپنی دماغی کاوشوں سے رکھا۔ مرزا محمد بیگ صاحب کے استحادِ عمل سے علی ساگر باشندگان نظام آباد کیلئے ایک بہترین تفریح گاہ بن گیا۔ تالاب میں ایک موٹر بوٹ بھی ڈالی گئی ہے۔ ۱۴ اردی بہشت سنہ ۴۵ف کو پرنس آف برار حضرت شہزادی درشہوار معہ مکرم جاہ بہادر کے یہاں رونق افروز ہوئے تھے۔ اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا۔

آذر سنہ ۴۷ف میں سر صدر اعظم بہادر کی آمد کے موقع پر بنگلہ سے جانب چمن تین سو سیڑھیاں پندرہ روز میں تیار کروائی گئیں۔ یہ مقام نظام آباد سے (۹) میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور بہترین سڑک موٹر رانی کیلئے بنا دی گئی ہے۔ سیکل پر بھی نہر کے راستہ سے پہنچ سکتے ہیں علی ساگر کے متعلق جشن نوروز سنہ ۴۸ف کے موقع پر مشاعرہ میں خواجہ معین الدین صاحب عابد نظام آبادی نے اپنی طبع زاد نظم سے سامعین کو مسحور کر لیا تھا۔ ناظرین کی ضیافتِ طبع کے لئے یہاں پر اس کو درج کیا جاتا ہے۔

علی ساگر

لے لو وہ آگیا دیکھو علی ساگر اپنا ۔۔۔ مئے عرفاں سے لبالب ہے یہ ساغر اپنا
کتنا دلکش ہے یہ ننھا سا سمندر اپنا ۔۔۔ بن گیا رشکِ ارم آج علی ساگر اپنا

دیکھئے دیکھئے کیا لطف ہے کیا منظر ہے
جشنِ نوروز ہے گلگشت علی ساگر ہے

منظرِ دلکش ساگر سے زباں ہے قاصر ۔۔۔ اس کی توصیف مرے حدِ بیاں سے باہر
نہر تالاب چمن پھول پہاڑی منظر ۔۔۔ حوض فوارے یہ بنگلہ وہ جزیرہ طاہر

واہ وا واہ یہ کیا لطف ہے کیا منظر ہے
جشنِ نوروز ہے گلگشت علی ساگر ہے

کیاریاں پھول پرندے یہ سہانا گلشن ۔۔۔ چار جانب وہ پہاڑوں کا نشیبی دامن
وہ جزیرہ وہ پرندوں کا پیارا مامن ۔۔۔ مادرِ فطرت معصوم کا ٹھنڈا دامن

واہ وا واہ یہ کیا لطف ہے کیا منظر ہے
جشنِ نوروز ہے گلگشت علی ساگر ہے

رقص کرتی ہوئی موجیں جو بہی جاتی ہیں ۔۔۔ گنگناتی ہوئی کہسار سے ٹکراتی ہیں
صبح کو ننھی سی چڑیاں ہی نہیں گاتی ہیں ۔۔۔ حوریں گاتی ہوئی اشنان کو یاں آتی ہیں

واہ وا واہ یہ کیا لطف ہے کیا منظر ہے
جشنِ نوروز ہے گلگشت علی ساگر ہے

جھوم کر شاخ پہ وہ بلبلِ شیدا بولا ۔۔۔ زمزمہ کرتے ہوئے حسن کا قصہ بولا
لو سنو آم کی ڈالی پہ پپیہا بولا ۔۔۔ کچھ سنا تم نے وہ آشفتہ نوا کیا بولا

پی کہاں پی کہاں کیا لطف ہے کیا منظر ہے
جشن نو روز ہے گلگشت علی ساگر ہے

دن گیا رات ہوئی چاند کیا ہے ہالا   بزم انجم کو بڑے غور سے دیکھا بھالا
آدم آباد کی جانب جو وہ نظریں ڈالا   رابع مسکون فلک پر یہ خبر دوڑا یا

ہاں چلو دوستو کیا لطف ہے کیا منظر ہے
جشن نو روز ہے گلگشت علی ساگر ہے

یہ خبر سنتے ہی افلاک کے تارے دوڑے   کہکشاں اور ثریا کے ستارے دوڑے
ٹوٹ کر چرخ سے وہ شوق کے مارے دوڑے   گنگناتے ہوئے یہ شعر ستارے دوڑے

ہاں چلو دوستو کیا لطف ہے کیا منظر ہے
نیچے جنت ہے کہ گلگشت علی ساگر ہے

اس سے بہتر کوئی ساگر کہیں دیکھے تم نے   آب میں نقرئی اژدر کہیں دیکھے تم نے
اس سے بہتر کوئی منظر کہیں دیکھے تم نے   غسل کرتے ہوئے اختر کہیں دیکھے تم نے

واہ وا واہ یہ کیا لطف ہے کیا منظر ہے
جشن نو روز ہے گلگشت علی ساگر ہے

عابد نظام آبادی

مختصر یہ کہ چمن علی ساگر کی ابتدا مسٹر بالا پرشاد مددگار انجنیر کے ہاتھوں ہوئی۔ اور موجودہ باغبان مسٹر مرزا محمد علی کی محنت و دلچسپی اور مسٹر پاپنا اکزیکیٹو انجنیر کی توجہ سے اس کی بہار باقی ہے۔

منجیرہ ۔ نظام ساگر سے پہلے نظام آباد کے بہترین مقامات تفریح میں یہ مقام تھا ۔ موسم بارش میں اُس کا منظر قابل دید ہوتا ہے ۔ صحرائی مقام پر تالاب کے کنارے اونچی پہاڑی پر بنگلہ بنایا گیا ہے یہاں کے قدرتی سادے مناظر اپنے اصلی رنگ میں دلوں پر ایک خاص رنگ جماتے ہیں حضرت ولی عہد بہادر پرنس آف برار ۴۶ف‍ میں بغرض سیر و شکار رونق افروز ہوئے تھے ۔ یہ مقام نظام آباد سے ۹ میل فاصلہ پر ہے یہاں پر روزانہ ریلوے موٹر بس دوڑتی ہے ۔ اس مقام کو فرقہ مہدویہ کے دو بزرگوں کے مدفون کی وجہ خاص اہمیت ہے ۔ حضرت سید علی صاحب قدس سرہٗ موضع میدک پلی میں مدفون ہیں (یہ موضع منجیرہ روڈ کے ۶ میل کے فاصلہ پر ہے) اور حضرت شاہ نور محمد صاحب قدس سرہٗ تالاب منجیرہ کے جانب مشرق مدفون ہیں ۔ جہاں پر فرقہ مہدویہ کے اکثر زایرین آیا کرتے ہیں ۔

ماسانی ۔ نظام آباد سے ڈیڑھ میل فاصلہ پر یہ ایک وسیع تالاب واقع ہے اس کی الگ کے دروازوں سے پانی گر کر چادر کی شکل میں بہنے کا منظر قابل دید ہے جو عموماً بارش میں نظر آتا ہے ۔

چمن برقی ۔ آبادی ہی میں ہے ۔ خوبصورت چمن کے زور دار فواروں پر قوت والی برقی روشنی پڑنے سے قطرہائے آب گوہر آبدار معلوم ہوتے ہیں

باغ عام ۔ نظام آباد میں سب سے پہلے میر امیر علی صاحب تعلقدار نے ۱۳۱۲ف‍ میں محبوب باغ کی بنیاد ڈالی اور اُسی میں ایک مکان محبوب گلشن کے نام سے بنایا ۔ جہاں عہدہ داران ضلع کیلئے بطور کلب تفریح کا سامان مہیا تھا

برتانہ تعلقداری مسٹر برزوجی ۱۳۱۰ف میں اس مکان و باغ کو ہراج کر دیا گیا[ف۱] اور اسٹیشن سے قریب ایک بہترین اراضی پر باغ عام کی بنیاد قائم کی گئی۔ اور بنگلہ تعلقداری میں آفیسرز کلب قائم کیا گیا۔ بلر ڈینیل محبوب گلشن سے یہاں منتقل کیا گیا جو آج تک ہے۔

باغ عام کی حالت ۱۳۲۲ف تک اچھی رہی۔ اس کے بعد بوجہ مسدودی نالہ ماسانی خراب ہوگئی۔ ۱۳۴۱ف سے اس کو مٹا دینے کا خیال ہو رہا تھا۔ جس کی مخالفت مصنف نے سختی سے کی۔ اور مرزا محمد بیگ صاحب باوجود اختلاف رائے کے مجھ سے متفق ہو گئے[ف۲] اس عرصہ میں ٹاؤن ہال بھی تیار ہو گیا۔ ۱۳۴۳ف سے اس پر بہار آگئی تھی۔ لیکن پھر اس پر خزان کا رنگ غالب ہوتا نظر آرہا ہے۔ حالات نظام آباد میں مورخ نے اس باغ کے متعلق لکھا ہے کہ "ناریل۔ سنترہ۔ موز۔ جام وغیرہ کے درخت ہیں۔ انگریزی ترکاریاں بھی بوئی جاتی ہیں۔ صاحب موصوف کے قیام تک ترقی جاری تھی۔ اب کس مپرسی کی حالت میں ہے۔ اس سے ظاہر ہوسکتا ہے کہ ہمارے ملک میں کام زیادہ تر شخصی حیثیت سے چلتے ہیں اور جب اُس کا اثر اٹھ جاتا ہے۔ تو اس کام پر بُرا اثر پڑتا ہے بخلاف متمدن ممالک کے جہاں پر ہر پیشرو کے کام کو اس کا جانشین ترقی دیتا

ف۱ - یہ عمارت اور باغ معزز یار جنگ قاضی صاحب نظام آباد نے خرید لیا۔ اس وقت انہی کے قبضہ میں ہے۔ باغ گنج کے مغرب میں واقع ہے اس عمارت پر ایک کتبہ بھی یہ ہے ۱۳۱۲ھ
اتفاق عہدہ داراں سے بنا یہ خوش مکان۔ یادگار دل کشا و جان گزیں بلڈنگ رُم

ف۲ - ملاحظہ ہو مثل لوکلفنڈ ۱/۱۲ ۱۳۴۲ف نظام آباد۔

اپنا فرض عین سمجھتا ہے"۔ مولف نے بھی اپنی آنکھوں سے اس کی شادابی
و سرسبزی کو دیکھا ہے کہ پردہ نشین عورتیں اس میں تفریح کرتیں۔ اور
درخت اون کے پردہ دار ہوتے۔ چونکہ اب پردہ کی ضرورت ہی
غیر ضروری ہوتی جارہی ہے۔ اسلئے قدامت پسند درختوں کا خون
خشک ہو گیا۔ اور وہ جلکر فنا ہو گئے۔ نظام آباد کی بڑھتی ہوئی آبادی
اور ترقی تمدن و معاشرت کے پیش نظر یہاں پر قریب ترین حصہ میں
ایک پرفضا و عام تفریح گاہ کی شدید ضرورت ہے۔ میرے خیال
میں رکھوتا تھہ تالاب کے تحت اور اس سے بہترین مقام نہر نظام ساگر
کے (۶۱) میل کا تمام تر حصہ اس کے لئے اس قدر موزوں اور دلفریب
ہے۔ کہ نظام آباد کا کوئی حصہ اس سے زیادہ دلچسپ اور آبپاشی و
قدرتی مناظر کی سہولتوں سے مکمل نہیں ہو سکتا۔ اور پھر آبادی سے
ملا ہوا۔ کیا عجیب کہ کوئی کسی زمانہ میں اس مقام کو منتخب کرے جو نظام آباد
کے لئے ایک بہترین تفریح گاہ کا مرکز ہوگا۔

لطیفہ۔ ایک مرتبہ چند گاؤمیش چمن میں چر رہے تھے۔ دریافت سے
معلوم ہوا کہ وہ ایک عہدہ دار کے ہیں۔ میں نے بذریعہ تحریر معتمد لوکل فنڈ
سے خواہش ظاہر کی کہ میرے جانور ٹاون ہال میں باندھنے کی اجازت
دی جائے۔ اس لئے کہ چراگاہ کے سامنے کوٹھا ہوا کرتا ہے۔ جب باغ
میں جانور چر سکتے ہیں تو مجھ کو بھی بہ حیثیت ایک رکن لوکل فنڈ اپنے
جانوروں کیلئے کوٹھا استعمال کرنے کا حق ہے۔ اس کا علم جب مالک
مویشی کو ہوا تو اپنے ملازمین خانگی کی شرارت معلوم کرکے تنبیہ کی گئی

اور جانوروں کی چرائی موقوف ہوگئی۔

کلب۔ وقار کلب[ف] بنگلہ اول تعلقداری میں بزمانہ برزوجی آنجہانی قائم
ہوا۔ نواب لیاقت جنگ و سہراب نواز جنگ نے اس سے دلچسپی لی۔
مسٹر ایرج شاہ تعلقدار کے زمانہ میں اس کا نام نظام آباد کلب کردیا گیا جس
کا نتیجہ یہ ہوا کہ کلب کافی ترقی کرگیا۔ لیکن نہ معلوم پھر کیوں اس کا نام بدل
دیا گیا کہ عام دلچسپی میں کمی ہوگئی۔ باوجود اس کے عہدہ داران و وکلاء
کی تفریح طبع کا وہ مرکز ہے۔

یونین کلب نظام آباد۔ یہ کلب عوام کیلئے عبدالواسع صاحب
کورٹ انسپکٹر حال وظیفہ یاب و عبدالستار صاحب عامل ٹپہ و شمس الدین صاحب
ناظر ٹپہ و تاج الدین محمد صاحب خزانہ دار وغیرہ کی کوششوں سے سنہ ۱۳۱۸ف
میں قائم ہوا۔ اور ایک عرصہ تک بڑی کامیابی سے چلتا رہا۔ اس کلب
میں ایک کتب خانہ سنہ ۱۳۲۲ف میں قائم ہوا تھا۔ جو بانیان کلب کے
تبادلہ کی وجہ سے بحالت کس مپرسی پڑا رہا۔ بالآخر اس کا فرنیچر و کتب خانہ
جو کچھ باقی تھا۔ وہ انجمن اسلامیہ کے حوالہ کیا گیا۔ عثمانیہ جوبلی کتب خانہ
نظام آباد میں اس کی کتابیں محفوظ ہیں۔ اور کہا جاسکتا ہے کہ عثمانیہ
جوبلی کتب خانہ اسی بنیاد کی ایک مستحکم عمارت علمی ہے۔

زنانہ کلب۔ مسز ریم۔ بی۔ داور جو سیول سرجن نظام آباد کی بیگم
تھیں۔ سب سے پہلے ٹاؤن ہال میں زنانہ کلب کی ابتدا کی۔ اور بیگمات کے

ف۔ نواب وقار الملک کے نام سے یہ موسوم کیا گیا تھا۔ لیاقت جنگ کے زمانہ میں
آفیسرز کلب سے موسوم ہوا۔

اشتراک عمل سے اپنی انتہائی دلچسپیوں کے ساتھ اس کو کامیاب بنایا۔
بیگم قاضی زین العابدین صاحب اول تعلقدار کی تحریک پر جشن سیمیں
کی یادگار میں ایک مختصر سی عمارت وسط آبادی میں تیار ہوئی ہے۔ اگر
یہ کلب مسز داور کی یادگار ہے تو عمارت بھی منت کش بیگم قاضی ضرور ہی
اس کلب کا افتتاح بیگم سر اکبر کے ہاتھوں ہونے والا تھا۔ اُن کے نہ
آنے کی وجہ سے ۲۱ ہر آذر ۱۳۴۷ف کو بیگم کرافٹن معتمد مال کے ہاتھوں
افتتاح ہوا۔ اس جلسہ میں بیگم قاضی و بیگم داور نے سپاسنامے پیش کئے
جس میں خواتین نظام آباد مدعو تھیں۔

ریلوے کلب - مسٹر لیس لکشمن اسٹیشن ماسٹر کی دلچسپیوں نے حدود
ریلوے میں ایک کلب جولائی ۱۹۳۳ء میں قائم کیا جس کا افتتاح مسٹر
ولیمس افسر اعلیٰ ریلوے نے کیا۔ یہ کلب کامیاب ثابت ہو رہا ہے خصوصاً
مسٹر لکشمن کے حسن اخلاق نے بیرون حدود ریلوے پبلک کو بھی اسکا
گرویدہ بنا لیا ہے۔

سال نو - ۱۳۴۳ف سب سے پہلے ملک سرکار عالی میں مالیہ کا سال نو[علہ]
بہ سرپرستی مرزا احمد بیگ صاحب تعلقدار وقت علی ساگر میں منایا گیا۔ جسکے

علہ - ہر آزاد و خود مختار ملک اپنے مالیہ کے سال نو کا خیر مقدم انتہائی مسرتوں سے کرتا ہے
اسی اصول کے پیش نظر ۱۳۴۱ف سے یہ ناچیز مورخ اخبارات میں مضامین کے ذریعہ عوام
کو اور انفرادی کارڈ ہائے تہنیتی مطبوعہ سے عہدہ داران حکومت کو توجہ دلاتا رہا۔ خدا کا شکر ہے کہ
مبارک عہد عثمانی میں ۱۳۴۳ف سے یکم آذر کو تعطیل عام کا اعلان فرمایا گیا۔ ۱۳۴۶ف میں زیر قیادت
غلام محمد خاں صاحب انصار رکن بلدیہ نہایت آب و تاب کے ساتھ سال نو منایا گیا۔ جس کا اثر تمام ملک نے قبول کیا۔

جس کے بعد سے ہر سال منایا جا رہا ہے۔ اور اب تو یہ تحریک ۴۸ف میں مملکت دکن کے طول و عرض میں پھیل چکی ہے۔

تعلقات کے کلب گھر۔ مستقر کاماریڈی یستقر آرمور۔ بانسواڑہ ان مقامات پر بھی کلب قائم ہیں۔ جہاں پر عہدہ دار و کلار اور خوش باش۔ روزانہ ٹینس۔ بیاڈمنٹن اور گھریلو کھیل و نیز اخبار بینی میں شام کا وقت گذارتے ہیں

تعیشات

سینما۔ ۱۳۴۱ف میں مسٹر راما گوڑ نرسا گوڑ نے کرشنا ٹاکیز کے نام سے پہلا سینما قائم کیا۔ جو انتہائی کامیابی کے ساتھ چلا۔ ۱۳۴۷ف سے حکومت مقامی کے شدید احکام نے اس کو قریب قریب بند کرا دیا۔ ماہ تیر ۱۳۴۸ف میں مسٹر فیروز شاہ منیجر امتا پیر آبکاری نظام آباد نے اس کو خرید لیا اور اس کو نظام آباد پیالس ٹاکیز سے موسوم کرکے اس کا افتتاح قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار کے ہاتھوں کروایا۔ جو کامیابی سے چل رہا ہے

طوائف۔ نظام آباد کے متعلق عام طور پر مشہور رہے کہ یہاں پر نوسو گھر مرلیوں کے آباد ہیں۔ یہ صریح غلط ہے نہ معلوم یہ کس زمانہ کی خبر ہے۔ اس وقت سو پچاس ایسی عورتیں ضرور ہیں۔ یہ تعداد بائیس ہزار کی آبادی میں غیر معمولی نہیں کہی جا سکتی۔ مبارک عہد عثمانی میں مرلی گری کے طریقہ کو قانوناً مسدود کر دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ تعداد بھی ممکن ہے کہ باقی نہ رہے نظام آباد میں شائستہ و خود دار طوائف جس کے حسن و جمال کا ایک زمانہ میں شہرہ تھا مسماۃ لچھما نانی تھی

اس کا انتقال ۱۳۳۹ف میں ہوگیا۔ اب اُس کی پروردہ کملا ثانی اس وقت موجود ہے دینیز دوسری نیکا ثانی طوائف بھی ہے۔ جو زیادہ رقص وسرود کے لئے تقاریب میں بلوائے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں سب ہی قسم کے انسان ہیں۔ جن انسانوں کی طینت ناپاک زنا پسند واقع ہوئی ہے اُن کے لئے تو اس طبقہ کا موجود از بس ضروری ہے (درآں حالیکہ حد شرعی جاری نہیں ہے)۔ تاکہ شریف وباعصمت عورتوں کی طرف اِن ذریات شیطان کا رخ نہ ہو۔ ورنہ اِن کی ریشہ دوانیاں نہ معلوم کیا کریں۔

زنخے۔ سب سے پہلے گلاب جی نامی ایک شخص تھا۔ دس پندرہ سال ہوئے کہ وہ یہاں سے چلا گیا ایک ہندو زنخہ ہے۔ کچھ عرصہ سے چند نیک صورت شیاطین سیرت قوم لوط کی پارٹیاں بھی ہیں جو شریف لڑکوں کو دھوکہ دیکر خفیہ اڈوں میں لیجاتی اور جبراً برباد کرتی ہیں۔ اور غریب مارے شرم وحیا کے اُس کے متعلق دادرسی نہیں چاہتے

مے خانے۔ اس کے تفصیل کی ضرورت ہی نہیں۔ سررشتہ آبکاری کا ایک مستقل محکمہ منجانب حکومت کارفرما ہے جس کی آمدنی سالانہ ساڑھے چار لاکھ روپیہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ روپیہ رعایا، کی گاڑھی کمائی۔ اور اُن کے بیوی بچوں کا حق برباد کر کے ہی آتا ہوگا۔ گو ترک مسکرات کی کمیٹیاں ہوتی ہیں۔ اور ہر قسم کا پروپگنڈا کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ ایک مضحکہ خیز حقیقت ہے۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ۔

درمیانِ قعر دریا تختہ بندم کردہ ☙ باز می گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

کاش اس ام الخبائث کو حکومت ہماری اس اسلامی سلطنت سے باہر نکال دیتی اور کم از کم کانگریس و امریکہ ہی کی تقلید کر لیتی تو کیا اچھا ہوتا۔

قمار خانہ۔ پست طبقہ کے لئے تو کوئی گنجائش نہیں اسلئے یہاں پر اس کا وجود نہیں ہے۔ لیکن ہر سوسائٹی میں برج کا کھیل بیٹ سے کھیلا جاسکتا ہے خصوصاً کلب گھر پچھلی شب میں اور شنا یقین برج کے دیوان خانے رات رات بھر آباد رہتے ہیں۔ کھیلنے والوں میں ہمارے بھائیوں کا تناسب بمقابلہ ہرا اور اقوام کچھ زیادہ ہی نظر آتا ہے بعض حضرات کو اپنے اعلٰے کھیل پر دعویٰ بھی ہے۔ عبرت حاصل کروائے صاحبان بصیرت۔

باب ۲۰

مشاہیر

قاضی محمد محسن مرحوم

آپ کی شہرت نظام آباد میں آپ کے علم و فضل اور تمول و تجارت کی وجہ سے خاص تھی۔ آپ کا زمانہ ۱۱۶۶ھ کا ہے لکھپتی تھے۔ آپکے والد کا نام شیخ محی الدین عرف حاجی میراں تھا۔ جو شیخ محمد ابن شاہ ملک المخاطب قاضی آصف بن خواجہ شیخ برہان الدین کے فرزند تھے۔ برہان الدین کا سلسلہ گیارہویں پشت میں خواجہ شیخ فرید الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے

عہ ۱۱۷۲ھ کی ایک سند جو فصیح الدین صاحب تعلقدار کے پاس ہے اس کی مصدق ہے۔ مکمل شجرہ محمد علی صاحب کے پاس سے لیکر میں نے دیکھا ہے۔

ایک سند بارہ برجی عطیہ شاہ عالمگیر ۳۴ سنہ جلوس مطابق ۱۱۰۲ھ بشرط خدمت احتساب و قضارت در وجہ مدد معاش شیخ محی الدین کے نام کی نصیح الدین صاحب النامدار کے پاس موجود ہے صاحب سند کے فرزند محمد محسن مرحوم تھے جنکے دو فرزند محمد عباس عرف غلام قادری کلاں اور محمد جعفر عرف غلام جیلانی خرد؎ بزمانہ نواب ناصر الدولہ بہادر معاش قضارت بر محمد آصف اور معاش افتا عبدالرزاق کو۔ معاش احتساب محمد عباس بنیرگان محمد محسن کو عطا ہوئی تھی۔

عبدالرزاق محمد جعفر کے پوتے اپنے علم و فضل میں کامل اور عہدہ تعلقداری اورنگ آباد پر بھی فائز تھے۔ بعد سبکدوشی ملازمت و فراغت حج بیت اللہ حیدرآباد میں سکونت اختیار کی۔ اور مبارک الدولہ (جو برادر نواب ناصر الدولہ آصفجاہ تھے۔) کے ہم جلیس رہے ایں زمانہ میں وہابیت کا مقابلہ تھا۔ کچھ سیاسی اوجھنوں میں علماء کے ساتھ یہ بھی قید و بند میں گرفتار ہوگئے۔ اور معاش بھی ضبط ہو گئی؎ نواب معز زیار جنگ اسی خاندان سے تھے۔ جن کا رسوخ تھا۔ نواب صاحب مرحوم نے اپنی ذاتی کوشش سے اس خاندان کی تمام معاشوں کو جدید اً حاصل کرلیا۔ اور دیگر معاش جو بعنوان مدد معاش تھی وہ دوسری شاخوں میں بحال رہی۔ اس خاندان کے اکثر افراد اعلیٰ خدمات پر رہے

؎ ۔ تاریخ مشاہیر قندھار میں محمد جعفر کا سلسلہ متروک ہوگیا ہے۔

؎ ۔ زمانہ قید میں اُن کی بعض کرامات کا ذکر جوش عقیدت کے تحت اُن کے نبیرہ محمد حسن کی تحریر محمد علی سے صاحب النامدار کے پاس محفوظ ہے۔

خود عبدالرحمن صاحب نواب شمس الامرا امیر کبیر مرحوم کے مصاحب خاص تھے
جب کبھی نظام آباد آتے تو آپکی سربراہی کے احکام مدار المہامی سے صادر ہوتے۔
اس خاندان کے سلسلہ کلاں سے معز یار جنگ و فیروز یار جنگ
(جنکی دیوڑھی چیلہ پورہ حیدرآباد میں آج بھی موجود ہے) و نیز عماد الدین
تحصیلدار وظیفہ یاب ہیں۔ اور فرزند خرد کے سلسلہ سے شجاع الدین صاحب معروف
فصیح الدین صاحب و عبدالمجید صاحب و نیز صاحب منتخب محمد محسن کے فرزند
محمد عیسے صاحب انعامداران موجود ہیں۔ محمد محسن مرحوم کے تمول کا اندازہ
اُن کھنڈروں سے آج بھی ہوتا ہے جو اُنکی حویلی کے نام سے موسوم ہیں
فصیح الدین صاحب و محمد عیسے صاحب کا بیان ہے کہ عیدگاہ کی گنبد شاہ
ملک مرحوم کی ہم نے سُنی ہے۔ اس بیان کی تائید میں ایک دستاویز ۱۱۸۶ھ
کی مجھکو بتلائی گئی۔ جس کی عبارت یہ ہے۔
"برائے تیاری مقبرہ وغیرہ احاطہ درگاہ حضرت مرحوم" کہا جاتا ہے کہ گنبد
احاطہ قبرستان عیدگاہ کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن میں اس بیان کو تسلیم
کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ کیونکہ اس گنبد سے کسی نے آجتک اپنا تعلق
نہیں بتلایا۔ بلکہ وہ مختص قبرستان (جو اس خاندان کا ہے۔) جس میں
ایک بڑے پختہ چبوترے پر قبر ہے۔ اور ایک مسجد شکستہ بھی ہے وہی اس
خاندان سے متعلق ہے۔ یہ کہنا کہ لفظ درگاہ دستاویز سے کیا مطلب ہے؟
اس کا جواب یہ ہے کہ کاتب نے اپنے جد اعلےٰ کی قبر کو تعظیماً درگاہ
لکھا اور عام قبروں کو مقبرہ۔ اس سے زیادہ کوئی اصلیت اسکی معلوم نہیں ہوئی

ـــه نقل اسناد مدار المہام ۱۲۲۴ف ۱۲۸۷ھ محمد عیسے صاحب انعامدار کے پاس موجود ہے۔

اس خاندانی مقبرہ کے متعلق افسوس ہے کہ کسی فرد خاندان کو خبر نہیں کہ درحقیقت یہاں پر کون مدفون ہے۔ میرا قیاس غالب یہ ہے کہ اس خاندانی مقبرہ کے چبوترہ پر قاضی محمد محسن اول مدفون ہیں عـــہ
شاہ ملک مرحوم غالباً بنولہ کے نواح میں۔ مدفون ہیں۔ کیونکہ بعض اسناد سے اس خاندان کا تعلق بنولہ سے ہی معلوم ہوتا ہے اصل حقیقت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

رانی جیلم جانکا بائی آنجہانی

جانکا بائی لنگاریڈی وطندار ٹیلم تعلقہ یلاریڈی کی دختر تھیں۔ جن کی شادی ۱۲۹۱ھ میں جیلم پرتاب ریڈی فرزند متبنٰے رگھوپت ریڈی سے ہوئی۔ جو سرنالی کے دیسکھ و مقطعہ دار و زمیندار تھے ان کے جد جیلم چنیاریڈی دیسکھ کو قبل ضلعبندی پرگنہ اندور (نظام آباد) انتظاماً دیا گیا تھا۔ جیلم پرتاب ریڈی شوہر جیلم جانکا بائی کا انتقال ۱۲۹۴ھ میں ہوگیا اور دربار آصفی سے خلعت ماتم پرسی جانکا بائی کو سرفراز ہوا۔ ۱۲۹۴ھ سے آپ نے اسٹیٹ سرنالی کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور سلیقہ و دانشمندی سے پندرہ ہزار۔ عا یار کو سنبھالا کہ اس کی مثال مشکل سے مل سکتی ہے۔ فن تعمیر ذرائع آبپاشی میں ان کا دماغ خاص تھا۔ جس کی وجہ یہ علاقہ ہمیشہ سیر سبز و شاداب رہا۔ ان کی داد و دہش تمام ملک سرکار عالی میں مشہور تھی۔ بڑی سخی تھیں اور بڑی ہی خوددار۔

عـــہ۔ عیدگاہ کے گنبد کے متعلق باب معابد و مقابر میں تنابی بی کی سرخی کو ملاحظہ کیجئے مصنف

۱۳۲۵ھ — رانی چیلم جانکا بائی — تاریخ نظام آباد

۱۳۴۸ف
قلعہ نظام آباد
نظام آباد تاریخ
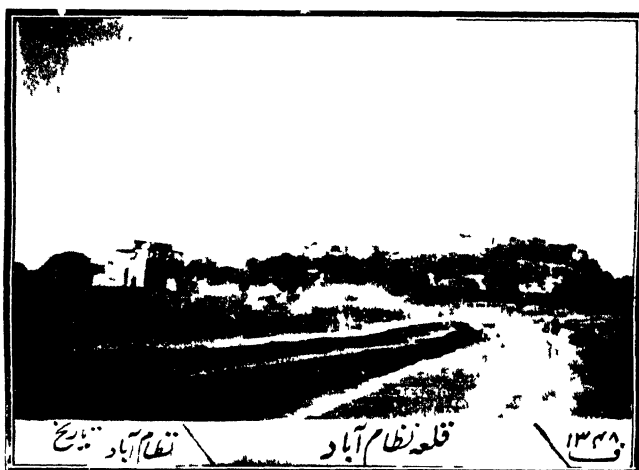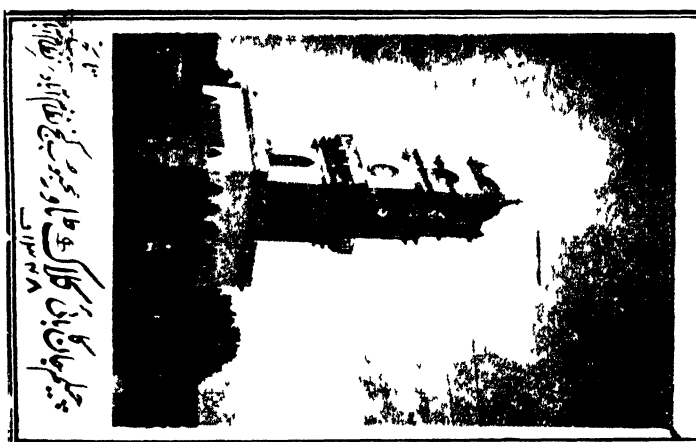
ہر مفاد ملک و مالک کے معاملہ میں سب سے پہلے ہاتھ دراز ہوتا۔ اپنے
علاقہ میں اور خالصہ میں اُنکی سرفرازیاں برابر جاری رہیں ہر ایک سے
بکشادہ پیشانی ملتیں۔ مہمان نوازی اپنے شایان شان کرتیں۔ نظام آباد
میں آب رسانی کے لئے آپ نے ۱۳۰۹ف میں پچیس ۲۵ ہزار کا گرانقدر
عطیہ دیا۔ اور ایک کنٹہ گھر گنج میں بارہ ہزار کے صرفہ سے بنوادیا۔ ان
کی نیک نامی کا اندازہ اِس قصہ سے ہوتا ہے کہ ان کے انتقال کے
بعد یہہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ ان کا سیدھا ہاتھ بوجہ سخاوت بجنسہ
باقی تھا۔ اور تمام جسم خاک ہوگیا تھا۔ مصنف بھی ایک مرتبہ رانی صاحبہ
سے مل چکا ہے۔ قدیم وضع کی پابند تھیں۔ ایک چھوٹے سے تخت پر
بیٹھا کرتیں ہمیشہ گفتگو میں مذکر کی ضمیر اپنے لئے استعمال کرتیں۔ تعصب
سے کوسوں دور اپنے مذہب کی سختی سے پابند نعتیہ کلام کی بڑی شائق
تھیں۔ (۴۷) سال اس نیک بخت رانی نے اس علاقہ پر حکومت نہیں بلکہ
(۱۵) ہزار رعایا کی سچی خدمت کی۔
۸ امر شہریور ۱۳۲۹ف کو انتقال ہوا۔ رعایاء علاقہ و خالصہ نے
انتہائی ماتم کیا آپ کے جانشیں مسٹر چیلم رام لنگا ریڈی صاحب ہوئے
جو رانی صاحبہ کے نبیرہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ رانی صاحبہ نے چیلم رگھویت
ریڈی کو متبنیٰ لیا تھا۔ جو رانی صاحبہ کے بھائی تھے۔ اُن کی شادی چیلم
منگما صاحبہ سے ہوئی۔ نوجوان رگھویت ریڈی نے داعی اجل کو دو سال
کے اندر ہی لبیک کہا۔ اس کے بعد ۱۳۱۶ف میں منگما صاحبہ نے
موجودہ جانشیں کو متبنیٰ لیا۔ رانی صاحبہ کے عین حیات منگما صاحبہ کا

بھی انتقال ہوگیا ۱۳۳۹ھ میں رعایا اور والی علاقہ میں اختلاف ہوگیا۔ جس میں مصنف نے بحیثیت وکیل کام کیا۔ اس سلسلہ میں تمام علاقہ کے دورہ کا موقع ملا تھا۔ اس دورہ میں ہر کس و ناکس کو رانی صاحبہ کی اولوالعزمی وسخاوت اور رعایا پروری کے لئے یادکناں پایا۔ یہاں تک کہ رانی صاحبہ کے ہاتھوں جس شخص نے نقصان اٹھایا تھا۔ اس کو بھی سچے دل سے مداح پایا رعایا کی رفع شکایت کیلئے ایک منتظم (جس کو اختیارات تحصیلداری دیئے گئے) منتخبہ علاقہ بعد توثیق سرکار مقرر فرما دیا۔ اور علاقہ کے بندوبست کا حکم بھی دیدیا یہی انتظام فی الوقت ہے

حضرت سید عباس صاحب مرحوم

مولوی سید عباس صاحب بمقام قصبہ کاٹنگ تعلقہ وضلع مردان صوبہ پشاور ۱۳۳۳ھ پیدا ہوئے۔ ان کے والد سید شجاع الدین اپنے قبیلہ کے سربرآوردہ ہستی تھے۔ سید عباس صاحب کے علاوہ اور تین بھائی تھے۔ چونکہ صاحب ثروت تھے۔ اور ماں باپ کے لاڑ و پیار میں پلے تھے۔ اس لئے ۲۲ سال تک کچھ نہ پڑھا نہ لکھا ایک مرتبہ خط پڑھانے منشی صاحب کے پاس گئے تو اُس نے جھڑک دیا کہ اتنی بڑی عمر ہوچکی ہے خط نہیں پڑھ سکتے۔ اس پر خیال ہوا۔ اور حاجی صاحب کلابٹ (مصنف نورالانوار) کی خدمت میں رجوع ہوکر تحصیل علم کیا اور عربی و فارسی کے منتہی ہوگئے۔ اور مخلوق خدا کو پندنصائح سے مشرف کرنے لگے۔ جس کے بعد مشائخین وعلماء سُو نے آپ کے خلاف عوام کو اکسانا شروع کیا

جب تکلیف رسانی کی راہیں زیادہ ہوگئیں۔ تو والدہ سے اجازت لیکر دکن آئے اور قصبہ بھینسہ ضلع ناندیڑ میں جاگزیں ہوئے۔ اور آپ کے ساتھ آپ کے خالہ زاد بھائی اور شاگرد رشید ہاشم علیخان بھی تھے۔ جو نارائن کھیڑ میں مقیم ہوئے۔ حضرت عباس صاحب بسلسلہ تبلیغ نظام آباد ۱۲۷۰ف میں تشریف لائے۔ حسن اتفاق سے قاضی آصف ثانی کے تین دختر تھیں جس میں سے بڑی لڑکی آپ کے عقد نکاح میں آگئیں یہہ بڑی نیک بخت بیوی تھیں ۱۳۲۹ف میں بمقام نظام آباد اس خاتون کا انتقال ہوا۔ (۶۰) سال تک وہ رفاقت دین مرحوم نے یکے بعد دیگرے سات عقد کئے آپ بڑے ہی تہجد گذار اور یاخدا انسان تھے۔ حق و صداقت کو بیان کرتے ہیں۔ ذرا بھی پس وپیش نہ کرتے خواہ دنیا مخالف ہی کیوں نہ ہو جائے۔ محلہ بھولانگ میں آپ کی سکونت تھی۔ سیکڑوں آپ کی تعلیم سے فیض یاب ہوئے۔ دنیا آپ کو وہابی کہا کرتی۔ لیکن آپ مذہب کے سچے احکام بتلانے سے نہیں ڈرتے۔ آپ کے مریدین ناندیڑ۔ و نظام آباد اور گلبرگہ وسگرشاہ پور اور حیدرآباد میں بہت ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ کے طریقہ پر بیعت لیتے۔ اور پابندی ارکان اسلامی کی سختی سے تاکید فرماتے۔ مصنف نے آپ کے مریدین کو اکثر وبیشتر پابند ارکان اسلام دیکھا ہے۔ اور آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کرچکا ہے۔ مرحوم نے کئی حج کئے۔ ۱۳۲۱ف میں ہجرت کے خیال سے گئے۔ لیکن اپنے نوجوان اولاد کی انتقال کی اطلاع پر آگئے۔ چونکہ تمنا دلی مدینہ میں موت کی تھی۔ خدا نے قبول کرلی۔ ۱۳۴۱ف میں حج

کیلئے گئے۔ اور بعد فراغت حج و زیارت دو روزہ علالت میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں آپ کو جگہ ملی۔

حضرت کریم اللہ شاہ صاحب مرحوم عرف موٹے مولوی صاحب

حضرت کریم اللہ شاہ صاحب نظام آباد کے خاص بزرگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ پنجاب کے سکھ خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ بعد میں اسلام کے فرزند بن گئے۔ سیونی بہار علاقہ پنجاب میں کسی درویش کے آپ معتقد ہو گئے جنکے ایماپر آپ نے دہلی میں علوم دینی میں فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد آپ سیاحت کیطرف مشغول ہو گئے۔ اور اسی سلسلہ میں حج سے فراغت پائی باوجود اس کے آپ کی حالت ظاہری دیکھکر آپ کو کوئی عالم نہیں سمجھتا تھا۔ ۱۳۰۶ف میں آپ اورنگ آباد میں مقیم ہوکر کبھی کبھی نظام آباد تشریف لاتے اور اللہ بخش خان گتہ دار کے یہاں مقیم رہتے۔ ۱۳۱۹ف میں آپ نے نظام آباد کی سکونت مستقل اختیار کی۔ جامع مسجد میں مقیم ہوئے اور حافظ اصغر علی خان گتہ دار کے پاس کھانے کا انتظام تھا۔ آپ غربا و محتاج کے ماوا و ملجا تھے۔ کسی سائل کا سوال رد نہ فرماتے بڑے بڑے علما و امرا۔ دولت مند آپ کے معتقد تھے۔ جب کسی حاجت مند کو کسی عہدہ دار کے پاس سفارش کی ضرورت ہوتی۔ تو آپ کے پاس پہنچ جاتا اس کی انتہائی سفارش کیلئے آپ ہر وقت تیار رہتے تعجب تو یہہ ہوتا تھا۔ کہ جس سے آپ کی صاحب سلامت بھی نہ ہوتی

آپ کی سفارش کو قبول کرتا۔ شب بیدار صوم وصلوٰۃ کے پابند بہترین اوقات کے حامل تھے۔ آپ کی سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ جھوٹ اور غیبت سے انتہائی نفرت تھی۔ کسی نے بھول کر آپ کے سامنے کبھی غیبت کردی یا کسی کو بُرا کہہ دیا تو آپ کو غصہ آجاتا۔ کان پکڑ کر بیٹھک کرواتے اور آئندہ غیبت نہ کرنے کا اُس سے عہد لیتے زمانہ حیات میں آپ کے ساتھ چوبیس گھنٹہ رہنے والوں سے بھی کسی نے نہیں سُنا کہ آپ نے کسی بد سے بدتر انسان کو بُرا کہا ہو۔ یہاں تک کہ کوئی آپ کو گالی بھی دیتا تو اُس کو بھی آپ ہنس کر کہتے کہ "سچ کہتا ہے بڑا اچھا آدمی ہے"۔ آپ کا دستر خوان وسیع تھا۔ اور اللہ والوں کی خوراک وغذا کا آئینہ آپ کے معتقد حیدرآباد اور مالے گاؤں میں بہت سے ہیں آپ کا انتقال اسفندار ۱۳۴۴ف مطابق ۱۴ شوال ۱۳۵۳ھ بعمر نو دسال بمقام نظام آباد ہوا۔ آپ کے معتقدین جامع مسجد کے سامنے آپ کو دفن کرنا چاہتے تھے۔ بڑی کوشش سے اجازت حاصل کرلی گئی۔ لیکن وہاں پر پتھر نکل آیا۔ اس لئے مسجد گنج میں پچھیوں نے دفن کرنا چاہا۔ غور ہی کیا جارہا تھا۔ کہ سرور خاں صاحب گتہ دار پہونچ گئے اور مرحوم کی وصیت کے بموجب عام قبرستان میں (عقب عیدگاہ جانب جنوب) سپرد لحد کردیا گیا۔ کیونکہ سرور خاں صاحب کو آپ نے وصیت کی تھی کہ عام قبرستان میں دفن کیا جائے اور قبر کو مٹی کا ڈھیر رکھا جائے چنانچہ آپ کی قبر بالکل سادہ ہے۔ آپ کے اوصاف حمیدہ وفضائل پسندیدہ کے اظہار کیلئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے اس ناچیز

مصنف کو حضرت موصوف سے خاص نیاز حاصل تھا۔

عزیز علیشاہ صاحب عرف ہتائی مولوی صاحب

۱۳۲۵ف میں حضرت عزیز علیشاہ صاحب اچانک نظام آباد پہونچے
اور محلہ ہتائی کی ایک تنگ و تاریک مسجد میں (جو عنبر آباد اور کبیں کی
باولی کا پانی انتہائی کڑوا تھا) مقیم ہو گئے۔ محلہ والے آپ کو کبھی کھانا
لادیتے اتفاقاً دوسرے سال بشدت طاعون نظام آباد میں رونما ہوا۔
تمام آبادی کا تخلیہ کر دینا پڑا۔ لیکن آپ مسجد ہی میں مقیم رہے اسلئے کہ
آپ کے مرشد حضرت حبیب علی شاہ صاحب کا حکم تھا کہ تا حکم ثانی
مسجد سے باہر قدم نہ نکالا جائے۔ اس لئے آپ نے اُس تلخ پانی کو پی
کر اور سوجنے کے پتوں کو چبا کر کئی دن گذار دئے۔ کبھی شیخ حسین عرب
آپ کو کھانا کھلا جاتے تھے آپ کے اس صبر و تحمل نے آپ کو نظام آباد
میں روشناس کرا دیا۔ اور نہ صرف نظام آباد بلکہ حیدرآباد تک آپ
مشہور ہو گئے۔ بڑے بڑے عہدہ دار و صاحبان علم آپ کے معتقد
تھے۔ ۱۳۴۳ف میں آپ کی علالت کی وجہ آپریشن کی ضرورت محسوس
ہوئی۔ کامل بیس سال کے بعد اپنے مرشد کے حکم سے مسجد کے باہر قدم
نکالا۔ اس طرح آپ کو اعتکاف کی قید و بند سے آزادی ملی۔ اس کے
بعد حیدرآباد میں آپ مقیم رہے اور خورداد ۱۳۴۸ف میں داعی اجل
کو لبیک کہا۔ احاطہ یوسف صاحب شریف صاحب کے دروازہ مشرقی
مقام حیدرآباد میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ بوقت انتقال آپ کا
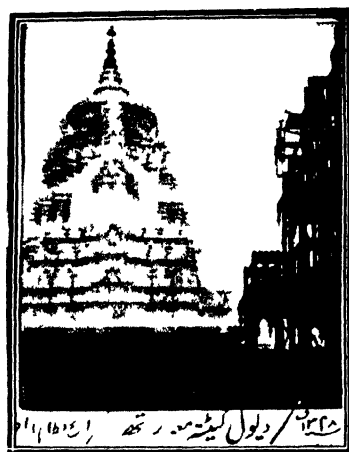
قیام نواب قدرت نواز جنگ بہادر کے بنگلہ پر تھا۔ آپ پہلے مہتمم جیل علاقہ انگریزی تھے۔ انگریزی تعلیم یافتہ تھے۔ زمانہ اعتکاف کے سات آٹھ سال کے بعد محبوب علیخان صاحب انسپکٹر ریلوے پولیس آپ کے بڑے فرزند نظام آباد پہونچے۔ اور آپ کو ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ جس پر آپ نے خفا ہو کر انکار کر دیا۔ اور وہ مایوس ہو کر بادیدہ پرنم چلے گئے۔ آپ کے کئے فرزند علاقہ انگریزی میں بر سر خدمت ہیں آپ کا وطن شاہجہاں پور تھا۔

آپکی طبیعت بڑی جلالی واقع ہوئی تھی۔ بعض لوگ آپ کے پاس جاتے ہوئے خایف ہوتے تھے۔ آپ کے معلومات اسقدر وسیع تھے۔ لوگوں کو حیرت ہوتی تھی کہ اس مسجد کی چار دیواری میں تمام دکن کی خبریں آپ کو کیسے معلوم ہو جاتی ہیں۔ آپ کے مریدین کی تعداد بہت کم ہے لیکن آپ کے مرشد کا دائرہ مریدین بہت ہی وسیع ہے۔ آپ کا سلسلہ صابری تھا۔ حصائی کی مسجد ۱۳۴۶ف میں آپ کے توجہ دہانی سے جدید پختہ عمارت کی صورت اختیار کرلی ورنہ یہ سفالپوش تھی۔ اس ناچیز مولف کو آپ سے نیاز حاصل تھا۔ بڑی شفقت و محبت سے پیش آتے اور اکثر مذاق بھی فرماتے۔

مسٹر ترسا گوڑ

آپ کے والد کا نام لنکا گوڑ تھا۔ جو پیشہ ذاتی ساہوکاری کرتے تھے آپ کے نانا بھیما گوڑ ساکن سرنا پلی تھے۔

۱۲۷۳ف میں نرساگوڑ نظام آباد میں پیدا ہوئے والد کے انتقال کے بعد تمام بھائیوں نے کاروبار کو برباد کر دیا۔ ہزار ہا روپیہ کا قرض اپنی ذات سے ادا کیا اور خاندان کو تقسیم کرالیا۔ اس کے بعد اپنی ذاتی قابلیت سے ساہوکاری کے علاوہ متاجری کے پیشہ کو انجام دیتے ہوئے سرمایہ داری حاصل کی۔ ابتداء سے آپ کی طبیعت فیاض رہی۔ اور بلا لحاظ مذہب و ملت آپ کا روپیہ ہر معابد و مقدس کام کیلئے ہمیشہ وقف رہا۔ عـــہ
چالیس سال میں آپ نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ بمدات ذیل میں صرف کیا۔

(۱) ابتدائی آبرسانی کیلئے ۱۳۱۲ف میں عـــہ (۹) گوردوارہ ۔ اعـــ""
(۲) گرجا کنیٹشر اعـــ" (۱۰) رام متھ ۔ صمـــ""
(۳) دارالجذام میں ڈیپلی ۔ عـــ""" (۱۱) گاؤ سالہ ۔ عـــ""
(۴) ہورگہ حضرت بیابانی صاحب قدس سرہٗ اعـ" (۱۲) ٹاون ہال ۔ للعہ
(۵) " حضرت بابن صاحب قدس سرہٗ ۔ اعـ" (۱۳) حصار قبرستان گتہ داران صماء
(۶) مساجد قلعہ و ریلوے اسٹیشن برائے بیرونی بیوتات } اللعمہ (۱۴) زچگی خانہ ۔ عـــ"""
(۱۵) نندی گٹہ ۔ اـــ"""
(۷) دیول کنیٹشر ۔ صعـــ" (۱۶) دیول شنبو گڑی ۔ صمـــ"""
(۸) دیول سارنگ پور ۔ عـــہ (۱۷) مدرسہ نسوان اردو ۔ صمـــ"

زمانہ جشن سیمین میں آپ نے زچگی خانہ و مدرسہ نسواں کی عمارتیں بطور یادگار تعمیر کیں۔ اس کے علاوہ نہ معلوم کسقدر روپیہ اس مخیر ہستی نے صرف کر دیا

عـــہ۔ اُن دان کو دیگر مدات پر آپ نے ہمیشہ ترجیح دی مصنف آپ سے ہمیشہ لڑتا رہا کہ مفاد ملک کے مقابلہ میں یہ کوئی چیز نہیں اور اکثر آپ نے میرے مشورہ کو قبول فرمایا۔

جس کی ایک معمولی مثال اندھرا کانفرنس میں مسٹر رنگا ریڈی ساہو گنج کو ساتھ لیکر (۵) ہزار شرکا، کانفرنس کو پانچ روز تک کھانا کھلایا۔ دراں حالیکہ اس زمانہ میں آپ کو متاجری کے معاملہ میں لاکھوں کا نقصان برداشت کرنا پڑا تھا۔ صاحب موصوف کے متعلق بعض مسلمان متعصب ہونے کا خیال رکھتے ہیں۔ لیکن میرا (۲۵) سالہ ذاتی تجربہ یہ ہے کہ یہ ایک بے تعصب نیکی کا طالب خدمت خلق کا شیدائی۔ اپنے مذہب کا سخت پابند شخص ہے۔ ان کی زندگی بلا لحاظ مذہب وملت خدمت غریب بندگان خدا کے لئے اکثر حساس رہی ہے۔ مسٹر نرسا گوڑ نے اپنی زندگی نہایت عزت کے ساتھ گزاری ہر زمانہ میں تعلقداران وقت اور اعلیٰ عہدہ داران حکومت نے بھی اُن کی عزت کو ملحوظ رکھا۔

چنانچہ جشن سیمین کے موقع پر اُن کی عقیدت مندیوں کے صلہ میں سلطنت آصفی کا نشان امتیازی بصورت تمغہ سرا کبر نواب حیدر نواز جنگ صدر اعظم بہادر نے ۱۲ر آذر ۴۷ف کو بمقام ٹاون ہال جلسہ عام میں اپنے ہاتھوں زیب سینہ فرما کر خاص الفاظ میں ان کے خدمات کو سراہا قدرت کی کرشمہ سازی کو دیکھئے کہ یہ لاولد ہیں اس وقت آن کے وارث مسٹر راما گوڑ برادر زادہ آپ کے زیر پرورش ہیں۔ جو ایک تعلیم یافتہ نوجوان ہیں جن کو مسٹر نرسا گوڑ نے اپنی کل جائداد کا مالک قرار دیا ہے۔

شیخ محمد صاحب وکیل

شیخ محمد صاحب ولد حاجی شیخ دادے صاحب نرساپور کے متوطن ہیں

آپ کی پیدائش ۱۲۷۲ھ فصلی میں ہوئی۔ نظام آباد ۱۲۹۴ف میں آئے
اور ۱۲۱۶ف میں سند وکالت درجہ سوم حاصل کرنے کے بعد یہاں وکالت
شروع کی۔ آپ نے رفاہ عام کاموں میں اپنا قدم سب سے پہلے رکھا۔
یعنی ۱۲۹۶ف میں بزمانہ تعلقداری میر امیر علی صاحب اول تعلقدار
رکن کمیٹی مقرر ہوئے جو آجتک ہیں ملک سرکار عالی میں آپ کا یہ ریکارڈ
رکنیت ہے۔ آپ کی رکنیت کمیٹی ہمیشہ مخالفت کا پہلو لئے ہوئے
رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا رہا ہے کہ کمیٹی کو راہ راست سے ہٹنے کا بہت
کم موقع ملا۔ آپ کی صداقت عامتہ الناس کو ہمیشہ کڑوی معلوم ہوئی
یہ ہی آپ کی حق گوئی کا ثبوت ہے۔
آپ کی سادہ زندگی قرون اولیٰ کی زندگی کو ہمیشہ مثالاً پیش کرتی
رہی کہ ہم نے آپ کو ہمیشہ اپنا کام اپنے ہاتھوں کرتے دیکھا۔ اور کشت
کاری وتھانہ داری ہر دو امور میں آپ مصروف مشاغل نظر آئے وکالت بھی
غرضکہ کامیاب طریقہ پر کی۔ مذہبی معاملات میں آپ ہمیشہ پیش پیش
رہے۔ خصوصاً جامع مسجد کی تعمیر و انتظامات میں تو آپ کی خاص توجہ
اول سے آخر تک برابر جاری ہے۔ ایک مرتبہ ایک عہدہ دار پولیس
اپنی والدہ کو جامع مسجد کے سامنے دفن کرنا چاہتے تھے۔ بدیں خیال کہ
مسجد کا احاطہ تنگ ہو جائے گا۔ آپ قبر میں لیٹ گئے۔ اور میت کو دفن
ہونے نہ دیا۔ آپ مذہب کے شیدائی ضمیر کی آواز بلند کرنے میں بےخوف
انسان ہیں۔ اگر کوئی نظام آباد کے حالات سے بہترین واقفیت رکھتا
ہے تو وہ آپ کی ذات ہے۔
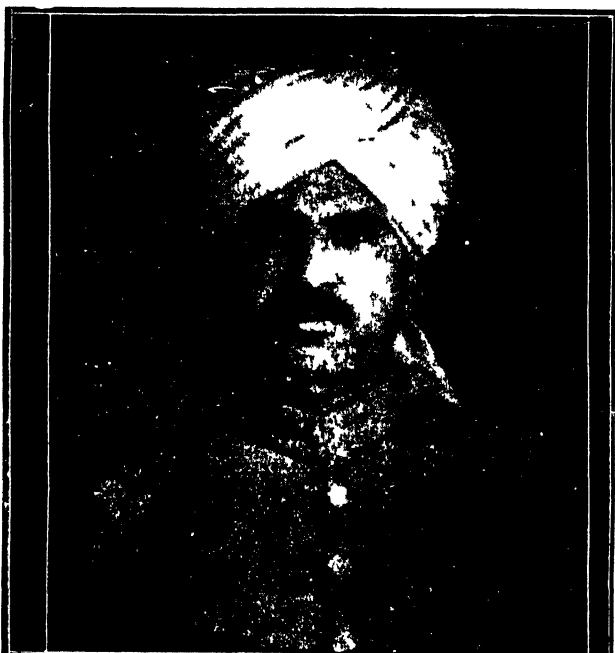
سنہ ۱۳۲۲ ف / محمد سرور خان گنتہ دار / تاریخ نظام آباد

متعلق صفحہ ۱۸۹

متعلق صفحہ ۱۹۴-۱۲
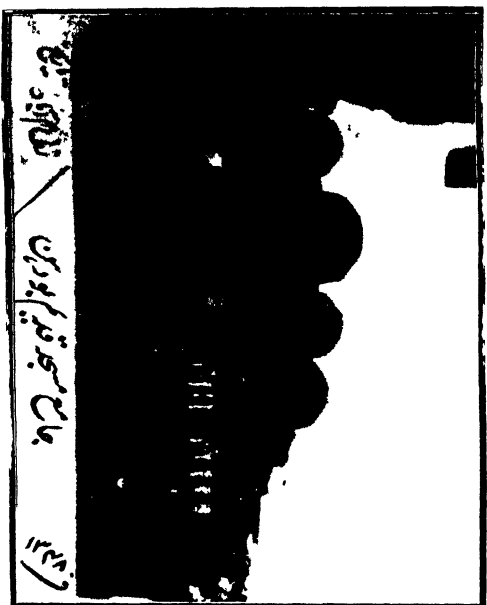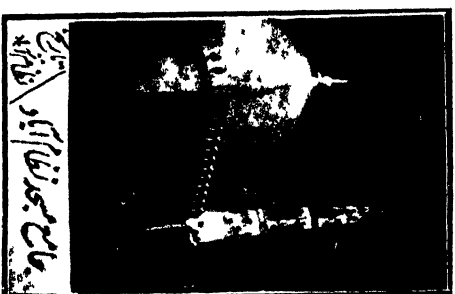
ڈھونڈے خانصاحب۔ شمالی ہند سے گتہ داری کیلئے سنہ ۱۳۰۵ ف میں نظام آباد آئے۔ اور یہاں کے متوطن ہوگئے۔ سنہ ۱۳۲۹ ف میں انتقال کیا۔ مخیر انسان تھے۔ جامع مسجد کی تعمیر میں آپ نے خاص دلچسپی لی۔ اور پانسو روپیہ چندہ بھی دیا و نیز ذاتی توجہ تعمیر میں صرف کی۔

سرور خانصاحب۔ سنہ ۱۳۱۰ ف میں نظام آباد آئے یہ افغانی النسل نا غرط ہیں۔ آپ کے والد ممتاز محمد خان تھے۔ سرور خانصاحب اسلامی ضروریات پر مالی امداد میں سب سے پہلے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہیں زمانہ طالب العلمی میں گلستاں پڑھتے وقت حضرت سعدی شیرازی کے متعلق خیال ہوا کہ اگر میں روپیہ کمانے لگوں تو اُنکی قبر بنوادوں۔ جب اللہ نے نوازا تو اس خیال کی تکمیل کرنی چاہی۔ علماء نے اس سے اختلاف کیا کہ قبر بنوانا شرعاً ممنوع ہے۔ اس لئے آپ نے دیوبند کے مدرسہ میں گلستاں کی تعلیم کے لئے ایک عمارت اپنے صرفہ سے بنوادی ایک باغ آپ نے (صمـــ ...) ہزار میں خرید تھا اور مجھ سے کہا تھا کہ (صمـــ ...) دیوبند کو ادا نہ کردوں تو یہ باغ آپ کی کفالت میں رہے گا۔ میرے ورثاء ادا کریں۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ ہی نے اس رقم کو ادا کردیا۔ عمرش دراز باد۔ جامعہ کیلئے بھی (الـــ ...) ہزار روپیہ کے عطیہ کا وعدہ میرے اصرار پر کیا گیا ہے جو عنقریب ادا ہوگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ جنگ طرابلس و بلقان کے موقع پر بھی دل کھول کر امداد کی۔ بہر حال ہر معاملہ میں جو آپ کی گتہ داری کا ہوتا ہے اللہ کے مخلوق کا حق ضرور ہوتا ہے۔ دو طالب العلم کو اپنے

ذاتی خرچہ سے دیوبند تعلیم کے لئے روانہ کیا گیا ہے۔ جو قریب میں فارغ التحصیل ہونگے۔ آپ کے کاروبار ورنگل کریم نگر وغیرہ اضلاع میں ہیں آپ کے گتہ داری کے فرائض انجام دینے میں بڑی خوبی یہ ہے کہ معاملہ کے بڑے ہی پاک ہیں

سید عبدالقیوم صاحب - آپ کے والد سید عبدالعزیز صاحب مرحوم دہلی کے رہنے والے تھے۔ ٹین کا کام کرتے۔ مجھکو مرحوم سے نیاز حاصل تھا۔ بڑی متقی ہستی تھی۔ عمر بھر اپنی گاڑھی محنت سے کھایا۔ سید صاحب کے کئی فرزند تھے۔ منجملہ اُن کے عبدالقیوم صاحب ایک منچلے جوان تھے۔ والد کے انتقال کے بعد بھی ان کا یہی حال رہا۔ مقلب القلوب نے آپ کو ہدایت کا راستہ بتلا دیا۔ اب اس کی زندگی پر رشک ہوتا ہے اُن کار دینیہ اسلام کے ٹھوس مقاصد کیلئے وقف ہے دارالاقامہ کی امداد مدرسہ حفاظ کے حافظ بلال صاحب کی خدمت گذاری مسجد جامع کی ضرورت کی تکمیل یتیم وغربا کا خیال آپ کو ہر وقت رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ دارین میں آپ کیلئے مختص ہو چکا ہے۔ ماشا اللہ پانچ لڑکے حافظ قرآن ہو چکے ہیں۔ بڑا لڑکا حافظ عبدالغفور کاروبار میں ممد و معاون ہے تجارت لکڑی و برگ آبنوس وغیرہ اندلوائی و نظام آباد میں کامیاب طریقہ پر ہے خدا برکت دے۔

ہادی حسین صاحب المتخلص ہادی

ہادی حسین صاحب عدالت ضلع کے صیغہ دار ۱۳۳۶ف میں نظام آباد آئے یہ حضرت شاعر ہیں اور ایسے شاعر کہ جن کو پیدائشی شاعر کہا جائے۔

تو حق بجانب ہوگا اگر کسی سے خوش ہوں تو ہزاروں شعر تعریف میں
کہدیں خدا جانے اسکو کیا سے کیا بنا دیں۔ اگر بگڑ جائیں تو اللہ ہی پناہ
میں رکھے اتنی ہجو کریں کہ وہ رو دے۔
بہرحال خدا داد بات ہے کہ برجستہ شعر کہتے ہیں ۱۳۲۸ف میں مہاراجہ
یمین السلطنت سرکشن پرشاد بہادر صدر اعظم نے آپ کی طبع آزمائی
سے مسرور ہوکر خلعت سے سرفراز فرمایا۔ نظام آباد کا ہر شخص حضرت ہادی
سے واقف ہے۔ اور خائف بھی۔

معروف اشخاص **سید حبیب** صاحب عرف توڑا ڈلو (چونکہ
یہ سود میں سیر دہان بھی لیا کرتے تھے۔ اسلئے یہ عرفیت ہوگئی)
محمد حسین صاحب گشتی نشان سا ہے تین یہ ایک لفظ لکھ پڑھ نہیں
سکتے تھے۔ لیکن حافظہ بلا کا تھا۔ تمام گشتیات یاد رکھتے جریدہ منگواتے
اور دوسروں سے پڑھا کر سن لیتے۔ یاد ہو جاتا۔ پیروی مقدمات
کرتے۔ اس لئے اس نام سے معروف ہوگئے۔ **بلال لمبیا** صاحب
یہ انتہا سخت دل بیاہو کارتھے۔ بخل اور شدت میں انکی مثال بیجاتی ہے
شیخ امیر خاکروب۔ یہ مولف کا ہمسایہ تھا۔ اس کا
ایک شاندار خوبصورت دو منزلہ مکان تھا۔ جو راہ رو اس بات کو
معلوم کرتا کہ یہ مہتر کا مکان ہے۔ اس کی حیرت کی کوئی انتہا
نہ ہوتی۔ چونکہ بیحد سلیقہ مند وخود دار انسان تھا۔ اور عامل بھی مشہور تھا
اس لئے اس کی شہرت عام تھی۔ اس کا تمول لوگوں کو حیران کرتا۔
باوجود اس کے ذاتی پیشہ انجام دینے میں عار نہ تھا۔ مکان کی تعمیر کے

زمانہ میں مجھ سے ہمیشہ کہتا تھا کہ میری یادگار رہیگی۔ لیکن قدرت نے عجیب صورت پیدا کردی ادھر مکان مکمل ہوا۔ اُدھر اولاد کی دیرینہ آرزو پوری ہوئی کہ لڑکا پیدا ہوا۔ عین چھلّہ کے روز مکان سے میت برآمد ہوئی۔ مکان بھی نہ رہا۔ جدید سڑک نے اُسکو فنا کردیا (عبرت حاصل کرواے صاحبان بصیرت) میں نے اس کی آمدنی وخرچ کا حساب کیا تھا۔ ماہانہ (ماصہ) کی خالص بچت تھی تاریخ انتقال شوال سنہ ۱۳۵۰ھ۔

ضلع کے معمر انسان۔ فتح محمد صاحب پولیس پٹیل بودھن کی ایک مشہور و معروف شخصیت ہے۔ یہ اپنی پیدائش ربیع الاوّل سنہ ۱۲۳۸ھ کی بتائی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے ان کی عمر (۱۱۳) ایکسو تیرہ سال کی ہے۔ ان کے والد کا نام عثمان جی تھا۔ جو قصبہ بودھن کے وطندار تھے اس وقت فتح محمد صاحب بلا عینک کے بلا تکلف پڑھ سکتے ہیں تیرہ سال ہوئے کہ ان کے دانتوں نے جواب دیدیا۔ لیکن قوائے جسمانی بہت اچھے ہیں۔ جب تک یہ خود کارگذار رہے ان کی حکومت بڑی تھی۔ سب تمام عہدہ داران سرکاری ان سے تعاون چاہتے تھے۔ سنہ ۱۳۳۰ف تک ان کی حکومت مصنف نے خود دیکھی ہے۔ سنہ ۱۳۳۲ف میں جب مصنف پیشکار تحصیل بودھن تھا اس وقت ان کے زوال کا زمانہ آگیا تھا باوجود اس کے تحصیلدار و امین پولیس ان کے تعاون کے محتاج تھے۔

عنقریب ان مکان نے ذریعہ فرمان ان کو خدمت پر بحالی کا ارشاد

فرمایا تھا۔ ان کے استبداد و سرمایہ داری کے قصص آج تک زبان زد خاص و عام ہیں یہ اپنی جوانی میں بیحد دلیر و جبری تھے۔ اس عمر میں بھی جرأت و ہمت موجود ہے۔

علی خانصاحب ولد احمد خان۔ وظیفہ یاب جمعدار پولیس نظام آباد ۱۲۵۶ھ میں پیدا ہوئے۔ وظیفہ حسن خدمت مبلغ (صہ) بہمن ۱۳۱۲ف سے برابر پارہے ہیں۔ تیس سال سے وظیفہ پا رہے ہیں۔ بعد وظیفہ تا تا پلی موضع سے چراغ کو بطور مقطعہ حاصل کرکے وہاں پر اپنی سکونت اختیار کی اور کاروبار زراعت کرتے ہیں۔

اس مقام کی عرضیت علی خان کا مقطعہ ہے جو بودھن روڈ کے ساتویں میل پر واقع ہے۔ اس وقت ان کی عمر (۱۰۲) سال کی ہے۔ ان کے والد رامپور اسٹیٹ کے رہنے والے تھے جو یہاں آکر بس گئے۔

مشہور اشخاص۔ یوں تو بہت سی ہستیاں گزری ہوئی و موجودہ اس سرخی کے تحت آسکتی ہیں۔ لیکن اس کے لئے گنجائش نہیں۔ اسلئے اختصار سے کام لیا جاتا ہے۔

میر امیر علی مرحوم جمعدار اول تعلقداری ضلع ایک قابل ذکر جمعدار گذرے ہیں جن کا انتقال ۱۳۲۷ف میں ہوا۔ شیخ احمد صاحب سررشتہ دار وظیفہ یاب برزو جنگ کے زمانہ کے معروف ہستی ہیں۔

وینکا گوڑ برادر نرسا گوڑ۔ زمانہ حیات میں کامیاب زندگی بسر کی۔

امیر علی برادران۔ نظام آباد کے مشہور انعامداروں میں ہیں۔

وغیرہم

جس کتاب پر مصنف کی دستخط نہ ہو

وہ مسروقہ سمجھی جائے گی

مصنف

فہرست کتب مولفہ غلام احمد صاحب وکیل

	اصلی قیمت	رعایتی قیمت
(۱) مفتاح العطیات جلد دوم یعنی ڈائیجسٹ عطیات	(۶) چہہ روپیہ	چار روپیہ
(۲) کلید اوطان یعنی ڈائیجسٹ اوطان	(۷) سات روپیہ	ندارد
(۳) تلنگم کنبی	(۸) آٹھہ آنہ	ندارد

(۴) سہولت نصاب [امتحان عہدہ داران دیہی گیارہ کتب مکمل ست معہ فرہنگ]

اردو	مرہٹی یا تلنگی
تین روپیہ تین آنہ	چار روپیہ آٹھہ آنہ

۵) ہم۔تم عرف پریم چار آنہ

ملنے کا پتہ
منتظم دارالاشاعت
(کاشانہ)
نظام آباد

مکمل ست سہولت یعنی
مولفہ
مرہٹی یا تلنگی زبان کے مکمل ست کی قیمت چا روپیہ آٹھ آنہ
ملنے کا پتہ منتظم